

# تاریخ غلافِ کعبہ

تفصیلی حالات، تاریخی واقعات کے ساتھ

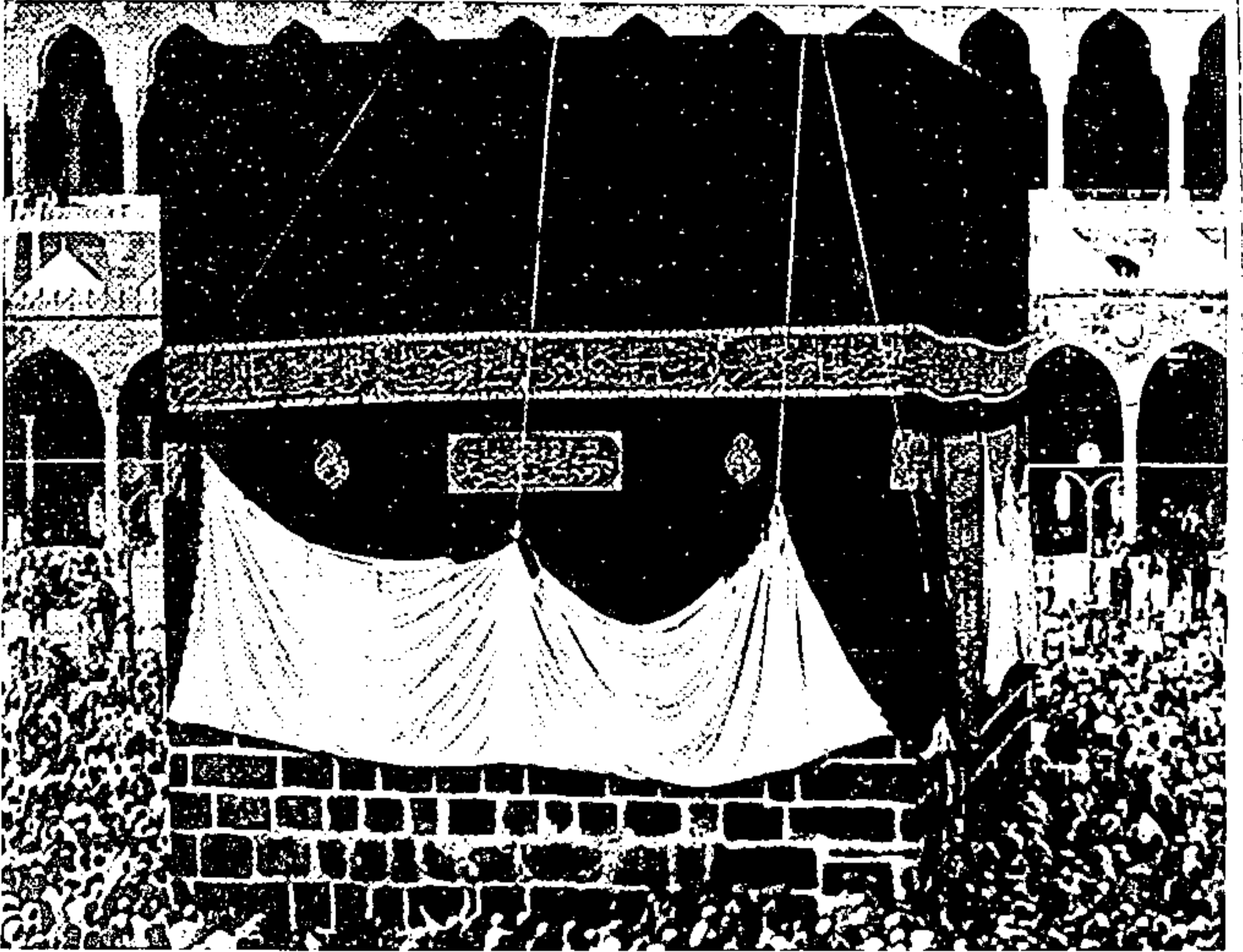


علی شبیر



# تاریخ غلافِ کعبہ

تفصیلی حالات، تاریخی واقعات کے ساتھ



علی شہیر

فیکٹ پبلیکیشنز

web site: [www.factpublications.com](http://www.factpublications.com)

Email: [factpublications@fact.com.pk](mailto:factpublications@fact.com.pk)

Marfat.com

# جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب : تاریخ غلاف کعبہ

مصنف : علی شبیر

ایڈیٹر : ایم ارشد

لیگل ایڈوائزر : تیموری لاء ایسوسی ایٹس 13 فین روڈ لاہور

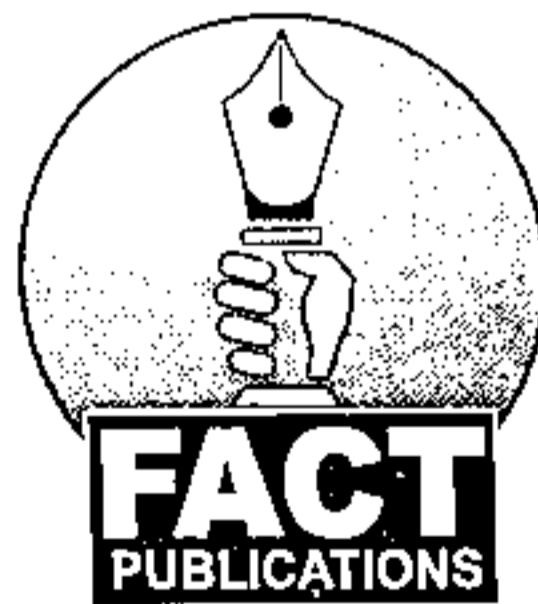
قیمت : 400 روپے

297-35

ع 915

151495

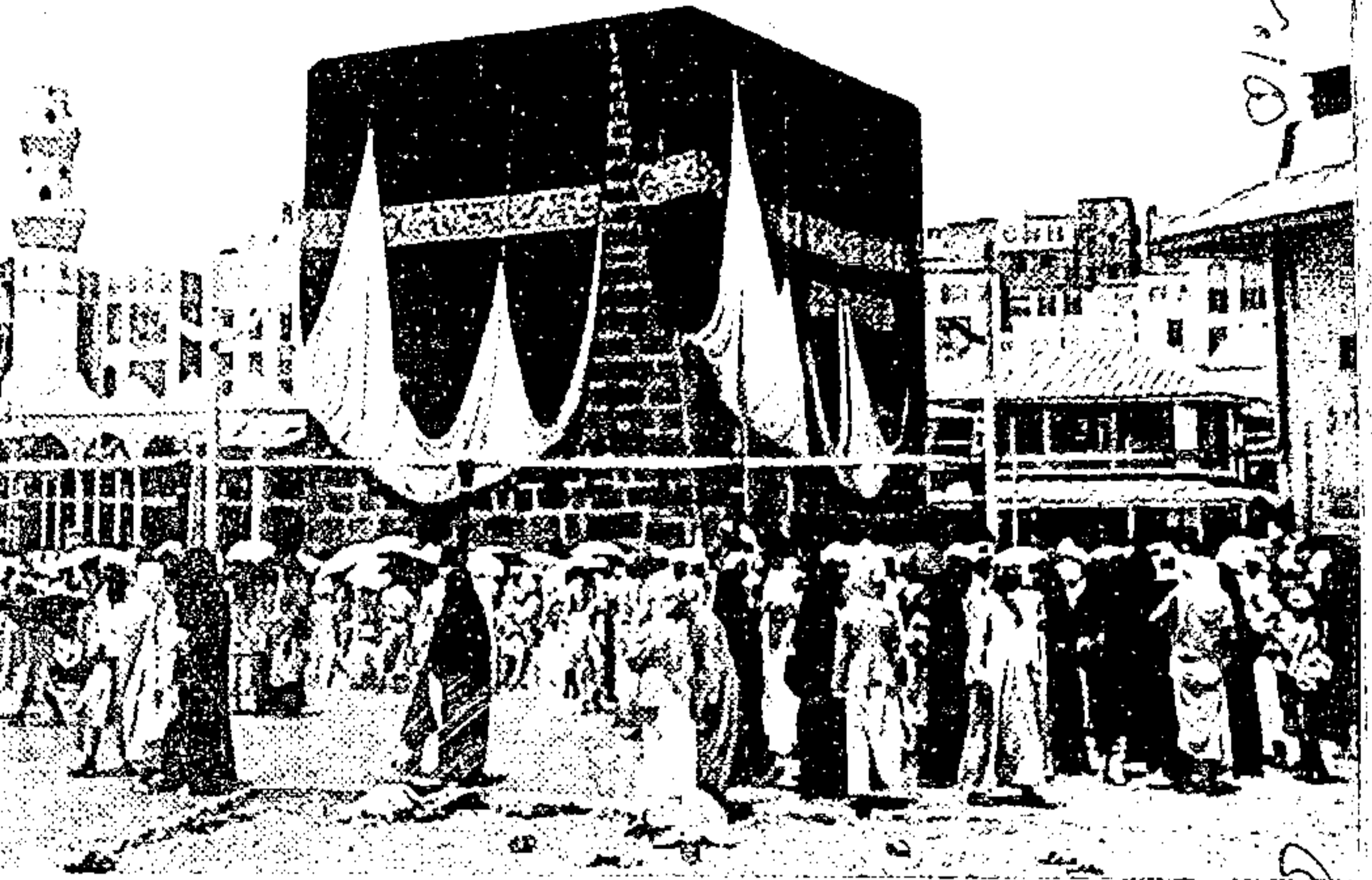
Find us  Fact.Publications



14/B علی پلازہ سکینڈ فلور ٹیمپل روڈ لاہور

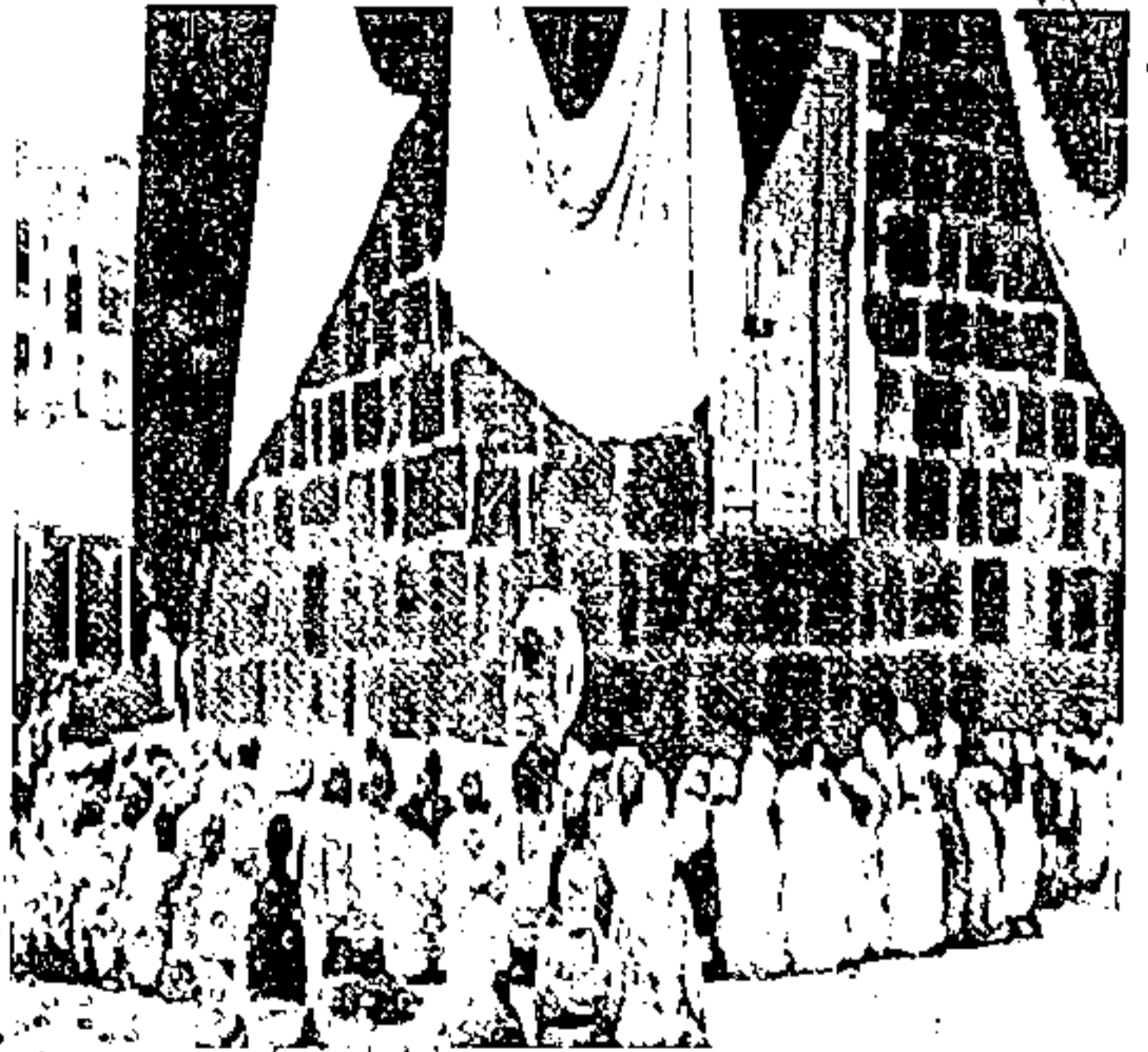
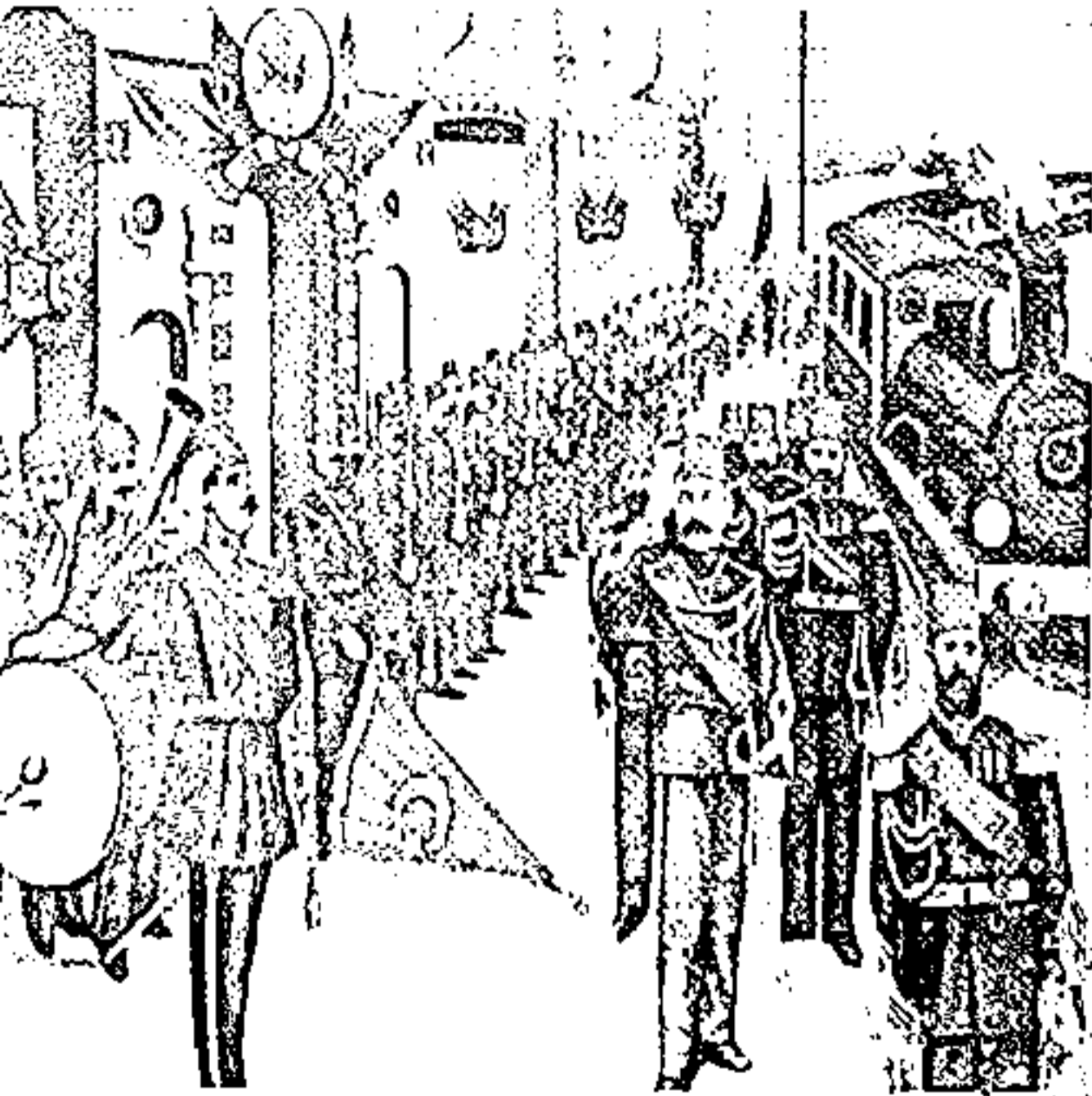
فون: 042-36374538, 0333-4538489

19-11-2010



زمانہ قدیم میں کعبہ پر غلاف چڑھانے کا منظر

عبدالرحمن



مدینہ، 1910 میں مصر کے بادشاہ کی طرف سے غلاف کعبہ بھیجے جانے کے جلوس کا منظر

زمانہ قدیم میں غلاف کعبہ چڑھانے کا منظر

2 کے سلسلے میں منعقدہ تقریب کا منظر

عبدالرحمن

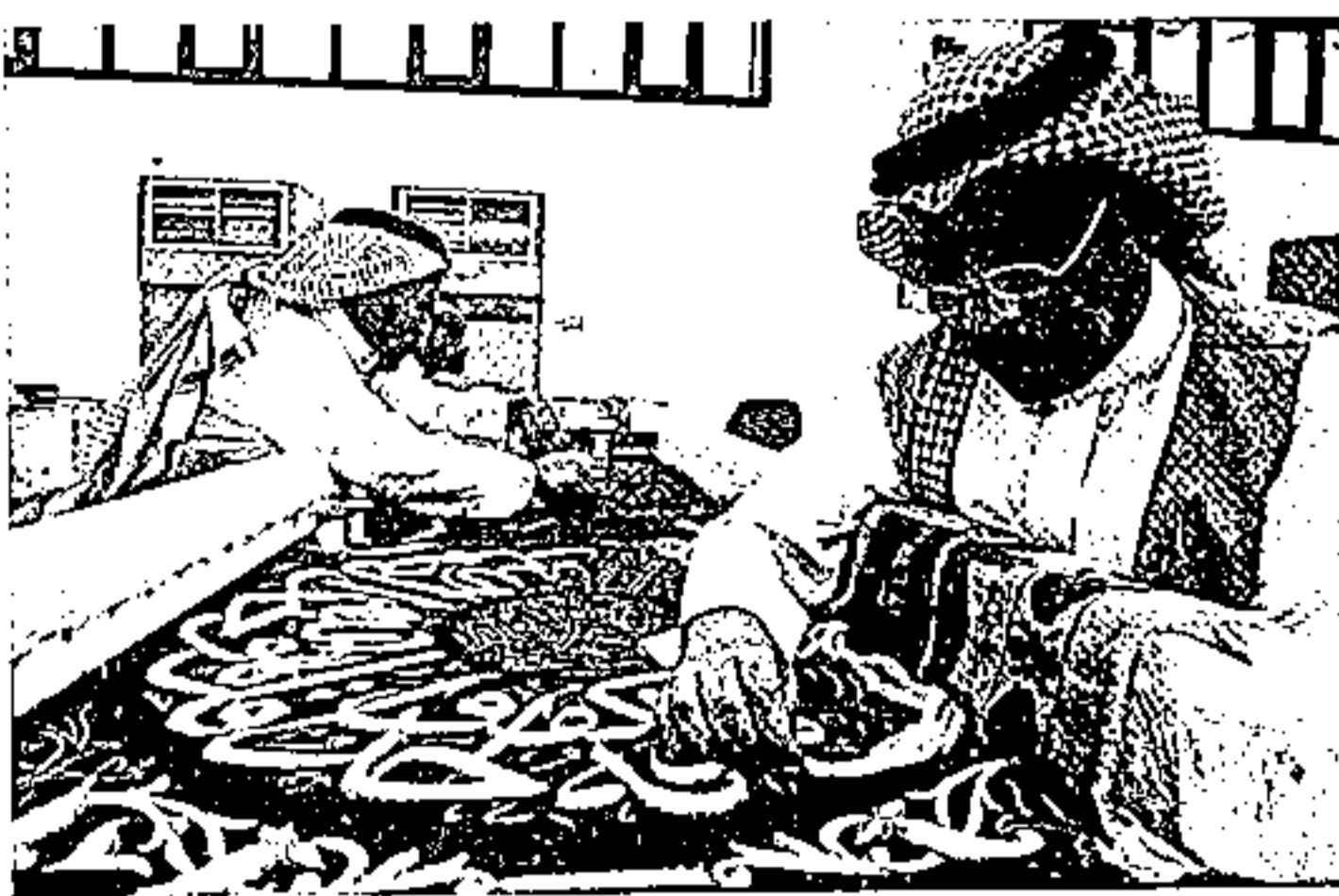


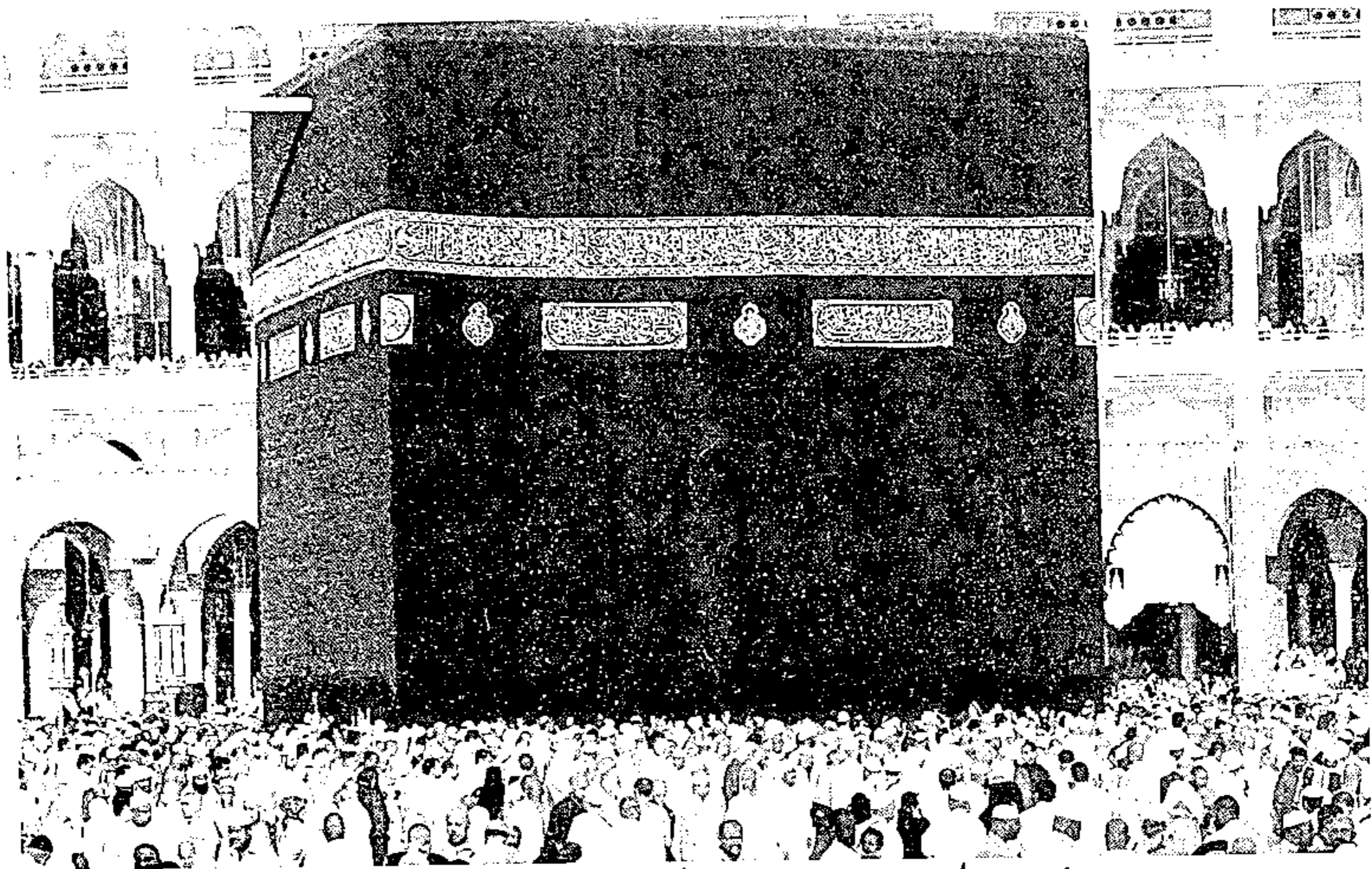
خانہ کعبہ پر چڑھائے جانے والا غلاف مبارک مکہ کی ”کسوئی فیکٹری“ میں تیار کیا جاتا ہے جو 74 سال قبل خادم الحرمین الشریفین شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ نے قائم کی تھی۔ اس سے قبل خانہ خدا پر چڑھایا جانے والا غلاف مبارک (کسوئی) مختلف اسلامی ممالک میں تیار کیا جاتا تھا۔ اس وقت سے آج تک کسوئی فیکٹری ہی خانہ کعبہ کیلئے کسوئی (غلاف) بنانے کے فرائض انجام دے رہی ہے۔ فیکٹری میں کام کرنے والے تمام 200 افراد سعودی عرب سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ کسوئی فیکٹری میں دنیا کی جدید ترین سلائی مشینیں، کڑھائی کرنے کے آلات اور دھاگہ بننے والی مشینیں نصب ہیں۔ ہر سال غلاف کعبہ پر ایک کروڑ 68 لاکھ سعودی ریال کے اخراجات آتے ہیں۔



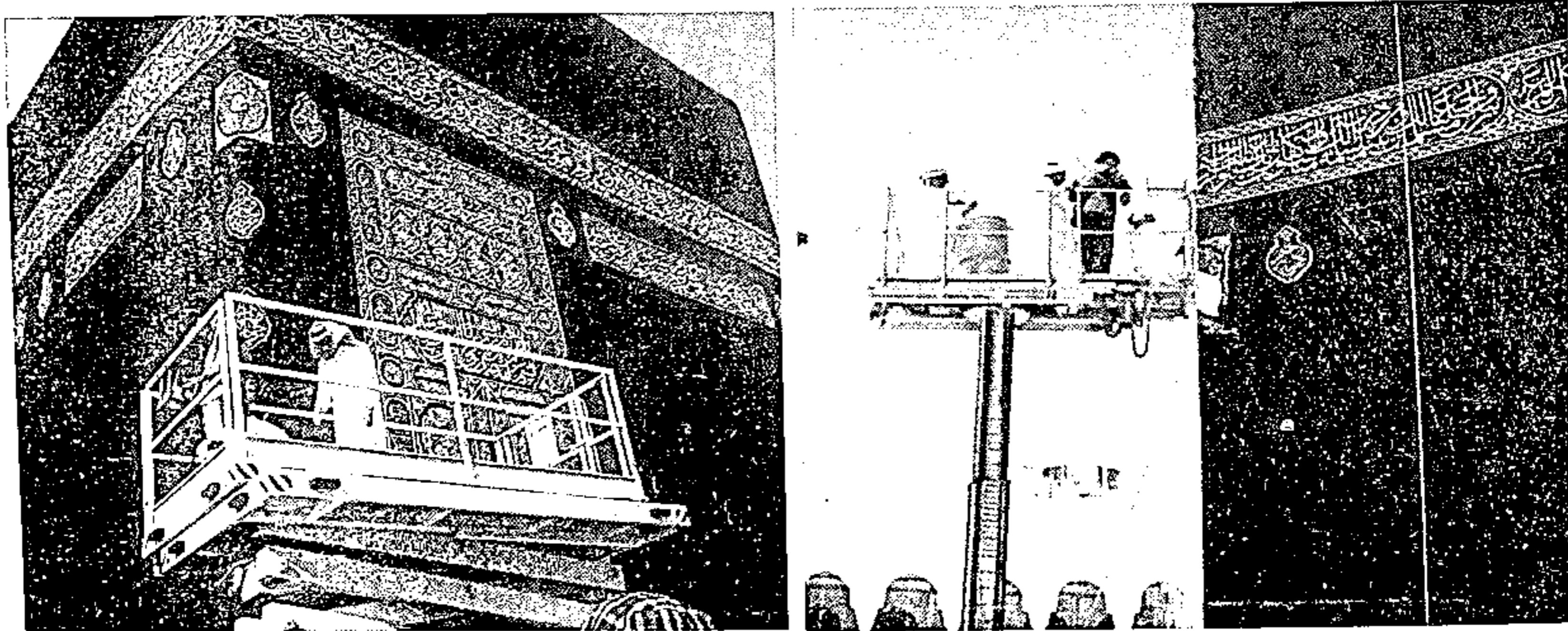


خانہ کعبہ پر چڑھانے کیلئے تیار کئے جانے والے کالے رنگ کے غلاف مبارک میں 670 کلو گرام خالص ریشم استعمال ہوتی ہے جبکہ اس پر لکھی گئی قرآنی آیات کو سونے اور چاندی کے تاروں میں بند کرنے کے لئے 150 کلو گرام خالص سونا اور چاندی استعمال ہوتی ہے۔ غلاف کی مکمل لمبائی چوڑائی 658 مربع میٹر ہوتی ہے اور اسے بنانے کے لئے خالص کالے ریشم کے 47 بڑے ٹکڑوں کو جوڑا جاتا ہے، جس میں سے ہر ٹکڑا 14 میٹر لمبا اور 95 سینٹی میٹر چوڑا ہوتا ہے۔ کسوئی فیکٹری کی انتظامیہ تقریباً 45 لاکھ ڈالر کے اخراجات برداشت کرتی ہے۔



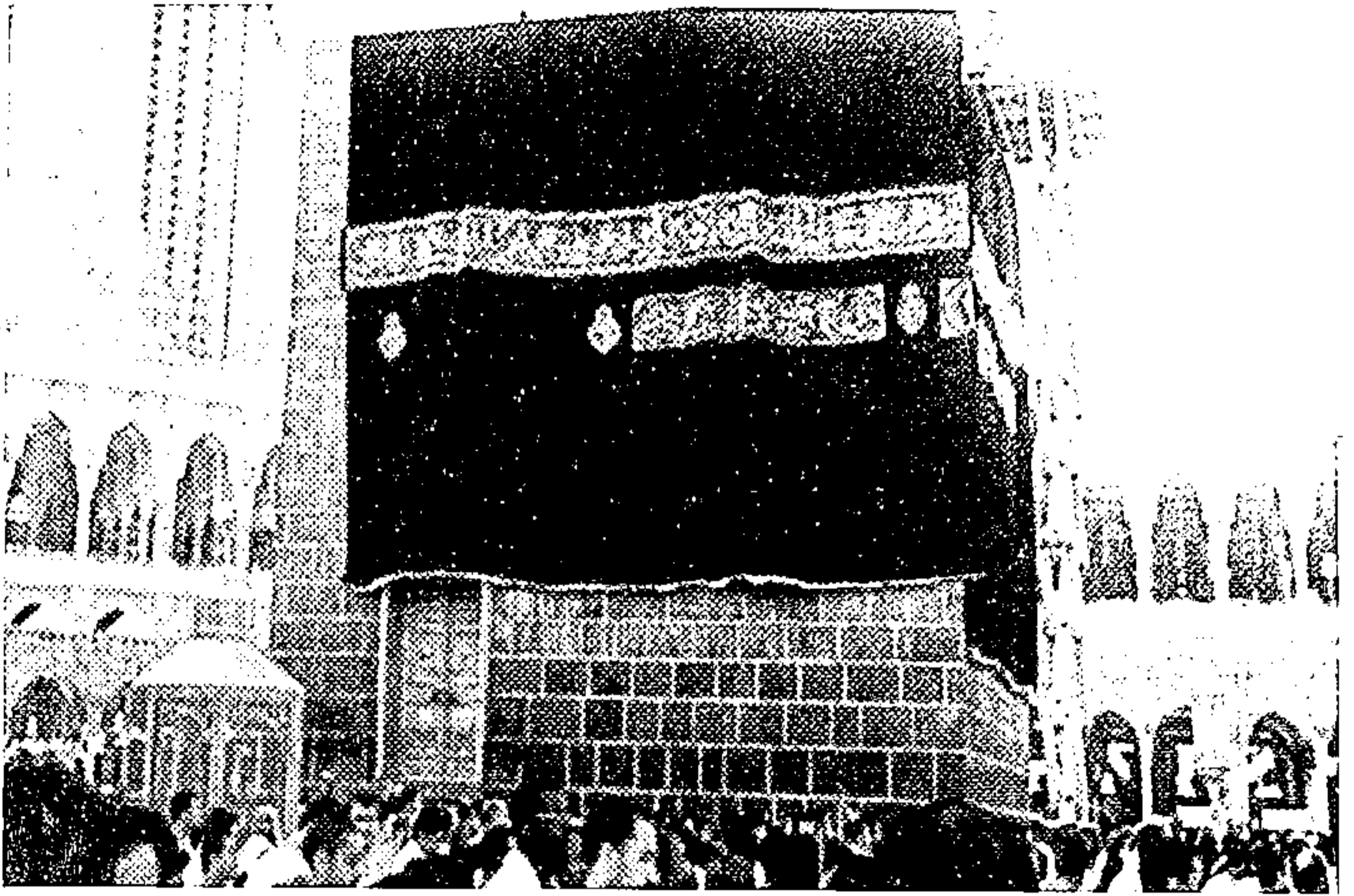


خانہ کعبہ کے غلاف کی تبدیلی کے لئے حرمین شریفین کی انتظامیہ کی جانب سے باقاعدہ تقاریب منعقد کی جاتی ہیں۔ آٹھ ذی الحجہ کو جب حجاج کرام منیٰ کی جانب روانہ ہو جاتے ہیں تو خانہ کعبہ پر موجود پرانے غلاف (کسوئی) کو اتار دیا جاتا ہے۔

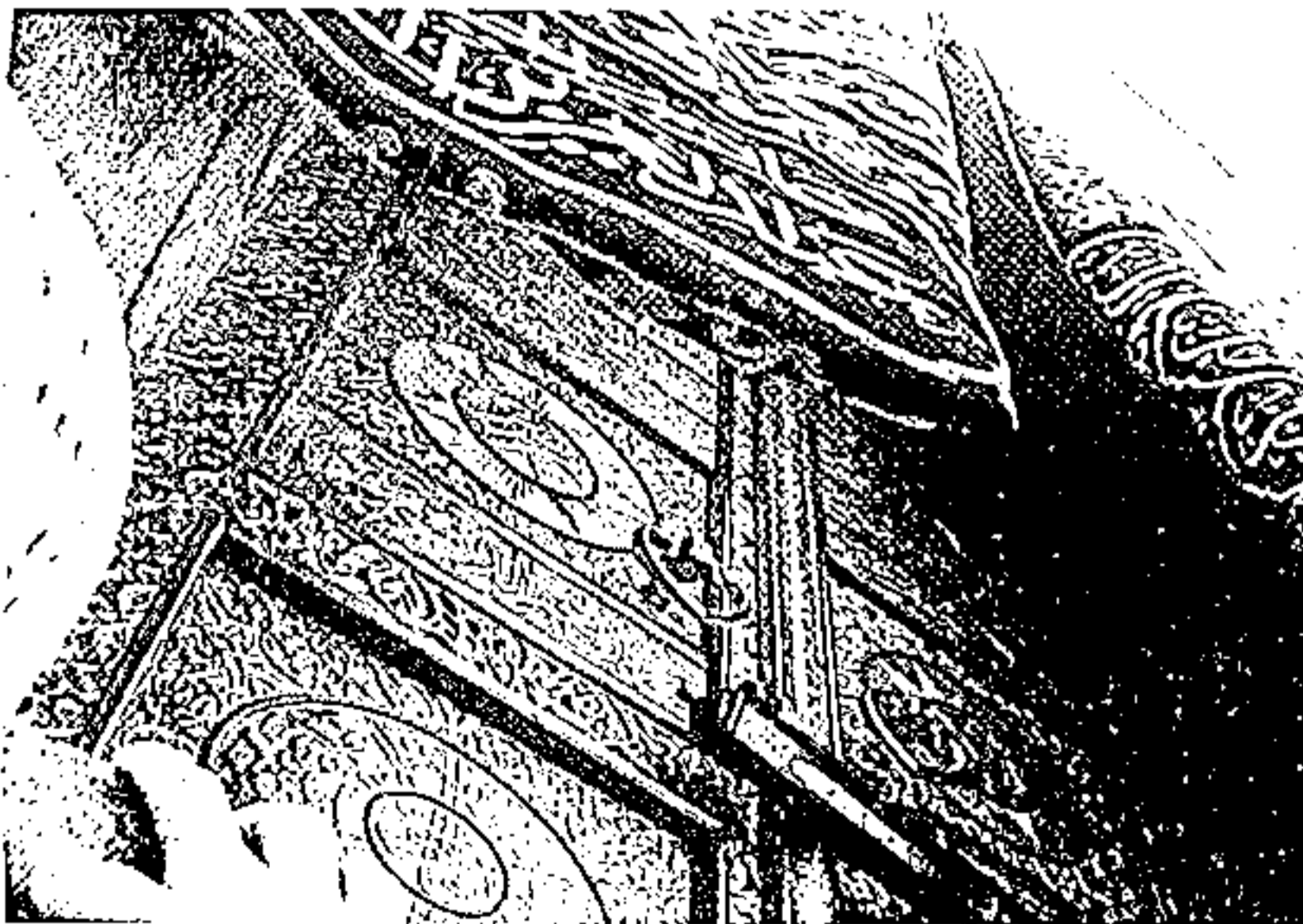


غلاف کی تبدیلی کے سلسلے میں ہونے والی تقریب کی ابتداء میں حرمین شریفین سے متعلق امور کے شعبے کے سربراہ شیخ صالح بن عبدالرحمن ایک معاہدے پر دستخط کرتے ہیں۔ اس کے بعد باقاعدہ تقاریب کا آغاز ہو جاتا ہے جس میں غلاف کی تبدیلی کے علاوہ مختلف بڑے بڑے علماء تقاریب و بیانات میں خانہ کعبہ کی عظمت، تاریخ اور مسلمانوں کے لئے اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔

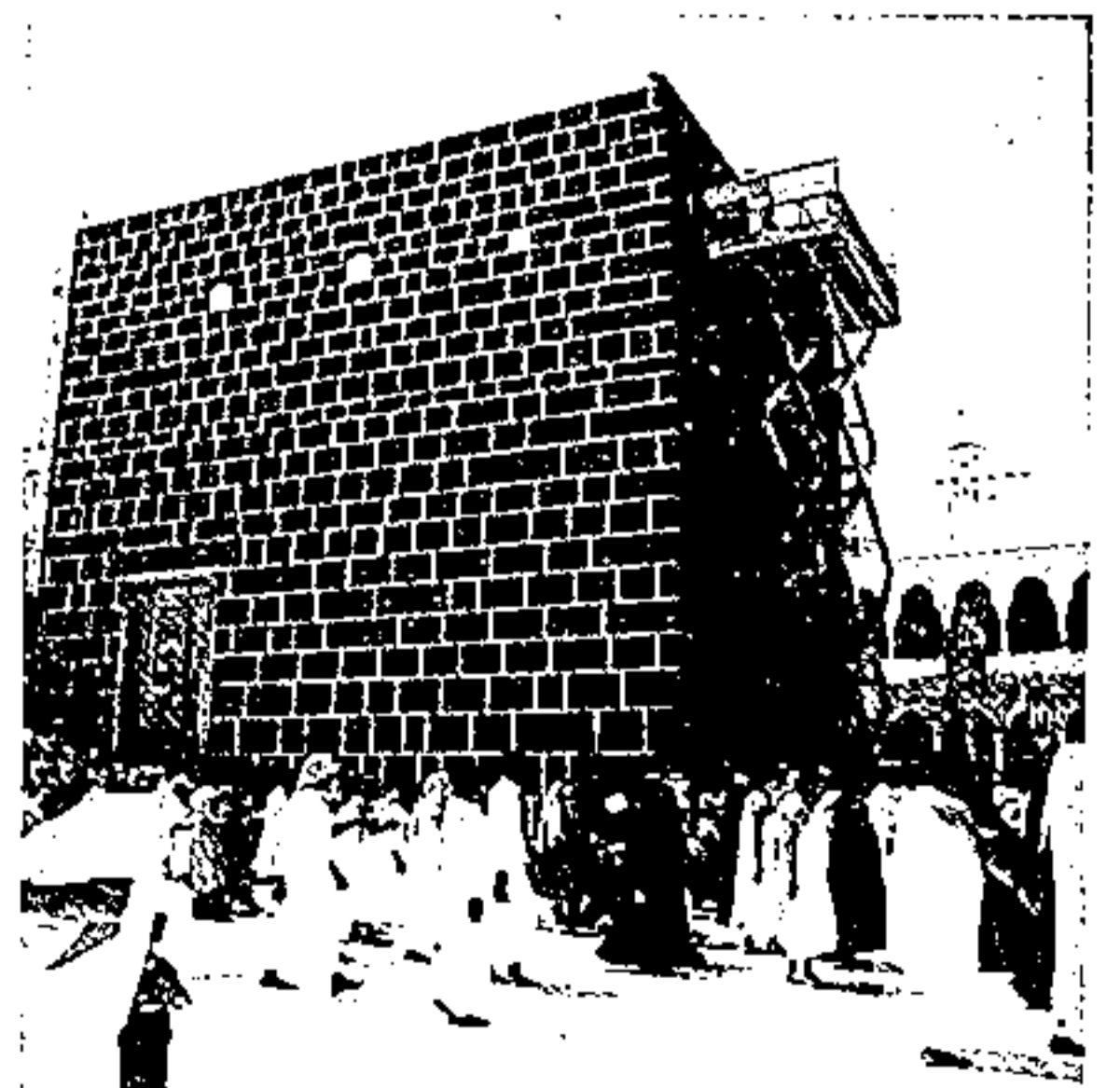




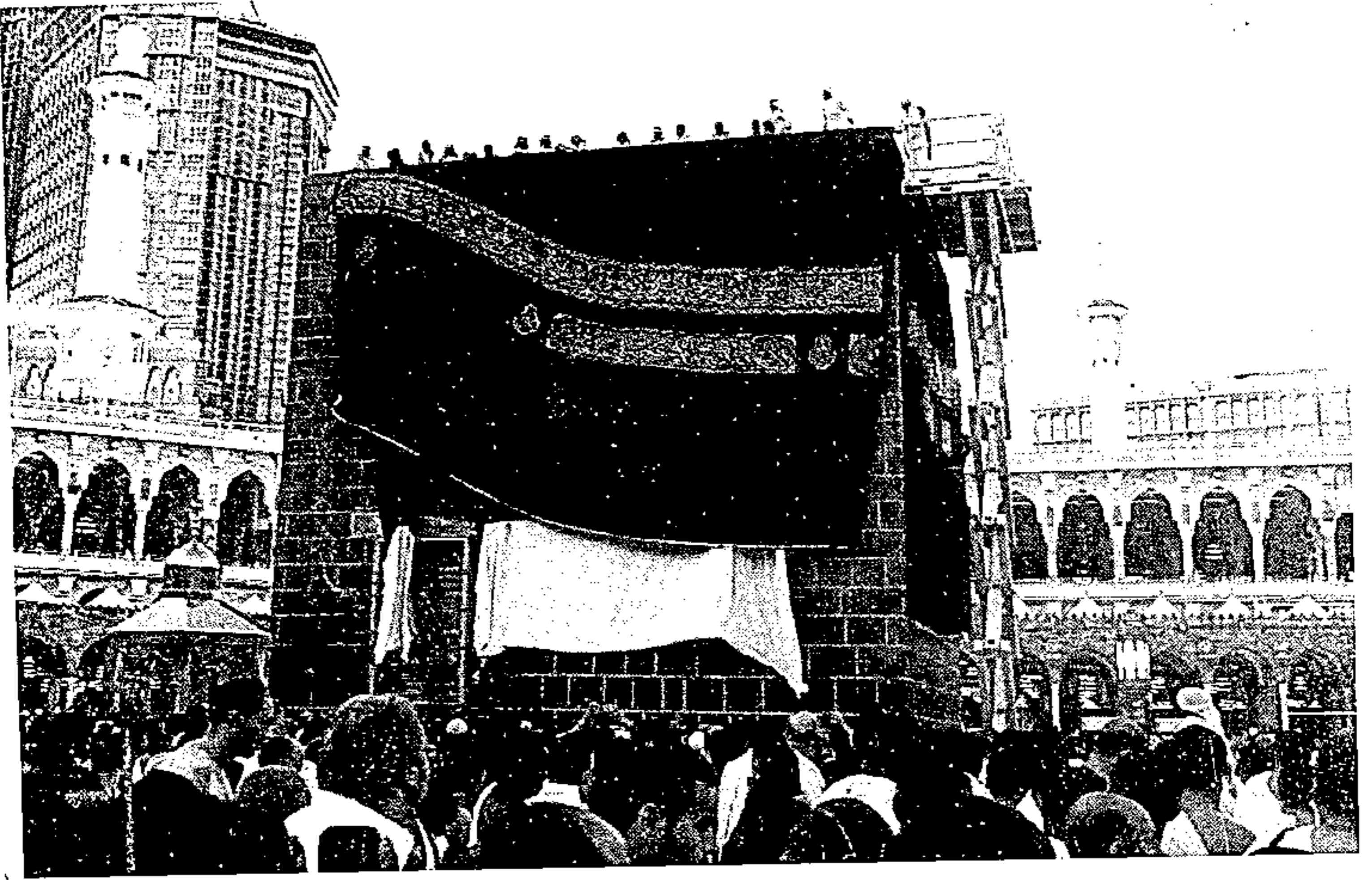
حج کے ایام میں غلاف مبارک کو عام حالات کے برعکس زمین سے کم از کم نو فٹ بلند رکھا جاتا ہے تاکہ دسویں ذی الحج کے بعد کعبہ کی طرف بے پناہ ہجوم کی صورت میں آنے والے حجاج کرام عقیدت میں غلاف کو خراب نہ کر سکیں۔ حجاج کرام اور زائرین کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ غلاف سے لپٹ کر یا کعبۃ اللہ کے دروازے سے چمٹ کر اپنے رب سے راز و نیاز کریں لیکن اس صورت میں غلاف کے خراب ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس لئے غلاف زمین سے بلند رکھا جاتا ہے۔



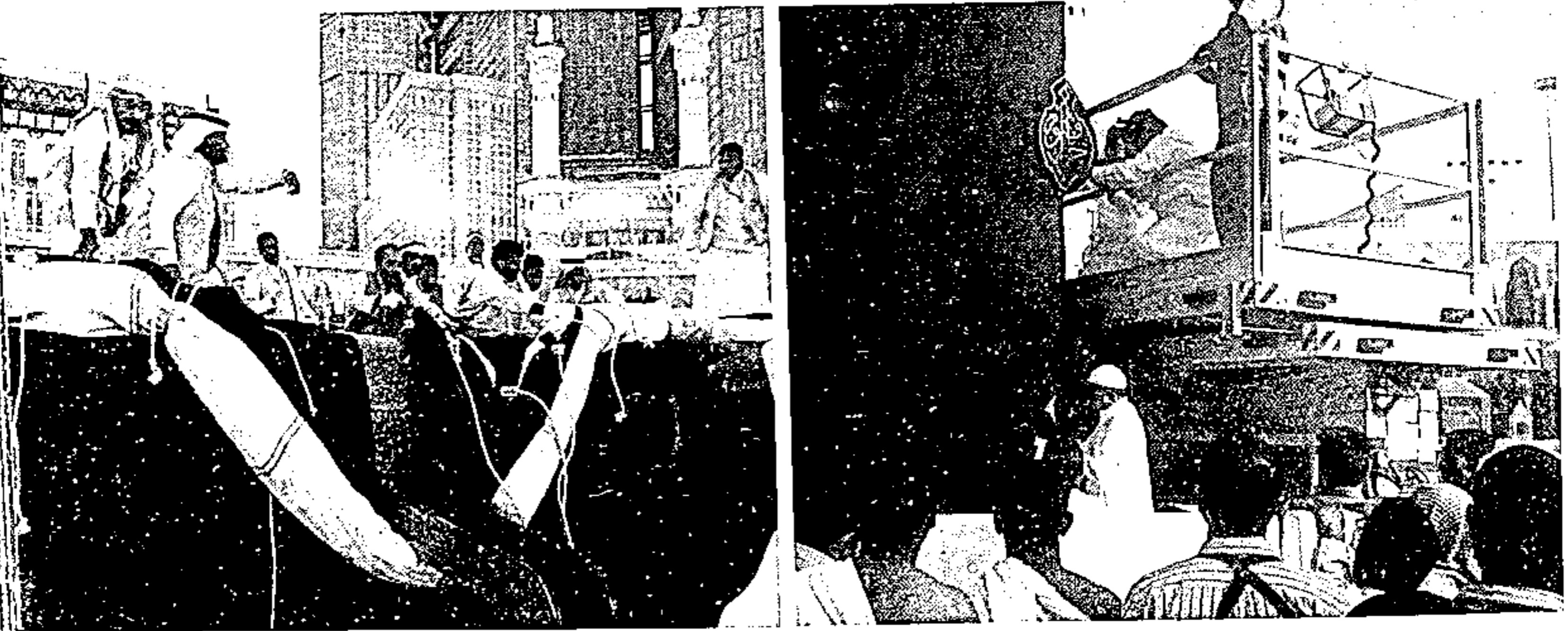
خانہ کعبہ کا دروازہ



خانہ کعبہ غلاف کے بغیر
















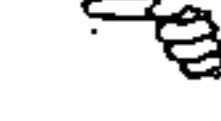


خانہ کعبہ کا غلاف تبدیل کرنے کی تقریبات یکم ذی الحجہ سے شروع ہوتی ہیں، ہر سال نیا پہنایا جانے والا غلاف یکم ذی الحجہ خانہ خدا کے قدیم ترین متولی خاندان کے موجودہ فرزند ارجمند کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ 9 ذوالحجہ کو غلاف کعبہ تبدیل کیا جاتا ہے۔ یہ عمل برسہا برس سے جاری ہے۔

















خانہ کعبہ کو سال میں دو مرتبہ اندرونی جانب سے دھویا جاتا ہے۔ پہلی مرتبہ رمضان کی آمد کے سلسلے میں شوال کے مہینے میں کعبۃ اللہ کی صفائی کی جاتی ہے، جب کہ دوسری مرتبہ ذی الحجہ کے ماہ میں کعبۃ اللہ کی صفائی کے ساتھ ساتھ اس پر غلاف مبارک بھی چڑھایا جاتا ہے۔

## فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
21	سبب تالیف	
25	غلاف کعبہ، زمانہ جاہلیت کے غلاف	باب 1
25	غلاف کعبہ کی ایجاد	
27	غلاف پہنانے کی وجہ	
27	زمانہ جاہلیت میں کعبہ کا غلاف	
29	کعبے کو سب سے پہلے غلاف کس نے پہنایا؟	
31	زمانہ جاہلیت میں نذر کے غلاف	
31	زمانہ جاہلیت میں غلاف ڈالنے کی تاریخ	
32	زمانہ جاہلیت کے کہنہ غلاف	
32	زمانہ قریش میں غلاف کی آتشزدگی	
33	آغاز اسلام میں غلاف کعبہ	باب 2
33	اسلام نے غلاف کعبہ کو کیوں جائز رکھا؟	
34	غلاف کعبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں	

35	خلفائے راشدین کے زمانہ میں غلاف	
36	قربانی کی جھولیں بطور غلاف کعبہ	
37	خلافت بنی امیہ میں غلاف کعبہ	باب 3
38	عبداللہ ابن زبیر کا غلاف کعبہ	
39	خلافت عباسیہ میں غلاف کعبہ	باب 4
39	خلیفہ مہدی کا غلاف	
40	ہارون الرشید کا غلاف کعبہ	
41	مامون الرشید کا غلاف کعبہ	
41	خلیفہ جعفر متوکل علی اللہ کا غلاف	
42	خلیفہ مقتضی لامر اللہ کے غلاف کعبہ	
42	ناصر الدین اللہ کا غلاف کعبہ	
43	عہد عباسی میں بعض سلاطین و امراء کے غلاف	
44	فضل بن سہل اور طاہر بن حسین کا غلاف کعبہ	
44	ابوالسرایا کا غلاف کعبہ	
46	علی بن محمد <sup>لصلحی</sup> کا غلاف	
46	محمود سبکتگین غزنوی کا غلاف کعبہ	
46	ابولنصر استرابادی کا غلاف	
46	ابوالقاسم رامشت کا غلاف کعبہ	














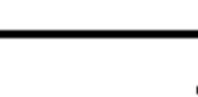
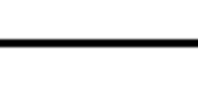


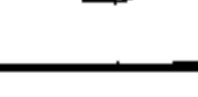
47	منصور بن ربیع کا غلاف کعبہ	👉
47	ملک المجاہد کا غلاف کعبہ	👉
47	سلطان شاہرخ مرزا کا غلاف کعبہ	👉
47	بعض دیگر امراء و سلاطین کے غلاف	👉
47	غلاف کعبہ کی لوٹ مار	👉
49	قرامطہ اور غلاف کعبہ	باب 5
52	مصر کے اسماعیلی خلفاء کا غلاف کعبہ	باب 6
56	مصری سلاطین ایوبیہ کا غلاف کعبہ	باب 7
57	پانچویں چھٹی صدی میں غلاف کعبہ کا سفر	👉
59	مملوک سلاطین مصر کا غلاف کعبہ	باب 8
63	غلاف کعبہ سلاطین عثمانی کے زمانہ میں	باب 9
64	غلاف کعبہ کے اجزاء اور کتبے	👉
65	اصل غلاف	👉
66	حزام	👉
67	غلاف کعبہ پر کیا لکھا ہوتا ہے؟	👉
67	پہلی پٹی	👉
68	دوسری پٹی	👉
68	سمت مغربی پہلی پٹی	👉






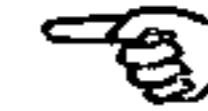



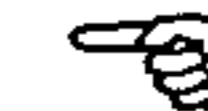
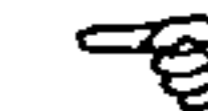
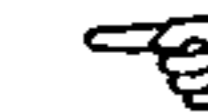
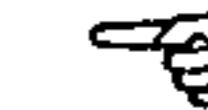
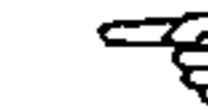
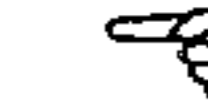
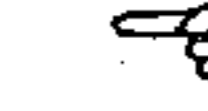
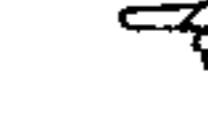
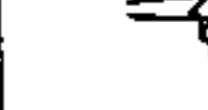
68	سمت مغرب دوسری پٹی	
69	سمت شمالی پہلی پٹی:	
69	سمت شمالی دوسری پٹی	
69	سمت جنوبی پہلی پٹی	
69	سمت جنوبی دوسری پٹی	
70	رنوکات یعنی دائرے	
70	برقع کعبہ	
74	مصر میں غلاف کعبہ کے جلوس کی روانگی	
78	تیرہویں صدی ہجری میں غلاف کعبہ کا جلوس	
78	تیرہویں صدی کے بعد غلاف کعبہ کا جلوس	
81	غلاف کعبہ کا سفر قاہرہ سے مکے تک	
85	غلاف کعبہ کا ورود مکہ میں!	
86	غلاف کعبہ کے مصارف	
90	وہابیوں کی پہلی فتوحات حجاز اور ان کا غلاف	باب 10
93	ترکوں کا حجاز پر دوبارہ قبضہ اور مصر سے غلاف کی دوبارہ آمد	باب 11
94	بارہویں فصل شریف مکہ کا غلاف کعبہ	باب 12
96	سلاطین مصر کا غلاف کعبہ	باب 13
97	مصر و حجاز کا تنازعہ غلاف کعبہ کی واپسی	






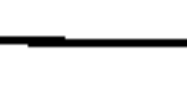
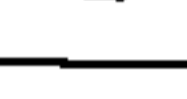









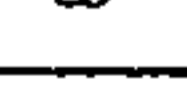

99	حجاز پر اہل نجد کا قبضہ	باب 14
101	سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن ابن سعود کا پہلا غلاف کعبہ	👉
103	سلطان ابن سعود کے حکم سے مصری غلاف کے نمونے کی مکہ میں تیاری	👉
107	پرانا غلاف اور اس کی حالت	باب 15
108	غلاف کعبہ اور حرم کے کیوتر	👉
109	کعبے سے پرانے غلاف کی علیحدگی	👉
110	غسل کعبہ	👉
110	احرام کعبہ	👉
111	غلاف کعبہ کی تقسیم و فروخت	👉
113	مصنوعی غلاف کعبہ	👉
114	غلاف کعبہ کی تقسیم و فروخت کی نسبت علماء کی رائے	👉
115	غلاف کعبہ بطور تبرک	👉
116	غلاف کعبہ کا اہم حصہ، جزام	👉
119	کعبے پر نیا غلاف چڑھانا	باب 16
120	نئے غلاف کی حفاظت:	👉
121	نئے غلاف کے بعد کعبے کی خوشنمائی	👉
122	کعبے کی خوشنمائی کی نسبت ایک فرنگی کا خیال	👉
125	کعبے کا اندرونی غلاف	باب 17

127	محمل کی ایجاد	باب 18
130	غلاف کعبہ سے محمل مصری کا تعلق	باب 19
131	محمل مصری کی وضع قطع	👉
134	محمل مصری کے ملازمین و مصارف	باب 20
134	امیر الحاج	👉
134	امین الصرہ	👉
135	سپہ سالار فوج محمل	👉
135	محمل کے عام ملازمین	👉
136	محمل کی تخفیف شدہ خدمات	👉
136	محمل مصری کے مصارف	👉
140	محمل کے اونٹ کا فدیہ	👉
142	رروانگی محمل کا جلوس قاہرہ میں!	باب 21
142	جلوس محمل کی ایجاد	👉
143	محمل کے ایک قدیم جلوس کا منظر	👉
145	1249 ہجری کے بعد کا جلوس محمل	👉
146	1315 ہجری میں جلوس محمل کا نظارہ	👉
148	محمل کا سفر قاہرہ سے سویز تک	باب 22
149	جدے میں محمل کا ورود	👉



149	محمل مصری مکے میں	
151	منیٰ اور عرفات میں محمل	
152	مکے میں محمل کی روانگی کا جلسہ	
152	مکے سے مدینے	
153	محمل کی طریق سلطانی کی منزلیں	
153	وادی فاطمہ	
153	عسفان	
153	خلیص	
154	رائغ	
154	بیرایشخ	
155	بیرحصانی	
155	الحمر	
155	جدیدہ	
155	بیرعباس	
156	بیردرویش	
156	آبار علی	
156	مدینہ منورہ	
156	محمل کی طریق فرعی کی منزلیں	

157	راغب سے وادی حرشان	
157	بیر رضوان	
157	ابوضباع یا امضباع	
157	الریاض۔ یا وادی ریاں	
157	عذیر	
157	بیر الماشی	
157	ابار علی	
157	مدینہ منورہ	
157	محمل کی طریق شرقی کی مزلیں	
158	مکے سے بیر البرود	
158	وادی لیموں	
158	خریبہ	
158	الحفائر	
158	برکتہ سمرہ	
158	برکتہ المساح	
158	الحسبیط	
158	سفینہ	
159	السوریجیہ	

159	الحجرية	
159	غرابہ	
159	عذیر	
159	سیدنا حمزہ	
159	مدینہ منورہ	
161	مدینہ منورہ میں محمل مصری	
162	مدینے سے محمل کی واپسی	
162	مدینے سے قاہرہ تک محمل کی منزلیں	
163	بیر عثمان	
163	انطینتی	
163	الملاج	
163	قصر عبکہ	
163	آبار الحلو	
163	الحفاز	
163	الفقیر	
164	العقلہ	
164	الناضوع یا المطر	
164	الحفرتلہ	

164	الوجہ	👉
164	طور	👉
164	سویز	👉
165	قاہرہ	👉
166	محمل کی واپسی پر قاہرہ میں جلوس	باب 23
169	محمل کی تعظیم	باب 24
172	محمل کے حادثات	باب 25
172	محمل مصری کی غرقابی	👉
172	محمل مصری کا نذر آتش ہونا	👉
173	اہل نجد اور ہمایان محمل مصری کا تصادم	👉
174	مختلف ممالک کے محمل	باب 26
174	عراقی محمل	👉
174	محمل یمنی	👉
175	نجدی محمل	👉
176	حلب کا محمل	👉
176	سوڈان کا محمل	👉
177	محمل شامی	👉
179	فہرست ماخذ تاریخِ خلافتِ کعبہ	👉

## دیباچہ

جب یہ تالیف شائع ہوئی تو اہل علم نے اس پر اظہار پسندیدگی فرما کر میری بے پناہ ہمت افزائی فرمائی۔ سعودی عرب میں بھی اس کی خاصی شہرت ہو گئی۔ یہاں تک کہ جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن آل فیصل ابن سعود کے حکم سے اس کے اقتباس اُس تقریب میں پڑھے گئے جو مکہ معظمہ میں غلاف کعبہ تیار ہونے کی تقریب میں 1356ھ میں مکہ منعقد ہوئی تھی۔

اگرچہ یہ کتاب پہلے بھی بہ حیثیت مجموعی مکمل تھی مگر بعد میں غلاف کعبہ کی نسبت کچھ نئی معلومات مجھے حاصل ہوئیں اور تاریخ غلاف کعبہ میں جو کچھ انقلابات ہوئے ان کے لحاظ سے ضرورت اس بات کی تھی کہ اس نظر ثانی کر کے اس کو کامل تر بنا دیا جائے۔ الحمد للہ، خدا نے میرا یہ ارادہ بھی پورا کر دیا۔ اس میں غلاف کعبہ کی ضروری تصاویر بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ اس طرح مشتاقان جمال کعبہ کے لئے آنکھوں میں لوز اور دل میں سرور پیدا کرنے کا سامان ہو گیا۔

یہ کتاب اپنی نوعیت میں اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ اس کے ملاحظہ کے بعد غلاف کعبہ کے متعلق کسی کتاب کے دیکھنے کی حاجت باقی نہیں رہے گی۔ ویسے تو بہت سے باتیں ہیں جو اس منفرد اور دلچسپ کتاب کی بابت کہی جاسکتی ہیں لیکن اس کتاب کی صحت کی نسبت صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ اس میں وہی لکھا ہے جو کچھ میں نے:

(الف) معتبر کتابوں میں پڑھا۔

(ب) معتبر لوگوں سے سنا۔

(ج) چشمِ عبرت سے دیکھا۔

میرا یہ اعتقاد ہے کہ مجھے اپنی اس تصنیف کی نسبت خدا کو جواب دینا ہے۔

علی شہیر

سعودی عرب

## سبب تالیف

مکہ میں وہ محل مصری کا منظر و نظریہ  
وہ غلاف پاک کعبہ پر ہجوم عاشقان

ہر مسلمان کا دل طائرِ قبلہ نما کی طرح مکہ معظمہ و کعبہ کی جانب فطری طور پر مائل ہے۔ وہاں کے شجرہ جو میں ایک ایسی مقناطیسی قوت موجود ہے جو ہمیشہ ہمارے قلوب کو جذب کرتی رہتی ہے۔ مسلمانوں کو ہوش سنبھالتے ہی جب وہ نماز سیکھ لیتے ہیں یا اس سے بھی قبل جب وہ اپنے بڑوں کو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے دیکھتے ہیں، کعبہ کے نام سے واقفیت اور کعبہ سے ایک خاص محبت ہو جاتی ہے۔ اس گنہگار کے یہ اشعار جو کسی وقت غلبہ شوق میں زبان سے نکلے ہیں، مسلمان اُن کو وبالِ غم آمیز ہرگز نہیں کر سکتے۔

سبزہ غلطاں مرے پاؤں میں اب چھنے لگا  
آ رہے ہیں یاد صحرائے عرب یگ رواں  
نکبت باد بہاری سے مرا دل پھر گیا  
ہے کدھر بادِ سموم اور عالم فصل خزاں  
دامن دل کھینچتے ہیں دشتِ بطحا کے بول  
پنچہ فار مغیلاں میں پھنسا ہے دستِ جاں ❶

❶ یہ مصنف کے قصیدہ اشتیاقِ حرمین کے اشعار ہیں جس کا مطلع یہ ہے۔

آئے ہیں یثرب سے واپس حاجیوں کے کاروان  
رشک میرے دل میں کیا کیا لے رہا ہے چٹکیاں

حقیقت یہ ہے کہ مکہ ہمارا اصلی مرجع اور کعبہ ہمارا حقیقی مرکز ہے۔ وہاں کی بنجر زمین خشک پہاڑ اور بے آب و گیاہ گھاٹیوں میں ہمیں وہ دلکش منظر دکھائی دیتے ہیں جو دنیا کے خوشنما ترین ملک زرخیز ترین خطے اور شاداب ترین مقام میں بھی نظر نہیں آتے۔ مکے کے درود یوار بلکہ وہاں کا ایک ایک پتھر ہماری مذہبی وقوی تاریخوں کے ایسے اوراق ہمارے سامنے پیش کرتا ہے جن کے مطالعہ سے تصورات کا ایک دلکش موقع اور تخیلات کا ایک گلزار پر بہار پیش نظر ہو جاتا ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جن کی ایک مٹھی بھر خاک نے انگریزی کے مشہور شاعر لوئگ فیلو<sup>①</sup> کی قوتِ تخیلہ میں ایک لہر پیدا کر دی تھی اور شیشہ ساعت یعنی ریت گھڑی کو دیکھ کر وہ کہنے لگا تھا۔

”کیا عجب ہے کہ فرزند ان یعقوب جب وہ کنعان سے یوسف کو بچنے کے لئے مصر لے جا رہے تھے اس خاک پر سے گزرے ہوں۔ ممکن ہے اس پر سے فرعون کی سنہری گاڑیاں موسیٰ کا تعاقب کرتے وقت دوڑی ہوں۔“

جب ایک عیسائی اس ارض مقدس کی خاک سے اس قدر متاثر ہو گیا تو ہم مسلمانوں کے دلوں میں کے ذرہ ذرہ سے خیالات کا کیا کیا تموج و تلاطم نہ ہوتا ہوگا؟ اور حضرت ابراہیم، اسماعیل کے مبارک عہد اور جناب سرور کائنات کے زمانہ خیر القرون سے لیکر اب تک کیا کیا واقعات اور کیا کیا داستانیں ہم پر آئینہ ہو جاتی ہوگی؟ اللہ اکبر۔

یہ دلکش مقام اور ایسی دلفریب زمین کے چپے چپے کے حالات اگر تحریر کئے جاتے اور خانہ کعبہ کی ایک ایک اینٹ کے سوانح و واقعات پر اگر کتابیں لکھی جاتی تو غالباً مسلمانوں کے اشتیاقِ امتناہی کی تسکین ہو جاتی مگر حیرت ہے کہ سوائے ایک خلاصہ تواریخ مکہ<sup>②</sup> اور کوئی تاریخ مکہ

① ہنری لوئگ فیلو ۱۸۰۷ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا۔ اس کی نظم ”سڈان این اور گلاس“ یعنی ”ریگ شیشہ ساعت“ کے بعض اشعار کا خلاصہ اس مقام پر لکھا گیا ہے۔ ② یہ کتاب ۱۲۶۸ء میں حسب فرمان سراج الدین محمد بہادر شاہ ظفر بادشاہِ دہلی لکھی گئی تھی۔ اس کی عبارت نقلی ترجمہ کے طور پر ہے اور تاریخِ قطب الدین وغیرہ کا نامکمل خلاصہ نہایت ہی اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کا حجم ساٹھ صفحے ہے۔ اس کے مولف مولوی فخر الدین حسین دہلوی ہیں۔

۱۵۱۶۹۵



معظمہ کی اردو میں نہیں لکھی گئی۔ فارسی میں بھی کوئی مستقل تاریخ خاص مکہ معظمہ کی نہیں ہے۔ البتہ عربی میں اس قسم کی کئی تاریخیں لگی گئی ہیں جنہیں ازرتی ❶ کی تاریخ اخبار مکہ اور قطب الدین کی ❷ کی تاریخ الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام نہایت مشہور ہیں مگر یہ دونوں کتابیں بھی تقریباً نایاب ہیں۔ اگر یورپ والے ان کو طبع نہ کراتے تو شاید یہ بھی نہ ہوتیں۔ کیا غضب ہے جس ملک میں اٹھارہ، انیس کروڑ مسلمان رہتے ہوں وہاں ان کے مقدس ترین شہر کی تاریخی حالات کے متعلق ایک کتاب بھی نہیں ملتی۔

اس درویش کو زمانہ طفولیت سے مکہ معظمہ و بیت اللہ کے حالات معلوم کرنے کا ایک خاص شوق رہا ہے اور ایک نامعلوم کشش اس کے دل کو ہمیشہ کعبہ کی طرف کھینچتی رہتی ہے۔

میں نے اسی شوق تحقیقات کے دوران میں غلاف کعبہ کے متعلق تفصیلی حالات و واقعات گزشتہ و حالیہ معلوم کرنے چاہے مگر عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کی کوئی کتاب ایسی نظر سے نہیں گزری جس سے کچھ معلومات ملتیں۔ البتہ مختلف ذرائع و تواریخ و سفرنامہ جات اور دیگر علوم و فنون کی تقریباً ایک سو کتابوں کی الٹ پلٹ کے بعد غلاف کعبہ کے متعلق مجھے اس قدر حالات معلوم ہو گئے کہ ان کو اگر ایک جگہ کر دیا جائے تو مشتاقانِ حریم کعبہ کے لئے باعث تفریح ہو سکتے ہیں چنانچہ اسی خیال سے ان کو مرتب کر دیا گیا۔ بہ ظاہر یہ چھوٹی سی تالیف ایک معمولی مضمون کی حیثیت رکھتی ہے مگر اسی تیاری میں مجھے محنت شاقہ اٹھانی پڑی۔ بعض اوقات پانچ سو صفحات کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد کچھ بھی حاصل نہیں ہوایا کوئی ایک آدھ بات ہاتھ آئی جو کوہ کندن کاہ پر آوروں کے مصداق تھی۔ سب سے زیادہ مایوسی مجھے اُن نامور سیاحوں ❸ کے سفر نامے دیکھ کر ہوئی جنہوں نے مصر کا سفر کیا مگر غلاف کعبہ کی تیاری اور روانگی اور جلوس کسوتہ کعبہ و جلوس محفل مصری کے

❶ ابی الولید محمد بن عبدالکریم ازرتی کی کتاب اخبار مکہ سب سے پہلی تاریخ مکہ ہے اس میں ۲۴۴ء تک کے حالات درج ہیں۔ ❷ قطب الدین کی تاریخ مکہ الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام نہایت مستند کتاب ہے اس میں ۹۹۰ء تک کے حالات درج ہیں۔ ❸ سفرنامہ مولوی شبلی نعمانی، سفرنامہ خواجہ غلام الشظین مرحوم سفرنامہ حافظ عبدالرحمن امرتسری، سفرنامہ مولوی حاجی عبدالرحیم بنگلوری، سفرنامہ مولوی خواجہ حسن نظامی وغیرہ۔

متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا حالانکہ یہ دونوں جلوس مصر کے بڑے میلے اور دینی و دنیوی تقاریب میں تھے۔ امید تھی کہ ان کتابوں سے مجھے سفید معلومات ملتیں مگر:

تشنہ بودم زوم تیغ تو آہم دادند

وز جواب لب لعل تو جو اہم دارند

میں نے اس تالیف میں حتی الامکان ہر ایک واقعہ نہایت تحقیق سے لکھا ہے پھر بھی اگر کوئی سہویا غلطی ہو تو نا قارئین براہ مہربانی مجھے اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کر دی جائے۔ صاحبان علم اور حاجیاں بیت اللہ سے میری استدعا ہے کہ غلاف کعبہ کی نسبت اگر ان کو کوئی ایسے حالات معلوم ہوں جو اس مضمون میں درج کرنے سے رہ گئے ہیں تو ازراہ الطاف بزرگانہ ان سے آگاہی بخشیں تاکہ آئندہ تحریر کر دیئے جائیں۔

علی شہیر

## باب 1

## غلاف کعبہ

## زمانہ جاہلیت کے غلاف

## غلاف کعبہ کی ایجاد:

عبادت و معاشرت کے متعلق بہت سی رسمیں مختلف ملکوں کے مختلف مذاہب میں اس قدر ملتی جلتی ہیں کہ اُن کے موجد کا پتہ لگانا سخت دشوار ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت آدم کا مختصر کعبہ کسی ایک ہی مقام پر بستا تھا اس وقت جو رسمیں رائج ہو گئیں وہ اس کے منتشر متفرق ہو جانے کے بعد بھی اولاد آدم کے ساتھ ساتھ ہزاروں کوس کے فاصلہ پر پہنچ گئیں مثلاً جانوروں کی قربانی کی رسم دنیا کے تمام سچے اور جھوٹے مذاہب اور مہذب و غیر مہذب اقوام میں پائی جاتی ہے۔ قبروں پر غلاف ڈالنے کا دستور بھی اسی قبیل سے معلوم ہوتا ہے۔ مصر کے بت پرست اہرام مصر کو جو شاہان مصر کی قبریں ہیں<sup>①</sup>، سر سے پاؤں تک چمکتی جھلکتی نسبتی اطلس اڑایا کرتے تھے۔ یہودیوں کی قبروں پر غلاف ڈالنے کا دستور بھی سالہائے دراز سے چلا آ رہا ہے مولانا روم کے اس

① یہ مصر کے قدیم مینار ہیں جن کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ پانچ ہزار سال قبل تعمیر ہوئے تھے ان کا شمار دنیا کے عجائبات میں ہے۔ یہ مصر کے قدیم بادشاہوں کے مقبرے ہیں جن کی لاشیں سالانہ کران میں محفوظ کی گئی تھیں۔ بہت سے اہرام کھود کر ان کی لاشیں لندن و پیرس و قسطنطنیہ کے عجائب خانوں میں پہنچادی گئیں ہیں، اس صرف سات اہرام رہ گئے ہیں۔ یہ مثلث مخروطی شکل میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ سب سے بڑے اہرام کا ہر ضلع جڑ کے قریب ۷۴۶ فٹ ہے۔ جو بتدریج اوپر کی جانب گھٹتا چلا گیا ہے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے:

از برون چوں گور کافر پر حل

وز درون قہر خدائے عزوجل

کعبہ زمانہ قدیم میں مختلف اہل مذاہب کی عبادت گاہوں کا مرکز رہا ہے۔ یہودی، بت پرست، صابی<sup>①</sup>، پارسی اور موحد سب آستانہ کعبہ پر جنین عقیدت رگڑتے تھے۔ متین مانتے تھے اور نذریں چڑھاتے تھے۔ اس لئے اس بات کا پتہ لگانا دشوار ہے کہ غلاف کعبہ کی ایجاد کا سہرا کس کے سر ہے۔ تاریخ جامع اللطیف میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت اسماعیل نے کعبے پر غلاف ڈالا تھا۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو غلاف کعبہ کا موجود محض ایک موحد ہی نہیں بلکہ ایک پیغمبر ہے مگر اس کے ساتھ یہ امر تشنہ رہتا ہے کہ آیا اس سے قبل بھی عبادت گاہوں پر غلاف ڈالے جاتے تھے یا نہیں۔ کعبے پر سب سے پہلے غلاف ڈالنے والا عام طور پر یمن کا بادشاہ تبع اسعد حمیری<sup>②</sup> تسلیم کیا جاتا

(پچھلے صفحہ کا باقی حصہ) اس کی بلندی ۴۵۱ فٹ ہے اس کی ۲۰۶ منزلیں ہیں۔ لوگ اس کے اوپر تک پہنچ سکتے ہیں۔ ان میناروں میں ہزار ہزار من کے پتھر ایسی صفائی سے جوڑے گئے ہیں کہ ان کے جوڑ میں سوئی تک نہیں داخل ہو سکتی۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں مصریوں کو فن تعمیر جو مہارت حاصل تھی۔ ان میناروں پر کچھ کتبے بھی ہیں اور بعض کے نیچے تہہ خانے ہیں جو مشعل کی مدد سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ اہرام قاہرہ سے کوئی دس میل کے فاصلہ پر واقع ہیں اور بذریعہ ٹرین ان کو دیکھنے کے لئے سیکڑوں سیاح روزانہ آتے جاتے ہیں۔

① بعض لوگ ان کو خدا پرست کہتے ہیں۔ بعض ستارہ پرست۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تعظیم کے خیال سے بعض ان کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی امت کہتے ہیں۔ مگر ان کے عمل سے زیادہ تر ان کا ستارہ پرست ہونا ثابت ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں بھی ان کا ذکر آیا ہے جس سے اس کا پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس زمانہ میں یہ لوگ عراق میں پائے جاتے ہیں۔ بہت سے صابی بغداد میں سکونت رکھتے ہیں اور زرگری کا پیشہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے عقائد کو بے حد چھپاتے ہیں۔ ان کی عبادت کے خاص دن مقرر ہیں اور دریائے دجلہ کے کنارے عارضی عبادت گاہیں بنا کر پرستش کرتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی ان کا مذہب عیسائیت، ستارہ پرستی اور توحید کا مجموعہ ہے۔ ② تبع شاہان یمن کا لقب تھا۔ حمیر من سے متصل ایک علاقے کا نام ہے جو بادشاہ یمن و حمیر پر حکمراں کرتا تھا اس کو تبع کہتے تھے۔ تبع کے لغوی معنی بیروی کرنے والوں کے ہیں اور یہ اس کی جمع تالیف کی ہے۔

ہے۔ یہ یہودی مذہب رکھتا تھا۔ بعض روایات سے اس کا موحد ہونا بھی ثابت ہے۔ بعض نے اس کو ستارہ پرست یعنی صابی خیال کیا ہے۔ اس کا مذہب کچھ بھی ہو مگر یہ سوال باقی رہتا ہے کہ آیا یہ پہلا غلاف تھا جو خدا کے گھر پر ڈالا گیا یا اس سے پیشتر بھی عبادت خانوں اور بت خانوں پر غلاف ڈالے جایا کرتے تھے۔

### غلاف پہنانے کی وجہ:

کعبے پر غلاف ڈالنے کی وجہ یہ ظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کوئی نفیس چیز یا کوئی تبرک انسان کے ہاتھ لگ جاتا ہے تو وہ اسے سات پردوں میں اس طرح چھپا کر رکھتا ہے کہ ہوا نہ لگے۔ یہی وجہ ہے کہ تبرکات اور خوشنما چیزوں کو گرد و غبار سے محفوظ کہنے کے لئے طرح طرح کے صندوقچوں، غلافوں اور کیسوں میں رکھا جاتا ہے۔ بیت اللہ کو بھی جو ایک زبردست واجب التعظیم عبادت گاہ ہے غالباً خارجی اثرات ہوا، خاک، پانی، دھوپ وغیرہ سے بچانے کے لئے اور ظاہری زیب و زینت کے واسطے غلاف لباس یا کسوۃ پہناتے تھے۔ اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے بت پرست عرب کعبے کو بت یا ایسی جاندار شے تصور کرتے ہوں جس کو انسان کی طرح لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔

### زمانہ جاہلیت میں کعبہ کا غلاف:

مقریزی کہتا ہے کہ ابتدا میں کعبے کا لباس ٹاٹ اور چمڑے ① کا بنایا جاتا تھا۔ اسعد حمیری اور دوسرے شاہان یمن کے غلاف عموماً موٹے کپڑے کے ہوتے تھے۔ ان کو ٹاٹ تصور کیا جاسکتا ہے، چمڑے کا غلاف بھی ہوتا تھا۔ قطب الدین "تاریخ مکہ" میں لکھتے ہیں کہ قبل ظہور سرور عالم اطراف و جوانب کے امراء کعبے کو برویمانی اور نمط کے جو ایک نفیس کپڑا ہوتا تھا، غلاف اوڑھایا کرتے تھے اور مختلف قسم کے ہدیئے اور تحفے کعبے کے لئے بھیجا کرتے تھے جن میں غلاف کعبہ بھی

① ابتدائی زمانہ میں انسانوں کا لباس بھی چمڑے کا ہوا کرتا تھا۔ توریت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلا لباس انجیر کے پتوں کا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد چمڑے کا لباس عنایت ہوا۔

ہوتا تھا۔ ازرتی کہتا ہے کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں کعبے کو مختلف قسم کے کپڑوں کا لباس پہناتے تھے اور قربانی کے جانوروں پر کمبلوں، چادروں اور یمن کے کپڑوں کی جھولیس ڈالتے تھے جو کعبے پر چڑھا دی جاتی تھیں اور ان کے علاوہ اور بھی ریشمی اور ادنیٰ کپڑے ہدیئے کے طور پر بھیجتے تھے جب لباس کعبہ میں کوئی چیز پرانی ہو جاتی تھی یا پھٹ جاتی تو اس کی جگہ پیوند لگا دیتے تھے مگر ان پھٹی پرانی چیزوں میں سے کوئی چیز علیحدہ نہیں کرتے تھے۔ قریش مکہ سبز و زرد خز ① کا، شقاق ② کے چمڑے کو یمن کی دھاری دار چادروں کا بن کر جن کو جرات کہتے تھے ③ اور کمل کی قسم کے ایک کپڑے کا جسے مارق العراقیہ کہا کرتے تھے اور نماط کا ④ جو تو شکمین بنانے کے کام آتا تھا، غلاف اوڑھایا کرتے تھے۔ اس زمانہ کے کپڑوں کے جو نام بتائے گئے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ وہ عموماً موٹے ہوا کرتے تھے اور کعبے کے غلاف کے لئے موٹا کپڑا ہی موزوں ہو سکتا ہے۔ باریک کپڑا ہوا اور بارش کی وجہ سے ٹک نہیں سکتا۔

ابوالفرج اصفہانی اپنی کتاب ”اعانی“ میں لکھتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش چندہ کر کے سال میں ایک بار کعبے کو پوشش کرتے تھے اور یہ طریقہ قصی ⑤ کے زمانہ سے چلا آ رہا تھا یہاں تک کہ بحرین ابوریعہ جس نے تجارت سے بہت دولت پیدا کر لی تھی، ایک سال وہ اور ایک سال قریش غلاف پہنانے لگے۔ اسی وجہ سے قریش اس کو العدل کہنے لگے تھے یعنی غلاف پہنانے میں وہ اکیلا تمام قریش کی برابری کیا کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام اس کی صفات کی مناسبت سے عبداللہ رکھا تھا اور اس کی اولاد بنو العدل کہلانے لگی تھی۔ قریش اپنے غلاف میں عطر بھی لگایا کرتے تھے۔

① خز ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے۔ ② شقاق جمع ہے، شقہ ایک قسم کا باریک کپڑا ہوتا تھا۔ ③ جرات جمع ہے جری۔ ④ نماط جمع ہے مظ کی۔ ⑤ قصی بن کلاب مکے کا بادشاہ اور کعبے کا متولی تھا۔ قصی کے معنی وطن سے بچھڑے ہوئے کے ہیں۔ بچپن میں یہ گھر سے نکل گیا تھا اس وجہ سے اس کا یہ نام پڑ گیا۔ اپنے باپ کے مرنے کے بعد جب وہ مکہ واپس آیا تو اس کی قوم نے اس کو پہچان کر بڑی عزت کی۔ اس نے کلید بردار کعبہ سے خانہ کعبہ کی کنجی مشکیزہ شراب کے بدلے میں حاصل کی تھی اس طرح کعبے کا متولی ہو گیا اور مکے کا بادشاہ بن گیا۔ حضرت ابراہیم کی تعمیر کے بعد تیسری مرتبہ خانہ کعبہ کی تعمیر اسی نے کی تھی۔

## کعبے کو سب سے پہلے غلاف کس نے پہنایا؟

جار اللہ کی لکھتے ہیں کہ کعبہ تیار کرنے کے بعد حضرت اسماعیل نے غلاف ڈالا اور یہ سب سے پہلا غلاف تھا جو کعبے پر ڈالا گیا۔ (جامع اللطیف صفحہ 105) لیکن عام طور پر مورخین مکہ جس روایت پر متفق ہیں وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے کعبہ پر غلاف ڈالا اور اس کے دروازہ کے کواڑ اور قفل کنجی بنوائی وہ یمن کا بادشاہ تبع ابو کرب اسعد حمیری تھا۔ اس نے خواب دیکھا تھا کہ وہ کعبے کو غلاف پہناتا ہے۔ اس خواب کی تعبیر پر وہ غلاف لیکر مکے پہنچا مگر جب اہل مکہ اس کے استقبال کے لئے نہ گئے اور اس کی تعظیم نہ کی تو اس نے یہ سوچ کر کہ مکے والوں کا سارا غرور اس کعبے کی وجہ سے ہے، اسے گرا دینا چاہئے۔ چنانچہ اس نے کعبے کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس اثناء میں وہ ایسا سخت بیمار ہو گیا کہ طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے۔ آخر کسی پیر جہان دیدہ نے یا بقول زرقتی بعض اہل کتاب نے جو اس کے ساتھ تھے، اسے آگاہ کیا کہ اس بیماری کا اصلی سبب تیری وہ نیت ہے جو کعبے کو گرا دینے کے لئے تو نے کی ہے۔ اگر تو اس ارادے سے باز آ جائے تو تیری بیماری دور ہو جائے گی۔ جب اسعد نے اپنے خیال سے توبہ کی وہ ٹھیک ہو گیا اور کعبے کو پیش قیمت لباس پہنایا۔ یہ واقعہ ہجرت سے تھینا دو سو یا سوادو سو برس قبل کا ہے۔ از رقتی نے اس بارے میں اسعد حمیری کے حسب ذیل اشعار لکھے ہیں:

وکسونا البیت الذی حرم  
اللہ ملاء معصدا و بر ودا  
واقمنا من الشہر عشر  
وجعلنا لبا بہ اقلیدا  
ثم طغفنا البیت سبعا  
وسجدنا عند المقام سجودا  
وخرجنا منه نوم سہیلا  
ورفعنا لواءنا معقودا

مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ ہم نے اس مکان کو جسے اللہ تعالیٰ نے بزرگی دی ہے، چھینٹ کا لباس پہننا یا اور چادریں اڑھائیں۔ ہم یہاں دس روز مقیم رہے اور ہم نے اس کے دروازے کیلئے کنجی بنائی۔ پھر ہم نے بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس سجدہ کیا۔ ہم سہیل ستارے کو اپنا رہنما بنا کر یہاں سے روانہ ہوئے اور اپنے جھنڈے کو ہم نے لپٹا ہوا بلند کیا۔ مولوی عبدالسلام ندوی نے بھی اپنی کتاب تاریخ حریمین میں جو عباس علمی پاشا خدیو مصر کے سفر نامہ حجاز کا ترجمہ ہے، اشعار مذکورہ تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ لکھے ہیں۔ مثلاً دوسرے شعر کے دوسرے مصرعوں میں ”لبابہ“ کی بجائے انہوں نے ”لنابہ“ تحریر فرمایا ہے اور اس مصرعہ کا ترجمہ کیا ہے کہ ”ہم نے اپنے واسطے اس کے لئے“ کنجی بنائی۔ اس درویش کے خیال میں اس جگہ ”لبابہ“ زیادہ مناسب ہے جس کے اعتبار سے ترجمہ یہ ہوگا کہ ”ہم نے اس کے دروازے کے لئے“ ”کنجی بنائی۔“

تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسعد حمیری اور اس کے جانشین سال کے سال کعبے کو غلاف اوڑھاتے رہے اور اس مقصد کے لئے کبھی حنیف ① معافر ② ملا ③ وصال ④ عصب ⑤ مسوح ⑥ انطاع ⑦ پردو ⑧ وغیرہ کپڑے استعمال کرتے رہے۔

ازرتی نے اسعد حمیری کے ہمراہیوں کو اہل کتاب لکھا ہے اور بعض دوسرے مورخ کہتے ہیں کہ یمن کے بادشاہوں میں سے سب سے پہلے اسعد حمیری نے یہودی مذہب اختیار کیا تھا۔ اس لحاظ سے قیاس کیا جاتا ہے کہ اسعد بھی یہودی تھا اس کے ساتھ ازرتی کا بیان ہے کہ اسعد حمیری کو برا کہنے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موحد تھا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا تھا جیسا کہ اس کے پہلے شعر سے ظاہر ہے مگر جا را اللہ کہتے ہیں کہ آخری شعر اس کے ستارہ پرست ہونے کی دلیل دیتا ہے۔ میرے خیال میں دو شعر اس کی ستارہ پرستی کا کافی ثبوت نہیں ہیں۔ عرب اب

① موٹا کپڑا۔ ② موضع معافر کا بنا ہوا کپڑا۔ ③ باریک کپڑا۔ ④ وسیلہ کی جمع یعنی یمن کا دھاری دار سرخ کپڑا۔

⑤ یمن کا رنگین کپڑا۔ ⑥ مسح کی جمع ہے، بالوں کا موٹا کپڑا۔ ⑦ نطع کی جمع ہے، چمڑے کا لباس۔

⑧ بردو جمع ہے برو کی۔ دھاری دار چادریں



تک ستاروں کے شمار سے راستہ چلتے ہیں اور قطب نما کا کام وہ ستاروں ہی سے لیتے ہیں۔ اسعد حمیری نے سہیل ستارے کو جو اپنا امام کہا ہے اس سے مراد ہنمایا راستہ بتانے والا ہے۔

### زمانہ جاہلیت میں نذر کے غلاف:

جاہلیت بلکہ آغاز اسلام میں بھی کعبہ کو پورا لباس پہنانے کے علاوہ بعض اشخاص نذریں مان کر قربانی کے جانوروں کی کھالیں بھی کعبے پر ڈالا کرتے تھے اور چمڑے کے لباس یعنی پوستوں اور تکیوں وغیرہ سے بھی کعبے کو آراستہ کیا کرتے تھے۔ تاریخ ازرتی میں عمرو بن الحکم اسلی سے مروی ہے کہ اس کی ماں نے نذرمانی تھی کہ وہ بیت اللہ کے نزدیک ایک اونٹ کی قربانی کرے گی اور اس اونٹ کو بھیڑ کے بالوں کے کپڑے اور اونٹ کے بالوں کے کپڑے کے دو ٹکڑوں سے سجائے گی۔ چنانچہ اس نے اونٹ ذبح کیا اور اس کی جھول کے دونوں ٹکڑے کعبے پر ڈالے اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف فرما تھے، ابھی ہجرت نہیں فرمائی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ اس نے اسی روز کعبے ① کو دیکھا کہ اس پر مختلف قسم کے کپڑوں کے ٹکڑے، چرمی پچھونے اور تکیے موجود تھے۔

### زمانہ جاہلیت میں غلاف ڈالنے کی تاریخ:

ازرتی کے مطابق زمانہ جاہلیت میں کعبے کو عاشورے کے دن غلاف پہنایا کرتے تھے یعنی مکہ معظمہ سے حاجیوں کے چلے جانے کے بعد تا کہ حاجی نئے غلاف کو چھو کر اور چوم کر خراب نہ کریں۔ جب بنی ہاشم کعبے کے متولی ہوئے تو آٹھ ذوالحجہ کو کعبہ پر دیبا کی قمیض اور عاشورے کے دن ازار لگانے لگے۔ غلاف کا اوپر کا حصہ قمیض کہلاتا ہے اور نیچے کا حصہ ازار، ازرتی نے ایک حدیث بھی بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عاشورہ کے دن اعمال بلند کئے جاتے ہیں۔ کعبے پر غلاف ڈالا جاتا ہے، اس دن کا روزہ اگرچہ فرض نہیں ہے مگر جو چاہے روزہ رکھ سکتا ہے۔

① حجاز میں اب بھی تکیے بطور آرائش و زیبائش استعمال کئے جاتے ہیں۔ ایک اوسط درجہ کے حجازی کے دیوان خانے میں جگہ جگہ تکیے رکھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جو لوگ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں ان کے علاوہ بیچ میں بیٹھنے والوں کے لئے بھی ادھر ادھر کئی تکیے چھوٹے بڑے، دبیز، پتلے رکھے رہتے ہیں۔

### زمانہ جاہلیت کے کہنہ غلاف:

زمانہ جاہلیت میں عرب کعبے کے غلافوں کو اتارتے بھی نہ تھے، پھٹی پرانی کسوٹیں بھی نئی کسوٹوں کے ساتھ لٹکی رہا کرتی تھیں مگر اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ آخر ان پرانے غلافوں کا کیا حشر ہوا کرتا تھا۔ ممکن ہے یہ دھجیاں ہوا میں اڑتی اور بارش کے پانی میں بہتی پھرتی ہوں یا مفلس و قلاش عرب ان کو بھی اپنی تن پوشی کے کام میں لے آتے ہوں۔

### زمانہ قریش میں غلاف کی آتشزدگی:

آنحضرت کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے زمانہ تولیت میں ایک عورت غلاف کعبہ کو عود کی دھونی دے رہی تھی جس سے غلاف کعبہ جل گیا اور اس سے کعبے کی دیواروں اور چھت کو بھی نقصان پہنچا۔ قریش نے چندہ کر کے کعبہ تعمیر کیا۔ اس تعمیر میں آنحضرت ﷺ بھی شریک تھے اور حجر اسود کے نصب کرنے کے متعلق مختلف قبائل میں جو فساد اس وقت برپا ہوا تھا وہ آنحضرت کے حکیمانہ فیصلہ ہی سے ختم ہوا تھا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک بہ اختلاف روایت پندرہ یا پچیس سال کا تھا۔

## باب 2

## آغاز اسلام میں غلاف کعبہ

اسلام نے غلاف کعبہ کو کیوں جائز رکھا؟

اگر غلاف کعبہ کا موجد حضرت اسماعیل یا ایک موحد یہودی تیج اسعد حمیری بادشاہ یمن کو تسلیم کیا جائے تو یہ رسم مشرکانہ تصور نہیں کی جاسکتی۔ اگر اس کا موجد عرب کے بت پرستوں کو تصور کیا جائے تو بھی اس میں کسی قسم کا شرک مضمحل نہیں ہے۔ کعبہ کو عرب کے بت پرست بھی بت نہیں سمجھتے تھے۔ اسلام سے پہلے بھی دین ابراہیمی کے اصول سے کعبے کی تعظیم کی جاتی تھی جو توحید پر مبنی تھی مگر استداد زمانہ کے باعث مناسک حج کے ساتھ کفر و شرک کی رسمیں بھی مل گئی تھیں۔ کعبے میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہونے لگا تھا۔

جب آفتاب رسالت چمکا، کعبے کے بت ڈھادیے گئے اور درود یوار سے صدائے لا الہ الا اللہ ہو کی آواز سنائی دینے لگی تو حضور سر و عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفر کی ان تمام رسموں کو جو مخرب اخلاق تھیں یا جن سے ایمان میں خلل آتا تھا، قلع قمع کر دیا اور صرف ایسی رسموں کو جن سے مذہب و اخلاق پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا تھا، بدستور قائم رکھا۔ چنانچہ غلاف کعبہ یا کسوت کعبہ بھی انہیں رسموں میں سے ہے جو اگرچہ زمانہ جاہلیت کے عربوں میں بھی رائج تھی مگر جائز سمجھی گئی۔

کعبہ چونکہ سب سے پہلا عبادت خانہ ہے جو خدائے واحد کی عبادت کے لئے زمین کے پردہ پر بنایا گیا ہے اس لئے بانی اسلام نے بھی آرائش و زیبائش کے واسطے صرف کعبے ہی پر غلاف ڈالنے کو جائز قرار دیا۔ کسی دوسری مسجد یہاں تک کہ اپنی مسجد مدینہ منورہ کے لئے بھی اس کو مناسب نہ سمجھا۔

یہ ملحوظ رہے کہ غلاف پہنانے سے نہ تو کعبہ کی پرستش مقصود ہے اور نہ غلاف کی اور جو مسلمان غلاف کعبہ کو تبرک سمجھ کر آنکھوں سے لگاتے ہیں اس سے دراصل رب کعبہ کی تعظیم مقصود ہوتی ہے۔ غلاف کعبہ کو عزیز سمجھنا حقیقت میں خدا سے محبت کرنا ہے۔ غلاف کو حاجت روا خیال نہیں کیا جاتا اور نہ اس کے ریشم کی چمک یا اس کے سنہری کام کی وجہ سے اس کو چومنے کے قابل سمجھتے ہیں۔ اس بارے میں علماء کا یہ فتویٰ ہے:

ما هذا التعبد لكعبته التحسينها۔ فالاول كفر على مذهب الاسلام والثاني۔  
یعنی یہ دیکھنا چاہئے کہ کعبے پر غلاف کس نیت سے ڈالا جاتا ہے، آیا کعبے کی پرستش کے لئے یا اس کی آرائش کے لئے؟ اگر عبادت و پرستش کی نیت سے ڈالا جاتا ہے تو مذہب اسلام کی رو سے کفر ہے اور اگر زینت کے واسطے کعبے کو غلاف پہناتے ہیں تو اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ پس یہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ کعبے کو لباس پہنانا محض اس کی زینت و آرائش کے خیال سے ہے نہ کہ اس کی عبادت کے واسطے۔

### غلاف کعبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں:

مورخین کہتے ہیں کہ 9 ہجری میں جب مکہ معظمہ فتح ہو گیا اور خانہ کعبہ بلا شرکت غیرے مسلمانوں کا معبد بن گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کعبے پر یمن کے دھاری دار باریک کپڑے کا جسے جرہ کہتے تھے، غلاف ڈالا۔ سرسید احمد خاں مرحوم کو اس روایت سے اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں:

اگرچہ کتابوں میں روایتیں ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان کے بعد ابو بکر صدیقؓ و عمرؓ و عثمانؓ نے کعبے پر غلاف چڑھایا مگر جہاں تک شبہ ہے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فعل کی نسبت شبہ ہے کیونکہ جو روایتیں اس باب میں ہیں وہ درجہ ثبوت کو نہیں پہنچیں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانہ میں حسب دستور قدیم عاشورہ کے دن غلاف ڈالا

کرتے تھے۔

### خلفائے راشدین کے زمانہ میں غلاف:

حضرت ابو بکرؓ نے بھی بیت المال سے جریمانی کا غلاف چڑھایا تھا۔ حضرت عمرؓ اپنے عہد خلافت میں موضع قبٹیہ واقع مصر کے بنے ہوئے سن کے کپڑے کا غلاف ڈالنے لگے۔ جسے قباطی کہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں سال میں دو بار کعبے پر غلاف ڈالا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ سردیوں میں اور ایک مرتبہ گرمیوں میں۔ گرمیوں میں عمدہ سن کے کپڑے کا جوڑا چڑھایا جاتا تھا اور جاڑوں میں دیبا کی قمیض معہ ایک ازار اور برقع کے پہنائی جاتی تھی۔ غلاف کعبہ کا بالائی حصہ قمیض کہلاتا ہے اور نیچے کا حصہ ازار۔ باب کعبہ کے پردے کو برقع کہتے ہیں۔ ان کی تفصیل آگے آئے گی۔

حضرت عمرؓ ہر سال ایک نیا غلاف ڈال کر پرانا غلاف حاجیوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے بھی کچھ دن تک یہی عمل جاری رکھا لیکن ایک مرتبہ غلاف کعبہ کا ٹکڑا کسی ناپاک عورت کے پاس دیکھ کر اس خیال سے کہ ہر کس و ناکس کو غلاف تقسیم کر دینے سے غلاف کی بے حرمتی ہوتی ہے، غلاف کے دفن کر دینے کا حکم دیا لیکن ام المومنین حضرت عائشہؓ کے اس فتویٰ پر کہ:

”غلاف جب کعبے سے علیحدہ کر دیا گیا تو ہر پاک و ناپاک اس کو چھوسکتا ہے اور دفن کر دینے سے بہتر یہ ہے کہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت غریب حاجیوں میں تقسیم کر دی جائے۔“

(الاعلام باعلام بیت اللہ الحرم عربی مطبوعہ مکہ معظمہ)

حضرت عثمانؓ نے غلاف کا دفن کر دینا موقوف کر دیا اور اس کو فروخت کر کے قیمت غریبوں میں تقسیم ہونے لگی۔ مورخین کے مطابق بعد میں یہ روایت چلی کہ کعبہ سے اس کے پرانے غلاف علیحدہ بھی نہیں کئے جاتے تھے۔ حضرت عثمانؓ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے صرف دو پرانی کسوٹیں باقی رکھ کر تمام غلاف علیحدہ کر دیئے۔ اس کے بعد پرانے غلاف تھوڑے تھوڑے علیحدہ کئے جانے لگے۔ تاہم قدیم غلافوں کو اتارا نہ جاتا تھا۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ تک جاری رہا۔ از رقی کہتا ہے کہ

200 ہجری سے 242 ہجری تک یعنی پچاس برس میں جو غلاف کعبے پر ڈالے گئے ان کی تعداد 170 تھی۔ اس تعداد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن تاریخی کتب سے جو حوالے دستیاب ہیں، ان کے مطابق یہ تعداد 170 ہی بنتی ہے۔

### قربانی کی جھولیں بطور غلاف کعبہ:

تاریخ ازرتی میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عرفہ ② کے دن لوگ جب احرام ③ باندھتے تو قربانی کے جانوروں پر قباطی اور دوسری قسم کے کپڑے ڈالتے اور قربانی ④ کے دن وہ کپڑے علیحدہ کر کے شیبہ بن عثمان ⑤ کلید بردار کعبہ کے پاس کعبے پر ڈالنے کے لئے بھیج دیا کرتے تھے۔

① عبداللہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ اہل سنت کی کتب احادیث میں دو ہزار سے زائد حدیثیں ان سے روایت کی گئی ہیں۔ ۷۴ء میں حجاج بن یوسف کے اشارہ سے کسی شخص نے ان کو زہرا آلودہ خنجر سے زخمی کیا تھا جس سے یہ جان بر نہ ہو سکے اور چوراہی برس کی عمر میں بمقام مکہ معظمہ وفات پائی۔ ② عرفہ یعنی عرفات میں قیام کا دن جو نویں ذ الحجہ ہے۔ عرفات مکہ معظمہ سے نو کوس دور ایک پہاڑ ہے۔ نویں ذ الحجہ کو حاجی اس کے دامن میں اور اس پہاڑ پر نزول آفتاب کے بعد سے مغرب تک قیام کر کے توبہ واستغفار کرتے رہتے ہیں۔ عرفات کے پہاڑ پر خطبہ بھی ہوتا ہے جو کوئی ساڑھے تین بجے شروع ہو کر مغرب کے وقت ختم ہوتا ہے۔ ③ احرام کے لغوی معنی حرم میں داخل ہونے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں ابراہیم ان دو چادروں کو کہتے ہیں جو حد و حرم میں داخل ہونے سے قبل حاجی ایک بطور تہمت باندھ لیتے ہیں اور ایک اوڑھ لیتے ہیں اور بعض حلال چیزیں مثلاً سلے ہوئے کپڑے، عطر، حجامت، ٹوپی، عمامہ وغیرہ اپنے پر حرام قرار دیتے ہیں۔ حج کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے غرض اس سے اپنے نفس پر قابو حاصل کرنا اور امیروں غریبوں میں مساوات قائم کرنا ہے۔ تاکہ سب ایک حالت میں ننگے سر خدا کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ ④ قربانی کا دن بالخصوص دسویں ذ الحجہ ہے۔ قربانی یوں تو بارہویں تک ہوتی رہتی ہے۔ قربانی منے میں کی جاتی ہے جو مکہ معظمہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ حاجی یہاں دسویں سے بارہویں تک تین دن قیام کرتے ہیں اور دسویں کو قربانی کے بعد طواف کے لئے مکہ معظمہ آ کر پھر منا چلے جاتے ہیں۔ ⑤ آنحضرتؐ نے فتح مکہ کے بعد کعبے کی کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عثمان بن طلحہ کے سپرد فرمائی تھی۔ ان کے فرزند شیبہ بن عثمان تھے جو امیر معاویہ کے زمانہ میں کلید بردار کعبہ تھے۔ کعبے کی کنجی اب تک انہیں کی اولاد میں چلی آرہی ہے۔ یہ لوگ بنی شیبہ کہلاتے ہیں مختصر ان کو شیبی بھی کہتے ہیں۔

## باب 3

## خلافت بنی امیہ میں غلاف کعبہ

خاندان بنی امیہ ① کے پہلے خلیفہ امیر معاویہ نے اولاً کئی سال تک قبائلی اور مصری سن کے کپڑے کا غلاف بھیجا، بعد میں برویمانی کا غلاف بھیجا جانے لگا۔ ان کے زمانہ میں عموماً سال میں دو غلاف چڑھائے جاتے تھے، ایک عاشورہ کے دن یعنی دسویں محرم کو دیبا کا دوسرا 29 رمضان کو قباطی کا۔ قطب الدین مکی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ نے دیباؤ قباطی اور یمن کی دھاری دار چادروں کی کسوت بھیج کر کلید بردار کعبہ شیبہ بن عثمان کو حکم دیا کہ کعبہ کا پرانا غلاف اتار کر اس کی دیواروں کو عطر وغیرہ سے معطر کرے اور پھر نیا غلاف ڈالے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

امیر معاویہ کے بعد یزید نے اپنے عہد حکومت میں دیبا کا غلاف ڈالا تھا۔ اس کے بعد دوسرے خلفائے بنی امیہ کے زمانہ میں دو غلاف ڈالے جاتے تھے، ایک دسویں محرم کو، دوسرا 29 رمضان کو اور اُس زمانہ میں یہ بھی دستور تھا کہ ترویہ کے دن یعنی 8 ذلحجہ کو اس خیال سے کہ سب لوگ عرفات چلے جاتے ہیں ②، غلاف کو کوئی پھاڑ نہ لے اصل غلاف نکال کر سفید کپڑے کا سادہ

① امیہ بن عبدالشمس آنحضرت کے پردادا حضرت ہاشم کا بھتیجا تھا اس کی اولاد بنی امیہ کہلاتی ہے۔ اس خاندان میں ۴۱ء سے ۱۳۲ء تک ۹۱ برس خلافت رہی اور کل ۱۴ خلیفہ یا بادشاہ ہوئے۔ اُن کا پایہ تخت دمشق تھا۔ ② نویں ذلحجہ کو میدان عرفات یا جبل عرفات پر حاجیوں کا قیام حج کا بڑا رکن ہے جس کے لئے آٹھویں ذلحجہ کو تمام حاجی اور بہت سے مکے والے منے روزانہ ہو جاتے ہیں اور رات بھر وہاں ٹھہر کر صبح دس گیارہ بجے تک عرفات پہنچ جاتے ہیں بعض حاجی منے میں میں بغیر ٹھہرے آٹھویں تاریخ ہی کو عرفات چلے جاتے ہیں مگر سنت منے کا قیام ہے۔ ان تاریخوں میں چونکہ مکہ تقریباً خالی ہو جاتا ہے اس وجہ سے غلاف بیت اللہ کی کافی حفاظت نہیں ہو سکتی۔

غلاف ڈال دیا جاتا تھا۔ پھر دسویں ذی الحجہ کو اصل غلاف اوڑھا دیتے تھے۔ اس کے بعد غلاف کا اوپر کا حصہ جسے قمیض کہتے ہیں اور نیچے کا حصہ جو ازار کہلاتا ہے دونوں سی دیئے جاتے تھے۔ دیبا کا غلاف آخر رمضان تک رہتا تھا۔ پھر عید کے لئے 29 رمضان کو قباطی کا غلاف ڈالتے تھے۔ عبدالملک بن مروان جو 66 ہجری سے 87 ہجری تک حکمران رہا۔ دیبا کا غلاف ڈالا کرتا تھا۔ خلافت بنی امیہ میں کبھی کبھی خلیفہ وقت کے علاوہ دوسرے لوگ بھی نذرمان کر غلاف ڈالا کرتے تھے۔

### عبداللہ ابن زبیر کا غلاف کعبہ:

63ھ میں یزید نے مکہ فتح کرنے اور عبداللہ بن زبیر ① کو مطیع کرنے کے لئے حصین بن نمیر کی ماتحتی میں ایک فوج مکے بھیجی۔ عبداللہ بیت اللہ میں پناہ گزین ہوئے۔ حصین نے کوہ ابو فیسس ② پر منجیق نصب کی جس سے پتھر اور جلتی ہوئی راکھ کعبے تک پہنچی اور کعبے کی لکڑیاں اور غلاف جل گیا۔ یزید کے مرنے کی خبر سن کر جب حصین واپس گیا تو عبداللہ بن زبیر نے بنیاد ابراہیم علیہ السلام پر از سر نو کعبہ تعمیر کیا اور جب یہ عمارت بن کر تیار ہو گئی تو 27 رجب کو مشک و عنبر سے کعبے کی دیواروں کو اندر باہر سے لپ کر کے دیبا کا غلاف ڈال دیا۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے انہی نے کعبے پر دیبا کا غلاف ڈالا تھا۔

① عبداللہ کے والد زبیر آنحضرتؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ اسماء بنت ابوبکرؓ اور خالہ حضرت عائشہؓ تھیں۔ معرکہ کربلا کے بعد یہ مدینے سے مکہ معظمہ چلے گئے تھے اور اہل حجاز و یمن و عراق نے ان کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔ یزید کے مرنے کے بعد جب سلطنت آل مروان میں منتقل ہوئی تو عبدالملک بن مروان کو ان پر حسد ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ اہل شام جو حج کے لئے آیا کرتے تھے وہ اکثر عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لیا کرتے تھے۔ اس لئے اس نے شامیوں کے لئے حج کی ممانعت کر دی اور اس کی تلافی کے لئے دمشق کی مسجد اموی میں کعبے کا جواب تعمیر کیا جس کے طواف کے فضائل طواف کعبہ کے برابر بیان کئے گئے۔ بالآخر جب اس سے بھی غرض پوری طرح حاصل نہ ہوئی تو ۷۳ ہجری میں دمشق سے ایک فوج حجاج بن یوسف کی ماتحتی میں مکہ معظمہ بھیجی جس نے کعبے کا محاصرہ کیا اور سخت لڑائی کی بعد عبداللہ بن زبیر بہتر برس کی عمر میں دس گیارہ برس کی پُر آشوب خلافت کے بعد بڑی شجاعت کے ساتھ میدان جنگ میں مارے گئے۔ ② ابو قیس مکہ معظمہ میں بیت اللہ سے متصل ایک پہاڑ ہے۔ بیت اللہ سے چوٹی تک کوئی ایک میل ہوگا۔ یہاں سے خانہ کعبہ کی چھت پوری نظر آتی ہے۔ کہتے ہیں کہ معجزہ شق القمر اسی پہاڑ پر ہوا تھا۔ آج کل اس پہاڑ کی کیفیت ایک محلے کی سی ہے۔ پر بہت سے مکان بنے ہوئے ہیں۔



## باب 4

## خلافت عباسیہ میں خلافت کعبہ

ملک حجاز بنی امیہ کے بعد عباس ① کے زیر نگیں آیا اور 132 ہجری سے 656 ہجری تک حرمین الشریفین پر کوئی سوا پانچ سو سال تک ان کی حکومت رہی۔ خلافت عباسی کا پایہ تخت بغداد تھا۔ جب تک خلفائے عباسی کا اثر و اقتدار حجاز پر باقی رہا۔ یہ برابر خلافت بھیجتے رہے۔ ان کے زوال و کمزوری کے زمانہ میں بعض اوقات سلاطین مصر بھی خلافت بھیج دیتے تھے۔ کبھی یمن سے بھی آجاتا تھا۔ اوائل سلطنت عباسی میں سال میں کئی کئی بار بھی کعبے کو خلافت چڑھایا جاتا تھا اور پرانے خلافتوں کو پابندی کے ساتھ سال کے سال کعبے سے اتارا بھی نہ جاتا تھا۔ چنانچہ 160 ہجری میں ابو عبد اللہ مہدی ② خلیفہ بغداد کو جب کلید برادران کعبہ نے اس کی اطلاع دی اور وہ خود حج کو آیا تو اس نے یہ حالت دیکھی کہ کعبے پر خلافتوں کی اتنی تہہ چڑھ گئی ہے کہ ان سے دیواروں کے گرنے کا خطرہ ہے۔ اس نے تمام پرانے خلافتوں کو نکال دینے کا حکم دیا۔ کعبے کی دیواریں مشک و عنبر و گلاب سے لپی گئیں اور خوشبودار عرقوں کے شیشے دیواروں پر چھڑکے گئے۔ پھر تین خلافت ایک مصرف کپڑے کا، دوسرا حریر کا، تیسرا دیبا کا کعبے پر ڈالے گئے۔

(الاعلام عربی مطبوعہ قاہرہ صفحہ 32)

## خلیفہ مہدی کا خلافت:

① آنحضرت کے چچا حضرت عباس کی اولاد بنی عباس کہلاتی ہیں۔

② مہدی کی حکومت ۱۵۸ ہجری سے ۱۶۹ ہجری تک رہی۔

فاکہی ”تاریخ مکہ“ میں لکھتے ہیں کہ میں نے ہدی عباسی کے زمانہ کا غلاف کعبہ کا ایک ٹکڑا دیکھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا:

”مما امر یہ عبد اللہ املہدی محمد امیر المؤمنین اصلاحہ اللہ  
محمد بن سلیمان ان لصنیع من طراز تینس کسوة الکعبتہ علیٰ  
ید الخطاب بن مسلم عاملہ سنہ تسع و خمسن و مائتہ“

یعنی خدا کے بندے امیر المؤمنین مہدی محمد نے اللہ ان کی اصلاح فرمائے، 159 ہجری میں محمد بن سلیمان کو حکم دیا کہ خطاب بن مسلمہ حال کے ذریعہ سے شہر تینس کی ساخت کا غلاف کعبہ تیار کر دیا جائے۔ فاکہی کہتے ہیں کہ میں نے مہدی کے زمانہ کا ایک اور بھی ٹکڑا دیکھا تھا جس پر یہ عبارت لکھی تھی:

”بسم اللہ برکتہ من اللہ بعبد اللہ المہدی محمد امیر المؤمنین  
اطال اللہ بقاء مما امر بہ اسماعیل بن ابراہیم ان متع من طراز  
تینس علیٰ ید الحکم بن عبیدہ سنہ اثین و مین و مائتہ۔“

یعنی خدا کی برکت امیر المؤمنین مہدی محمد پر ہو اور خدا اس کی عمر دراز کرے (اس زمانہ میں) اسماعیل بن ابراہیم نے 162 ہجری میں حکم بن عبیدہ کو حکم دیا کہ تینس کا بنا ہوا غلاف ڈالا جائے۔ تینس مصر کا ایک قصبہ تھا جہاں کا کپڑا اس زمانہ میں مشہور تھا۔ (رحلتہ الحجازیہ عربی)

ہارون الرشید کا غلاف کعبہ:

فاکہی نے غلاف کا ایک ٹکڑا ہارون الرشید ① کے زمانہ کا بھی دیکھا تھا جس پر حسب ذیل عبارت تھی:

”بسم اللہ برکتہ من اللہ للخلیفۃ الرشید عبد اللہ ہارون امیر  
المؤمنین کرم اللہ۔ مما امر بہ الفضل ② بن ربیع آن یعمل من  
طراز تو نہ ③ سنہ تسعین و مائتہ“

① ہارون الرشید کا عہد حکومت ۱۷۰ ہجرت سے ۱۹۳ ہجرت تک ہے۔ ② فضل بن ربیع اس زمانہ میں علاقہ مصر کا گورنر تھا۔ ③ غالباً یا تو نہ سنہ تسعین ایک ہی قصبہ کا نام ہے جو مصر میں اپنی صنعت پارچہ کے لئے مشہور تھا۔

یعنی بسم اللہ، بندہ خدا امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید کو اللہ تعالیٰ برکت دے اور اس کو معزز فرمائے۔ 190 ہجری میں اس نے فضل بن ربیع کو حکم دیا کہ تونہ کے کپڑے کا غلاف بنایا جائے۔  
(رحلتہ اعجازیہ خدیو عباس علمی پاشا مطبوعہ مصر)

### مامون الرشید کا غلاف کعبہ:

خلیفہ بغداد مامون الرشید کے زمانہ میں جس کی حکومت 188 ہجری سے 208 ہجری تک رہی۔ سال میں تین بار غلاف ڈالا جاتا تھا۔ ایک آٹھویں ذی الحجہ کو سرخ اطلس کا۔ دوسرا یکم رجب کو مصر کے موضع قبطیہ کے بنے ہوئے کپڑے قبایلی کا اور 29 رمضان کو عید کے موقع پر سفید اطلس کا۔ جب مامون کو یہ اطلاع ہوئی کہ سال میں تین دفعہ بدلنے کے باوجود بھی غلاف پھٹ جاتا ہے تو اس نے سرخ اطلس کی ایک قمیض اور ایک نئی ازار اور بڑھادی۔

(الاعام عربی مطبوعہ قاہرہ صفحہ 36)

فارسی کہتے ہیں کہ میں نے قبایلی مصر کا ایک ٹکڑا وسط کعبہ میں دیکھا اس پر باریک سیاہ خط میں یہ عبارت لکھی تھی:

”مما امر به امیر المومنین المامون سنہ ست دمانین“

یعنی امیر المومنین مامون نے 206 ہجری میں اس کی تیاری کا حکم دیا۔

### خلیفہ جعفر متوکل علی اللہ کا غلاف:

جعفر متوکل خلیفہ بغداد جس کا زمانہ 232 ہجری سے 244 ہجری تک ہے، ہلال ماہ رجب سے قبل کعبے پر سرخ اطلس کی ازار ڈالا کرتا تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ حاجیوں کے چھونے سے وہ خراب ہو جاتی ہے تو اس نے ازار کے علاوہ دو ازاریں اور بڑھادیں اور قبایلی کی قمیض پر سرخ اطلس کا حاشیہ لگا کر اس کو فرش تک پہنچا دیا۔ آخر میں ہر دو مہینے کے بعد غلاف بھیجنے لگا۔ اس طرح سال میں چھ غلاف چڑھنے لگے۔ یہ عمل 240 ہجری تک جاری رہا۔ جب خدام نے دیکھا کہ ازار ثانی کی ضرورت نہیں ہے تو انہوں نے اس کو کعبے کے صندوق میں رکھ دیا اور خلیفہ کو لکھا کہ

صرف ایک ازار معہ حاشیہ و قمیض کے کافی ہے۔ اس کے بعد سے صرف ایک ازار آنے لگی اور تیسرے مہینے کعبے پر ڈالی جانے لگی۔

(ازرتی والاطلام وغیرہ)

### خلیفہ مقتضی لامر اللہ کے غلاف کعبہ:

تیسری صدی ہجری کے وسط سے چھٹی صدی ہجری کے وسط تک، مہین خلفائے عباسیہ کے غلافوں کی کیفیت معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن اس مدت میں عباسی خلفائے بغداد کی سلطنت بہت رہی۔ تیسری صدی کے وسط میں ان کے حریف مصر کے خلفائے بنی فاطمہ ① بھی پیدا ہو گئے تھے اس وجہ سے پابندی کے ساتھ بغداد سے غلاف کعبہ کی روانگی عمل میں نہیں آتی تھی۔ غرضیکہ اس زمانہ میں کبھی مصر سے اور کبھی بغداد سے غلاف آتا رہا اور اندازہ یہ ہوتا ہے کہ 363 ہجری سے 462 ہجری تک مصر سے غلاف کعبہ آیا، اس کے بعد سے پھر بغداد سے آیا۔ فارسی کا مشہور شاعر افضل الدین خاقانی کی وفات 595 ہجری میں ہوئی، وہ خلیفہ مقتضی لامر اللہ کے زمانہ میں جو 532 ہجری سے 555 ہجری تک ہے، حج کو گیا، خاقانی کے مطابق اس وقت غالباً خلیفہ مذکور نے ہی غلاف ڈالا تھا۔ اس کا رنگ سرخ تھا جیسا کہ خاقانی کے اس شعر سے ظاہر ہے جو اس نے اپنی مثنوی تحفۃ العراقین میں کعبے کو مخاطب کر کے کہا ہے:

دارندہ ہاشمی شعاری

پس جامہ رومیان چہ داری

عباسیوں کا جو ہاشمی ② تھے سیاہ بانا تھا اور رومیوں کا سرخ۔

### ناصر الدین اللہ کا غلاف کعبہ:

ناصر الدین اللہ خلیفہ بغداد جس کا عہد سلطنت 575 ہجری سے 592 ہجری تک ہے، ابتداء میں سبز غلاف بھیجا کرتا تھا۔ اس کے بعد سیاہ غلاف بھیجنے لگا۔ ابن جبیر نے 579 ہجری میں حج کیا تھا۔ اس وقت بغداد پر ناصر الدین اللہ حکمران تھا۔ اس کے غلاف کی تفصیل ابن جبیر نے یہ لکھی ہے:

① ان کا ذکر ایک علیحدہ باب میں کیا گیا ہے۔ ② حضرت ہاشم آنحضرت کے پردادا اور عباس عم رسول کے دادا تھے۔

”یہ غلاف بہت سبز تھا اور اس پر سرخ خطوط تھے۔ مقام ابراہیم ① کے سامنے والی دیوار کے پردے پر جس میں کعبے کا دروازہ نصب ہے، بسم اللہ کے بعد ان اول بیت وضع للناس ② لکھا ہوا ہے۔ چاروں پردوں پر خلیفہ کا نام اور اس کے حق میں دعائیں تحریر ہیں۔ ان تحریروں کے گرد دوسرخ جدولین ہیں، ان میں سفید سفید دائرے ہیں۔ دائروں کے اندر باریک حروف میں آیات قرآنی اور خلیفہ کے حق میں دعائیں تحریر ہیں۔ ان پردوں میں کعبہ شریف کا جمال ایسا نظر آتا ہے گویا کو سبز اطلس کا لباس پہنا دیا۔“

(سفر نامہ ابن جبیر صفحہ 155)

مشہور عالم جعفر افیہ ابو عبد اللہ محمد الشریف اور سی جس کی وفات تقریباً 600 ہجری میں ہوئی اپنی کتاب ”نزهة المشتاق“ میں لکھتا ہے کہ اس کے زمانہ میں سیاہ ریشمی کپڑے کا غلاف ڈالا جاتا تھا اور ہر سال خلیفہ بغداد اس کی تجدید کرتا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ چھٹی صدی کے آخر میں بغداد ہی سے غلاف آیا کرتا تھا اور ناصر الدین اللہ اولاً سبز غلاف بھیجتا تھا پھر وہ سیاہ بھیجنے لگا تھا۔

عہد عباسی میں بعض سلاطین و امراء کے غلاف:

اسی زمانہ کے احوال سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کبھی کبھی عباسی خلفاء کے گورنر بھی خلیفہ وقت سے اجازت لے کر کعبے پر غلاف ڈالا کرتے تھے۔ کبھی دوسرے ممالک کے سلاطین و امراء کعبے کیلئے غلاف بھیجا کرتے تھے۔ بعض اوقات سرکشی کے اظہار کے لئے باغی سردار بھی غلاف بھیجا کرتے

① مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے کعبہ تعمیر کیا تھا اور اس پتھر سے سیرمی کا کام لیتے تھے۔ اس پر حضرت ابراہیم کے دونوں قدموں کے نشان ہیں اور کعبہ کے دروازے سے پندرہ بیس گز کے فاصلہ پر ہے۔ مقام ابراہیم مصلے کا کام دیتا ہے۔ حاجی اس کے متصل کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ جب بیت اللہ میں دوسرے مصلے نہ تھے۔ اس وقت ایک ہی مصلیٰ تھا۔ ② پوری آیت یہ ہے۔ ان اول بیت واضع للناس الذی بینکتہ مبارکوا ہدی للعالمین۔ یعنی پہلا گھر جو عبادت کی غرض سے لوگوں کے واسطے بتایا گیا اور جو اہل عالم کے لئے موجب برکت و ہدایت ہے۔ وہ مکے میں ہے۔

تھے۔ ذیل میں تینوں قسم کی مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

### فضل بن سہل اور طاہر بن حسین کا خلافت کعبہ:

فاکھی نے اپنی تاریخ کتاب مکہ میں لکھا ہے کہ میں نے خانہ کعبہ کے رکن غربی کے متصل ایک خلافت دیکھا جس پر یہ عبارت لکھی تھی۔

”مما امر به السروی بن الحکم و عبدالعزیز ابن وزیر

البحر وی بامر الفضل ① بن سہل ذی ریاستین طاہر بن

الحسین ② سنہ بیعہ و امتعین دماہ“

یعنی فضل بن سہل ذی ریاستین (دو ریاستوں کے والی) اور طاہر بن حسین

کے حکم سے 197 ہجری میں سرئی بن حکم اور عبدالعزیز بن وزیر البحر وی

نے اس کی تیاری کا حکم دیا۔

### ابوالسرایا کا خلافت کعبہ:

مامون الرشید کے عہد 199 ہجری میں جب محمد بن ابراہیم طباطبا ③ نے خروج کیا تو ان کی

مدد کے لئے قبیلہ بنی شیبان کے ایک معزز سردار ابوالسرایا اٹھ کھڑے ہوئے اور بہت سے علاقے

فتح کر لئے۔ چند روز بعد جب یکا یک محمد حنف ابراہیم کی وفات ہو گئی ④ تو اس نے محمد بن زید

① فضل بن سہل خلیفہ مامون الرشید کی طرف سے ہمدان سے بخت تک اور بحر فارس سے ولیم و گرگان تک دور

ریاستوں کا گورنر تھا اس وجہ سے اس کا خطاب ذی ریاستین تھا۔ ۲۰۲ ہجری میں اس کو کسی نے عراق کے مقام سرخس

میں قبل کر دیا۔ ② طاہر بن حسین خلیفہ مامون الرشید کی جانب سے رے، ادہاز، واسط، مدائن وغیرہ پر حاکم تھا۔

اس نے مامون کو حصول سلطنت میں بڑی مدد دی تھی۔ ③ محمد بن ابراہیم کا نسب یہ ہے: محمد بن ابراہیم بن اسماعیل

بن ابراہیم بن حسن بن علی بن ابی طالب ابراہیم کو طباطبا اس وجہ سے کہتے تھے کہ بچپن میں یہ تلاتے تھے اور

ایک مرتبہ قبا کو طباطبا کہا تھا جب سے ان کا نام طباطبا پڑ گیا، ان کی اولاد والے سید طباطبائی کہلاتے ہیں۔ محمد بن

ابراہیم کا طریق زید یہ تھا۔ ④ ابولقد امورخ کا بیان ہے کہ محمد بن ابراہیم کو ابوالسرایا نے ہی زید دیا تھا، وہ

پوری طرح اس کے قابو میں نہ تھے اور وہ چاہتا تھا کہ امام اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا رہے۔

شہید ① کو اسیر بنایا اور کوفے میں امام علی رضا علیہ السلام ② کے نام سے درہم و دینار چلائے۔  
 زید بن موسیٰ کاظم ③ کو بصرہ و اہواز کا گورنر مقرر کیا۔ ابراہیم بن موسیٰ کاظم ④ کو یمن کا اور حسین بن  
 حسن بن امام زین العابدین کو مکہ کا والی بنایا۔ انہوں نے کعبے کے تمام پرانے غلاف نکال کر شیبہ کے  
 دن یکم محرم 200 ہجری کو اُون اور ریشم طے ہوئے کپڑے کے زرد و سفید دو غلاف کعبے پر ڈالے اور ان  
 دونوں کے درمیان حسب ذیل عبارت لکھی:

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ مُحَمَّدٍ وَ مَلِیْ اٰہْلِ

بیتہ الطاہرین الاخیار امر ابو السرایا الاصفر الاصفر داعیا الیٰ

محمد یہ عمل صنده الکسوة لبیت اللہ الحرام“

یعنی خدا کا درود مجھ پر اور ان کے طیب و طاہر و نیک اہل بیت پر حسب الحکم ابوالسرایا الاصفر الاصفر

بیت اللہ پر غلاف ڈال کر لوگوں کو محمد طبا طبائی کی بیعت کیلئے دعوت دی جاتی ہے۔

ابوالسرایا کا دور دورہ کوئی دس مہینے رہا، جب 200 ہجری میں وہ نہروان کے قریب ایک بڑی

لڑائی میں مارا گیا تو اہل حجاز نے محمد بن جعفر صادق کو امیر المومنین بنایا۔ فتنہ و فساد ختم ہو جانے کے بعد

① زید شہید امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند تھے۔ کربلا میں ایک برس کے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام

سے سال بھر چھوٹے تھے۔ ۱۲۱ء میں بزمان ہشام بن عبدالملک انہوں نے خروج کیا تھا۔ تیس ہزار رشیعہ ان کے

جھنڈے تلے اکٹھے ہو گئے تھے مگر یہ معلوم کر کے کہ حضرت زید خلفائے ثلاثہ سے تم نہیں کرتے تقریباً تیس ہزار

آدمی انکا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اور کوفہ پہنچنے تک کل دوسو بیس جان نثار ان کے ہمراہ رہ گئے۔ زید بڑی مردانگی

سے ۱۲۲ ہجری میں میدان جنگ میں شہید ہوئے۔ وقت شہادت ان کی عمر باسٹھ برس کی تھی ان کے پیر و زید یہ

کہلاتے ہیں۔ حضرت زید کے بعد متعدد امام ہوئے۔ حجاز، یمن وغیرہ میں اب بھی بہت سے لوگ زید یہ طریقے

کے پابند ہے۔ ② امام علی رضا علیہ السلام سلسلہ اثنا عشری کے اعتبار سے آٹھویں امام ہیں، خلیفہ مامون الرشید نے

ان کو اپنا ولی عہد بھی مقرر کر رکھا تھا مگر مامون الرشید سے قبل ۲۰۳ ہجری میں ان کی شہادت واقع ہوئی اور طوس میں دفن

ہوئے۔ ③ زید بن موسیٰ کاظم نے عباسیوں کے اس قدر مکان جلائے تھے کہ ان کا نام زید النار مشہور ہے۔ یہ حضرت

موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند تھے جو سلسلہ اثنا عشری کے ساتویں امام ہیں۔ ④ ابراہیم بن موسیٰ کاظم علیہ السلام نے

یمن میں عباسیوں کا قتل عام کر لیا تھا اس دور سے ان کو ابراہیم جزار کہتے ہیں، جزار کے معنی بہت قتل کرنے والے کے ہیں۔

مامون الرشید نے بھی ان کو بحال رکھا اور حسین نے جسے حسین طالبی بھی کہتے ہیں ان کی بیعت کر لی۔

### علی بن محمد <sup>لصلحی</sup> کا غلاف:

علی بن محمد <sup>لصلحی</sup> جو زمانہ حاکم بامر اللہ، <sup>①</sup> مستنصر، <sup>②</sup> عبیدی <sup>③</sup> میں والی مکہ و یمن تھا اس نے بھی 455 ہجری میں کعبے پر سفید اطلس کا غلاف ڈالا تھا۔

### محمود سبکتگین غزنوی کا غلاف کعبہ:

محمود سبکتگین <sup>④</sup> کو خلیفہ بغداد سے بڑی عقیدت تھی۔ ہمیشہ اس کی اطاعت کا اظہار کیا کرتا تھا اور تحفہ و زر نقد اس کے پاس بھیجا کرتا تھا۔ خلیفہ نے اس کو سلطان کا لقب اور امین المملکت و یمن الدولہ کا خطاب بھی دیا تھا۔ محمود نے 466 ہجری میں زرد اطلس کا غلاف بھجوا دیا تھا۔

### ابونصر استرآبادی کا غلاف:

ہندوستان کے علاقہ استرآباد کے کسی امیر یا رئیس ابونصر نے بھی 466 ہجری میں ہندوستان کے سفید کپڑے کا غلاف پہنایا تھا۔

### ابوالقاسم رامشت کا غلاف کعبہ:

شیخ ابوالقاسم رامشت جس کا رباط مکہ میں مشہور ہے اور ابن جیر کے زمانہ تک جس کا بنوایا ہوا ایک مصلیٰ بھی کعبے میں موجود تھا۔ عجم کے کسی بادشاہ کا وزیر تھا۔ قطب الدین کی نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کئی جگہ کیا ہے۔ یہ بڑا بافیض شخص تھا۔ اس نے 532 ہجری میں دھاری دار کپڑے کا جسے جرات کہتے ہیں، غلاف ڈالا تھا جس کی قیمت اس وقت اٹھارہ ہزار دینار تھی۔

(تاریخ کامل ابن الشیر)

① حاکم بامر اللہ کا زمانہ ۳۸۶ ہجری سے ۴۱۱ ہجری تک ہے۔ ② مستنصر بامر اللہ ۴۲۷ ہجری سے ۴۸۷ ہجری تک حکمران رہا۔ ③ حضرت عبید اللہ مہدی کی اولاد میں ہونے سے ان سلاطین کو عبیدی کہتے ہیں۔ ④ کثرت شہرت کی وجہ سے محمود غزنوی سے تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے ہندوستان کے حملے اور فردوسی کا حملہ سب کو یاد ہے۔ محمود کی سلطنت ۳۸۷ ہجری سے ۴۲۱ ہجری تک رہی۔



## منصور بن ربیع کا غلاف کعبہ:

663 ہجری میں منصور بن ربیع شیخ الحرم مکہ نے بزمانہ خلیفہ ناصر الدین اللہ سیاہ رنگ کے سوتی کپڑے کا غلاف کعبہ پر ڈالا تھا۔

## ملک المجاہد کا غلاف کعبہ:

751 ہجری میں ملک المجاہد علی بن موید، سلطان یمن نے جس کا زمانہ حکومت 721 ہجری سے 764 ہجرت تک ہے، ارادہ کیا کہ سلطان مصر کے غلاف نکال کر اپنا غلاف ڈالے۔ والی مکہ نے اس کی اطلاع سلطان مقرر ملک الناصر نصیر الدین بن ناصر محمد کو دی اور ان کی ہدایت پر اس غلاف کو ضبط کر لیا گیا۔

## سلطان شاہرخ مرزا کا غلاف کعبہ:

امیر تیمور کے لڑکے سلطان شاہرخ مرزا نے بھی جس کی سلطنت 807 ہجری سے 850 ہجری تک رہی۔ سلطان مصر<sup>①</sup> سے اجازت لیکر ایک غلاف بھیجا تھا جو اس کی وفات کے بعد 855 ہجری میں مصری حاجیوں کے ساتھ مکہ بھیجا گیا۔

## بعض دیگر امراء و سلاطین کے غلاف:

مذکورہ بالا سلاطین کے غلاف کے علاوہ بعض اور امراء و سلاطین بھی سفید و سرخ اطلس کے غلاف کعبے پر چڑھایا کرتے تھے۔

## غلاف کعبہ کی لوٹ مار:

اگرچہ بدوی عرب بھی ہمیشہ سے کعبے کی تعظیم کرتے آئے ہیں مگر کعبے کے حاجیوں کے ساتھ ان کا جو برتاؤ رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ غلاف کعبے کے کسی ٹکڑے کے کترنے یا احرام کعبہ کو پھاڑ

① اس مدت میں گیارہ مملوک سلاطین مصر گزرے۔ ۸۵۵ ہجری میں جب شاہرخ کا غلاف مکے پہنچا۔ اس وقت مصر کا بادشاہ ملک الظاہر سیف الدین چہمق تھا۔

کر لے جانے کے واقعات کبھی کبھار آج کل بھی سننے میں آتے ہیں مگر 266 ہجری میں بزمانہ خلیفہ بغداد معتد علی اللہ بدویوں نے پورا غلاف کعبہ لوٹ لیا تھا۔ اس کے بعد 317 ہجری میں جب قرمط نے ابوطاہر کی سرکردگی میں مکے پر حملہ کیا تھا تو اس وقت بھی خزانہ کعبہ وغلاف کعبہ کو لوٹ کر ابوطاہر نے اپنے ساتھیوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ اس حملے کی تفصیل آگے آئے گی۔

1345 ہجری میں جب غلاف کعبہ جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن ابن سعود ملک حجاز و نجد نے پہلی مرتبہ کعبے پر چڑھایا تھا تو اس وقت بھی نامعلوم لوگ غلاف کا نیچے کا حصہ (کوئی دو دو گز) کاٹ کر لے گئے تھے۔ اس کی تفصیل سلطان ابن سعود کے غلاف کے ضمن میں آگے آئے گی۔

## باب 5

## قرامطہ اور غلاف کعبہ

خلافت عباسیہ کی کمزوری کے جہاں اور دوسرے اسباب ہیں اس میں ان کے متحملہ فرقہ قرامطہ کا ظہور بھی ہے۔ حمدان اشعث قرمط کے پیر و قرامطی کہلاتے ہیں۔ قرامطی کی جمع قرامطہ ہے۔ لفظ قرمط کے معنی میں بھی مورخین کو بڑا اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے قرمط ایک موضع ہے۔ کوئی کہتا ہے قرمط کے معنی ہیں سرخ آنکھوں والا۔ بعض کہتے ہیں قرمط کے معنی قریب قریب پاؤں ڈال کر چلنے والا وغیرہ وغیرہ۔ قرامط نے 278 ہجری میں خروج کیا۔ اولاً یہ کوفے کے پڑوس میں ظاہر ہوئے پھر ان کی تعلیم بحرین تک پہنچ گئی۔ بعض مورخ ان کو شیعوں کی ایک شاخ بتاتے ہیں مگر ان کے عقائد ان کو کفر والحاد تک پہنچاتے تھے۔ بہت سے بدوی و صحرائی جاہل ان کے زمرہ میں داخل ہو گئے اور تھوڑے ہی عرصے میں یہ ایک لاکھ ستر ہزار آدمیوں کا لشکر میدان میں لانے کے قابل ہو گئے اور انہوں نے اپنے مشہور سرغنہ ابوسعید جنابی کے تحت اس قدر طاقت حاصل کر لی کہ 287 ہجری میں انہوں نے خلیفہ وقت معتضد باللہ ① کی فوج کو شکست دیکر خالدیہ فتح کر لیا۔ 301 ہجری میں ابوسعید کے قتل ہونے پر اس کا بھائی ابوطاہر سلیمان بن حسن قرامطہ کا امیر مقرر ہوا۔ اس نے بصرہ فتح کیا اور جہاں جہاں تک ان کی دسترس ہوئی یہ لوگ آگ اور تلواریں سے علاقے برباد کرتے چلے گئے۔ ان کے حملے زیادہ تر حاجیوں کے قافلہ ہی پر ہوتے تھے۔ حاجیوں کا خون انہوں نے مباح کر دیا تھا۔

① معتضد باللہ کا عہد حکومت ۲۷۹ ہجری سے ۲۸۹ ہجری تک رہا۔

316 ہجری سے حج کے راستے تقریباً بند ہو گئے تھے اور خصوصاً عراقی قافلہ موقوف ہو گیا تھا۔

● غلاف کعبہ کی روانگی بند ہو گئی تھی یہاں تک کہ 317 ہجری کے موسم حج میں ابوطاہر نے مکہ پر چڑھائی کی۔ وہ 8 ذی الحج کو اپنے سواروں سمیت بیت اللہ میں داخل ہوا اور عین حرم میں قتل و غارت گری کی۔ اہل شہر و مضافات کے تیس ہزار آدمی قتل کئے گئے۔ خاص حرم میں سات سو طواف کرنے والے مارے گئے۔ چاہے زمزم لاشوں سے بھر گیا۔ بہت سے لوگ تسبیح و تحلیل کرتے ہوئے ہلاک ہوئے، جس وقت قتل عام ہو رہا تھا، ابوطاہر کعبے کے سامنے کھڑا یہ شعر پڑھ رہا تھا:

انا باللہ و باللہ انا  
بخلق الخلق و انفسہم انا

یعنی ہم خدا کے ساتھ ہیں اور خدا ہمارے ساتھ ہے وہ خلق کو پیدا کرتا ہے اور ہم فنا کرتے ہیں۔  
قطب الدین لکھتے ہیں کہ قرامطہ بیت اللہ میں قتل و غارت کے وقت یہ پڑھ رہا تھا:

فلو کان ہذا لبیت اللہ ربنا  
لصب علینا النار من فوقنا صبا  
لانا جحنا حجتہ جاہلیۃ  
محللتہ لم یبق شرقا ولا غربا  
وانا ترکنا بین زمزم والصفاء  
جنا یز لا تبھی سوی رہا زبا

مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ اگر یہ خدا کا گھر ہوتا تو ہمارے سروں پر آگ برستی۔ ہم نے زمانہ جاہلیت کا حج کیا یعنی حلال و حرام کی تمیز اٹھادی اور مشرق و مغرب میں کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ ہم نے زمزم و صفا کے درمیان ایسے لوگوں کی لاشیں چھوڑی ہیں جو خدا کے سوا کسی کو نہیں پکار رہے تھے۔  
یعنی جن جن مسلمانوں کو ہی مارا۔

● تقی الدین فارسی کی تاریخ مکہ شفاء العزائم باخبار بلد الحرام میں مختلف ایسے واقعات کا حوالہ دیا گیا ہے جب عراقی قافلہ حجاج روانہ نہیں ہوا اور غلاف کی روانگی بند ہو گئی۔

صاحب تاریخ مذاہب اسلام لکھتے ہیں کہ ابوطاہر کے ہاتھ میں شراب کا پیالہ تھا، وہ اس نے بیت اللہ میں پیا۔ حاجیوں کی لاشیں جو زمزم میں ڈالنے سے بچ گئی تھیں وہ مسجد حرام میں دفن کر دی گئیں۔ اس کے بعد ابوطاہر نے کعبے کا دروازہ اکھاڑ ڈالا اور ایک شخص کو میراب رحمت یعنی کعبے کا پرانا لہ اکھاڑنے کے لئے چڑھایا مگر کسی کے تیر سے وہ گر کر مر گیا۔ پھر ایک دوسرے کو چڑھایا اس کا بھی یہی حشر ہوا۔ اس پر ابوطاہر نے کہا جانے دو مہدی موعود ❶ خود اگر اس کا انتظام کر لیں گے۔ ابوطاہر نے حاجیوں کا سامان کعبے کا خزانہ اور کعبے کا غلاف لوٹ کر اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا اور مقام ابراہیم و حجر اسود کو لے جانا چاہا۔ خدام کعبہ نے مقام ابراہیم کو کہیں چھپا دیا تھا۔ وہ نہ مل سکا مگر حجر اسود کو تاریخ 14 ذی الحجہ 317 ہجری اتوار کے دن عصر کے وقت جعفر بن حلاج معمار نے اکھاڑ دیا۔ اس کی جگہ خالی رہ گئی۔ طواف کرنے والے وقت طواف اس کی جگہ اپنا ہاتھ رکھ کر ہاتھ کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ یہ حالت بائیس برس تک یعنی حجر اسود کی واپسی تک قائم رہی۔ ابوطاہر حجر اسود کو ہجر کے مقام پر لے گیا۔ یہ بحرین میں ایک مقام تھا جہاں قرامطہ نے اپنا کعبہ بنایا تھا اور اسے دار البجرہ کہا کرتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ حاجی حجر اسود کی وجہ سے ان کے بنائے ہوئے کعبے میں جانے لگیں گے اور انہوں نے اس بارے میں بڑی کوشش کی۔ مکہ معظمہ کے راستے بند کر دیئے گئے جو 316 ہجری سے 327 ہجری تک بند رہے۔ اس مدت میں کوئی امید نہیں کہ خلیفہ بغداد (معتقد باللہ) غلاف کعبہ روانہ کر سکا ہو اور اس طرح گیارہ سال تک یا تو کعبے پر کوئی غلاف نہیں ڈالا گیا یا اگر ڈالا گیا تو بغداد کے سوا کہیں اور کا ہوگا۔

قرامطہ اپنی ان حرکات سے بہت خوش تھا۔ مگر اس واقعہ کی اطلاع جب امام عبید اللہ مہدی کو پہنچی تو وہ بہت ناراض ہوئے اور ابوطاہر کو کہا کہ خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے ایسے مقام کی بے حرمتی کی جو زمانہ جاہلیت سے اس وقت تک محترم چلا آ رہا تھا۔ ابوطاہر جو پہلے امام مدوح کا معتقد تھا اس بات پر دل شکستہ ہو کر ان کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔

❶ حضرت عبید اللہ مہدی سے مراد ہے جن کا ذکر خلفائے اسماعیل کے ضمن میں حاشیہ پر تفصیل سے کیا ہے۔

## باب 6

## مصر کے اسماعیلی خلفاء کا خلافت کعبہ

خلافت عباسیہ کے زمانہ میں خلافت کعبہ روانہ کرنے کی وجہ سے حجاز پر خلفائے بغداد کا بڑا اثر و رسوخ قائم ہو گیا تھا اور کعبے کو خلافت پہنانا حجاز پر حکومت کی دلیل سمجھا جاتا تھا۔ جب قرامطہ کے ظہور اور مصر میں ان کے حریف بنی فاطمہ کی حکومت قائم ہونے سے خلافت عباسیہ کمزور ہوئی تو خلافت پابندی کے ساتھ بغداد سے روانہ ہونے لگا۔ اس وقت کبھی سلاطین مصر اور کبھی خلفائے بغداد جس وقت جن کا اثر مکہ پر ہوتا تھا، خلافت کعبہ بھیج دیتے تھے۔ مصر کے یہ خلفاء فاطمین، عبیدیہ، چھدویہ اور بالخصوص اسماعیلیہ ❶ کہلاتے ہیں۔ 297 ہجری میں ان کی حکومت افریقہ میں قائم ہوئی اور عباسی خلافت بغداد کے ساتھ ساتھ دو سو ستر برس تک چلتی رہی۔ فروع کے زمانہ میں

❶ اسماعیلیہ مذہب والے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد ان کے فرزند حضرت اسماعیل کو ساتواں امام برحق مانتے ہیں اور پھر ان کے فرزند محمد اور ان کی اولاد میں امامت کو منتقل سمجھتے ہیں۔ فرقہ اسماعلیہ کے بارہویں امام حضرت عبید اللہ المہدی کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملتا ہے۔ مورخوں نے ان کا سلسلہ نسب مختلف بیان کیا ہے بعض کو ان کے فاطمی ہونے بھی بھی تامل ہے جو عداوت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر ان کا نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔

عبداللہ المہدی بن حسین الثقی بن احمد الونی بن عبداللہ الرضی بن محمد بن اسماعیل بن امام جعفر صادق حضرت جہدی کے والد حسین الثقی (یا محمد الجیب) قصہ اسلامہ میں جو ملک شام کے مشہور شہر حمص سے متصل ہے، رہا کرتے تھے اور یہاں سے مذہب اسماعلیہ کے داعی اطراف عالم میں روانہ کرتے تھے۔ اس طریقہ پر اس فرقے کے اصول بین، یمامہ، بحرین، سندھ، ہندوستان، مصر و شمالی افریقہ میں پھیل گئے۔ (بقیہ حصہ اگلے صفحہ پر)

خلفائے اسماعیلیہ کی سلطنت افریقہ، مصر، شام، یمن اور حجاز تک پھیل گئی تھی۔ یہ بادشاہ بڑے بہادر، سخی، علم دوست، منتظم، مدبر اور متشرع تھے۔ البتہ اپنے مذہب کی اشاعت میں جو امامیہ مذہب سے ملتا جلتا ہے، "جبر و سختی سے بھی کام لیتے تھے۔ 363 ہجری میں حرین الشریفین نے بھی

(پچھلے صفحہ کا باقی حصہ) حضرت عبید اللہ مہدی ۲۶۰ ہجری میں بمقام اسلامیہ پیدا ہوئے تیسری صدی ہجری کے آخر میں ان کے والد نے وفات کے وقت ان سے فرمایا کہ تم مہدی ہو۔ میرے بعد تم کو دو دراز ملکوں میں جانا پڑے گا اور مختلف قسم کی سخت آزمائشیں ہوں گی۔ مہدی خاموشی کے ساتھ سلامیہ میں رہتے تھے یہاں تک کہ ان کا ایک پر جوش داعی ابو عبد اللہ حسین جو شیبعی کے نام سے مشہور ہے، ۲۷۰ ہجری میں افریقہ گیا اور اپنے غیر معمولی جوش و قابلیت سے اس نے قوم بربر کو اپنا مستعد بنا لیا اس کے داعیان مذہب نے ملک میں مشہور کر دیا کہ اب امام مہدی کے ظہور کا وقت آ گیا ہے اور سب لوگ انقلاب کے منتظر ہو گئے۔ اس زمانہ میں افریقہ کا حاکم زیادہ تہ اللہ تھا، اس کی نارائقی سے ابو عبید اللہ نے فائدہ اٹھا کر جنگ و جدال کے بعد بہت سی فتوحات حاصل کر لیں اور مہدی کے پاس ایک وفد روانہ کیا اور ان کو افریقہ بلا بھیجا تا کہ وہ اپنی سرپرستی میں اس مذہب کی تبلیغ کریں۔ عبید اللہ مہدی مع اپنے فرزند اور چند مریدان خاص ہمراہ افریقہ روانہ ہوئے۔ اگرچہ یہ سب کارروائی بہت ہی خفیہ طور پر کی گئی تھی مگر پھر بھی کمنٹی باللہ خلیفہ بغداد نے اپنی سلطنت میں ان کے حلیے روانہ کر کے ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا اور ۲۹۶ ہجری میں مراکو سے متصل مقام بجل ماسہ وہ قید کر لئے گئے۔ ابو عبد اللہ حسین کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ ایک بڑی فوج لے کر بڑھا۔ والی مراکو لڑائی میں مارا گیا اور ابو عبد اللہ کو زبردست فتح حاصل ہوئی اس نے مہدی کو قید خانہ سے نکالا اور ان کو گھوڑے پر سوار کرا کے خود مع امراء و روساء کے پایادہ آگے آگے ان کے کے ڈیرے تک گیا۔ خوشی کے مارے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور لوگوں سے جو سڑک پر جمع تھے یہ آواز بلند کہتا جاتا تھا کہ "لوگوں اپنے آقا و مورا کو دیکھو اور اپنے امام کو پہنچانو۔" مہدی کچھ دن بجل ماسہ میں رہے پھر شہر فادہ کو گئے جہاں لوگوں نے ان سے بیعت کی اور ان کا تسلط تمام افریقہ میں ہو گیا۔ حضرت مہدی نے جس خوبی سے انتظام سلطنت سنبھالا اس سے ابو عبد اللہ شیبعی اور اس کے بھائی ابو العباس کو حسد ہوا اور مہدی کے قتل کی سازش کی لیکن وہ پکڑی گئی، اور مہدی نے ان دونوں بھائیوں کو قتل کرا دیا۔ ابو عبد اللہ کے قتل کے بعد مہدی نے اپنی فتوحات کا سلسلہ قائم کیا اور چوبیس سال کی نہایت کامیاب حکومت کے بعد ۱۵ ربیع الاول ۳۲۳ ہجری کو انتقال کیا۔ ان کے بعد ان کے فرزند ابو القاسم محمد نثار القاسم یا مر اللہ کے لقب سے خلیفہ ہوئے۔ حضرت مہدی کی اولاد میں تیرہ خلفاء یا امام ہوئے ہیں۔ جو عبید اللہ المہدی کے جانشین ہونے کی وجہ سے عبیدی بھی کہلاتے ہیں۔

فرقہ اسماعیلیہ کے چوتھے خلیفہ ابوتیمیم معد المعز لدین اللہ کی اطاعت قبول کر لی تھی اور وہاں خلفائے بغداد کا خطبہ موقوف ہو کر اس کا خطبہ پڑھا جانے لگا تھا۔ اگرچہ حجاز پر اسماعیلیہ کا اثر ان کی سلطنت کے اختتام یعنی 567 ہجری تک باقی رہا مگر خلفائے بغداد بھی 656 ہجری تک حکومت حجاز کے دعویدار رہے اور اس زمانہ میں جس کا زور حجاز میں بڑھ جاتا اسی کا خطبہ وہاں پڑھا جانے لگا اور وہی غلاف کعبہ بھیج دیتا لیکن غالب المعز لدین کے بقول اللہ کے زمانہ سے کوئی ایک سو برس تک غلاف کعبہ مصر ہی سے جاتا رہا۔ المعز کے جانشین بھی بڑے اہتمام کے ساتھ حرمین کے امراء و شرفاء کی تنخواہیں اور غلاف کعبہ بھیجا کرتے تھے۔ حکیم ناصر خسرو جس نے 439 ہجری سے 442 ہجری تک مصر سے روانہ ہو کر چارج کئے تھے، اس کے سفر نامے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت سلطان مصر ابوتیمیم معد مستنصر بامر اللہ بن طاہر تھا جس کی سلطنت 427 ہجری سے 487 ہجری تک رہی۔ یہ سال میں دو مرتبہ مقررہ اوقات پر غلاف کعبہ و وضائف اہل حرمین نہایت پابندی کے ساتھ بھیجا کرتا تھا۔ ایک دفعہ توج کے زمانہ میں غلاف بھیجا جاتا تھا، دوسری مرتبہ کا پتہ نہ لگا کہ کس وقت بھیجتا تھا۔

وسط رجب میں سلطان کی جانب سے مسجدوں میں اعلان کر دیا جاتا تھا کہ:

”مسلمانو! حج کا موسم آرہا ہے، سلطانی فوج گھوڑے، اونٹ زاد سفر وغیرہ حسب

معمول تیار ہے جو شخص حج کے واسطے جانا چاہتا ہے قافلہ کے ساتھ ہو سکتا ہے۔“

اسی طرح رمضان میں بھی منادی کی جاتی تھی۔ عموماً یکم ذی قعد سے حاجی روانہ ہونے شروع

ہوتے تھے۔ غلاف کعبہ کے ساتھ جو فوج رہتی تھی اس کی خوراک اور دانہ چارہ کے اخراجات کا

اندازہ ایک ہزار دینار روزانہ تھا۔ اس کے علاوہ ہر شخص کو بیس دینار علیحدہ ملتے تھے۔ یہ قافلہ پچیس

دن میں مکہ پہنچتا تھا۔ دس دن وہاں قیام ہوتا تھا۔ پچیس دن واپسی میں لگتے تھے۔ اس طرح مہینے

میں ساٹھ ہزار دینار خرچ ہوتے تھے۔ تنخواہیں، مزدوریاں، انعام اکرام، مرے ہوئے اونٹوں کے

بدلے میں جو اونٹ خریدے جاتے تھے ان کی قیمت اس کے علاوہ ہوتی تھی۔ 439 ہجری میں حجاز

کے سخت قحط کے باعث مصر سے حاجیوں کا قافلہ نہیں جاسکا تھا۔ البتہ غلاف کعبہ دریائی راستے سے



بھیج دیا گیا جو مدینے سے ہوتا ہوا ایک ماہ چھ دن میں مکہ پہنچ گیا تھا۔ ناصر خسروی اس کے ساتھ تھا۔ ناصر خسرو کے مذکورہ بالا حساب سے کعبے کی بلندی 32 گز ہوتی ہے لیکن یہ واضح رہے کہ کعبے کی بلندی ہمارے انگریزی کے حساب سے تخمیناً سولہ گز ہے۔ اس طرح ناصر خسرو نے جس گز کی پیمائش دی ہے وہ آدھے گز کا ہوگا۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں، خلفائے بنی فاطمہ کا اثر و اقتدار حجاز پر کوئی ایک سو برس تک رہا تھا اور اسی خلیفہ مستنصر کے زمانہ میں اس کی سلطنت کی کمزوری کے سبب مکہ و مدینہ میں اس کا خطبہ موقوف ہو گیا تھا۔ جس سے قیاس ہوتا ہے کہ اسی وقت خلفائے مصر کا خلافت پہنچنا بھی بند ہو گیا ہوگا اور بغداد سے خلافت آنے لگا ہوگا۔

## باب 7

## مصری سلاطین ایوبیہ کا غلاف کعبہ

اسماعیلی خلفائے مصر کے آخری تاجدار عاضد الدین اللہ میں ملک کا انتظام کی کوئی قابلیت نہ تھی۔ اسماعیلی یا فاطمی خلافت جو ایک سو برس سے مسلسل کمزور ہوتی چلی آرہی تھی۔ وہ اب اور بھی کمزور ہو گئی۔ عاضد الدین اللہ اپنے مشہور وزیر صلاح الدین بن ایوب <sup>①</sup> فاتح بیت المقدس کے ہاتھ میں کھ پتلی بنا ہوا تھا۔ محرم 567 ہجری میں عاضد کی وفات پر خلفائے فاطمی کی اولاد میں اس وقت کوئی بھی ایسا منتظم و مدبر موجود نہ تھا جو اس پر آشوب زمانہ میں مجاہدین صلیب کے سیلاب کو روک کر مصر و حجاز کو بچا سکتا۔ اس لئے صلاح الدین نے سلطنت مصر کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں لے لیا اس کے ساتھ ہی ملک حجاز بھی جو بہ لحاظ تعلقات مصر کا ایک جزو تھا۔ صلاح الدین کے قبضے میں آ گیا۔ تاہم خلافت عباسی چونکہ ابھی تک بغداد میں قائم تھی۔ اس لئے صلاح الدین نے مصر میں خلیفہ بغداد ہی کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور غلاف کعبہ بھی بدستور بغداد سے آتا رہا۔ کچھ دن بعد خطبہ میں خلیفہ بغداد کے نام کے ساتھ صلاح الدین کا نام بھی لیا جانے لگا اور چونکہ حرمین کے امرا اور روساء کی صلاح الدین نے تنخواہیں مقرر کر دی تھیں۔ اس وجہ سے حجاز پر خلیفہ بغداد سے زیادہ

① صلاح الدین فاتح بیت المقدس کا نام نامی کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ایک اچھے بادشاہ میں جس قدر صفات حمیدہ ہونی چاہیں وہ سب میں موجود تھیں۔ صلیبی مجاہدین نے عیسائیوں کے ٹڈی دل کا مقابلہ جس بہادری کیا وہ صفحات تاریخ میں ہمیشہ یاد رہے گا۔ 564 ہجری میں یہ عاضد الدین اللہ خلیفہ مصر کا وزیر ہو۔ 567 ہجری میں مصر حجاز و شام کا بادشاہ ہوا۔ 589 ہجری میں وفات پائی۔ دمشق میں اس کی قبر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

صلاح الدین کا اثر تھا۔

589 ہجری میں صلاح الدین کی وفات کے بعد اس کا لڑکا عزیز عثمان فرمانروائے مصر ہوا اور اس طرح کوئی اسی برس یعنی 648 ہجری تک اس خاندان میں سلطنت چلتی رہی۔ صلاح الدین کے نام کے جزو ایوب کی وجہ سے تاریخ مصر میں یہ بادشاہ سلاطین ایوبیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ زمانہ چونکہ خلفائے عباسی کی انتہائی کمزوری کا تھا اس وجہ سے حجاز کے حقیقی فرمانروا سلاطین ایوبیہ ہی تھے۔ اگرچہ اس وقت ہمارے پاس کوئی ایسی شہادت نہیں ہے جس سے سلاطین ایوبیہ کے روانگی غلاف کعبہ کی کیفیت معلوم ہو سکے۔ تاہم بعض مؤرخ اس پر متفق ہیں کہ غلاف کعبہ کے ساتھ برقع کعبے کا ایجاد خاندان ایوبیہ کی مشہور ملکہ شجرۃ الدرر<sup>①</sup> نے کی تھی اور اس زمانہ میں محل کی روانگی بڑے تزک و احتشام سے ہوا کرتی تھی۔ غلاف کعبہ میں برقع کعبہ یعنی در کعبہ کے پردے کی موجد بھی یہی ملکہ سمجھی جاتی ہے، چونکہ اس ملکہ کا نام فاطمہ تھا اس وجہ سے برقع کعبہ کو برقع فاطمہ کہتے ہیں اور عوام الناس اس کو فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کی ایجاد سمجھتے ہیں۔

### پانچویں چھٹی صدی میں غلاف کعبہ کا سفر:

چھٹی صدی ہجری تک غلاف کعبہ کے ساتھ محل کا وجود نہ تھا۔ اُس زمانہ میں غلاف کعبہ کبھی خشکی کی راہ سے اور کبھی بحری راستے سے بھیجا جاتا تھا۔ ناصر خسرو کے سفر نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ 439 ہجری میں غلاف کعبہ نے اسلامی تاریخ کے مطابق بحری راستے سے جو منزلیں طے کی تھیں، اس کی تفصیل یہ ہے۔

① شجرۃ الدرر کے معنی موتیوں کے درخت کے ہیں۔ یہ ملک الصالح نجم الدین کی بیوہ تھی۔ اس کی وفات کے بعد چند مہینے مصر کی فرمانروا بھی رہی، بعد میں اس نے ملک المعز عز الدین ایک سے جو ملوک خاندان کا پہلا بادشاہ تھا، عقد کر لیا اور سلطنت مصر اس کے حوالہ کر دی۔ ۶۵۵ ہجری میں مغرب نے شاہ موصل کی لڑکی سے نکاح کا پیام دیا اس پر شجرۃ الدرر نے معز کو زہر دے دیا۔ معز کے غلاموں نے شجرۃ الدرر کو قتل کر ڈالا۔ اس ملکہ کا نام فاطمہ تھا۔ اس کی قبر قاہرہ کے محلہ نحاسین میں ہے اور عام لوگ اس کو قبر فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا تصور کرتے ہیں۔ یہ ملکہ نہایت مخیر اور بافیض تھی۔ اہل مصر کو اس کے مزار سے خاص عقیدت ہے۔

روانگی از قاہرہ جانب قلزم (سوز)

خشکی کا سفر

درود سوز

سفر دریا

ورود بمقام جار ①

از جار تا مدینہ براستہ خشکی

قیام مدینہ منورہ

سفر خشکی مدینہ تا مکہ

درود مکہ معظمہ

یکم ذیقعدہ 439 ہجری

یکم تا 5 ذیقعدہ

6 ذیقعدہ

21 تا 2 ذیقعدہ 150 یوم

22 ذیقعدہ

23 تا 26 ذیقعدہ

27 تا 28 ذیقعدہ

29 ذیقعدہ تا 6 ذی الحج

6 ذی الحج

بقول مقریزی مستنصر باللہ ابی تمیم معد بن الظاہر فاطمی خلیفہ مصر کی حکومت 427 ہجری سے

487 ہجری تک ہے۔ اس دور میں مصری حاجیوں اور عربوں میں فساد ہوا اور مصریوں کے لئے

خشکی کا راستہ بند ہو گیا۔ اس زمانہ میں مصری حاجی دریائے نیل کے راستے سے قوس ② پہنچے تھے۔

یہاں سے صحرا کو طے کرتے ہوئے عیذاب میں آتے تھے۔ وہاں سے دریائی راستے سے جدہ

داخل ہوتے تھے۔ 659 ہجری میں جب ملک الظاہر رکن الدین بھرس نے خلافت عباسی کی تباہی

کے بعد پہلا غلاف کعبہ بھیجا اس وقت سے مصریوں کے لئے پھر خشکی کا راستہ کھل گیا۔

① اس زمانہ میں ہمیں پتہ نہ لگا کہ جار کہاں ہے، غالباً یہ کسی بندرگاہ کا نام ہے جو آج کل کسی دوسرے نام سے مشہور

ہے۔ کیا عجب ہے کہ بندرگاہ میسوع کو اس وقت جار کہتے ہوں۔ ② یہ علاقہ مصر صعید میں دریائے نیل کے کنارے

ایک آباد قصبہ ہے۔ زمانہ قدیم میں بھی اس کو خاص شہرت حاصل تھی۔ 579 ہجری میں اوہر سے ابن جیر کا گذر ہوا

تھا۔ وہ قاہرہ سے کشتی میں انیسویں دن پہنچا تھا۔ وہ کہتا ہے یہ شہر بہت آباد ہے۔ بازار نہایت پاکیزہ اور مکانات

خوب کشادہ ہیں۔ طرابلس مصر اور اسکندریہ کے حاجیوں کے ملنے کی جگہ ہے، تمام قافلے ٹھرتے ہیں اور یہاں سے

عیذاب جاتے ہیں۔

## باب 8

## مملوک سلاطین مصر کا غلاف کعبہ

648ء میں مصر کی سلطنت ایوبیہ ختم ہو گئی اور مملوکوں کی حکومت شروع ہوئی۔ ادھر 652ء ہجری میں خلافت بغداد کا خاتمہ ہو گیا ① اور بقول سیوطی تین سال تک دنیا بغیر خلیفہ کے رہی ②۔ اس کے بعد 659ء ہجری میں خلافت کی گدی مصر میں تیار کی گئی۔ بعض عباسی شہزادے جو تاتاریوں کی تلوار سے بچ گئے تھے، بھاگ کر مصر پہنچے۔ مملوک سلاطین نے پیرزادہ سمجھ کر ان کے قدم لئے اور اپنی نئی سلطنت کی رونق بڑھانے کے لئے تبرک کے طور پر ناصر الدین اللہ کے پوتے مستنصر باللہ کو خلافت کا سجادہ نشین بنا دیا اور یہ سجادہ نشینی کا سلسلہ بھی مملوکوں کی سلطنت کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اس طرح بے ملک کے خلیفہ بھی کوئی اٹھارہ ہوئے ہیں۔

① بغداد تباہی کا واقعہ نہایت مشہور ہے۔ چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان نے ۶۵۶ ہجری میں خلیفہ مستنصر باللہ کے وزیر ابن علقمی سے سازش کر کے بغداد پر چڑھائی کی اور اس بری طرح سے محاصرہ کیا کہ بغداد کے لاکھوں باشندوں میں سے بمشکل کنتی کے آدمی جان بچا کر بھاگ سکے۔ عورت، مرد بچے، علماء، شاعر، محدث، مفسر سب تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ البتہ محلہ کارخ کے شیعوں کو ابن علقمی کے طفیل میں پناہ مل گئی۔ ② جلال الدین سیوطی مولف تاریخ الخلفاء نے یزید اور اسی قسم کے دوسرے فاسق و فاجر بادشاہوں کو بھی خلیفہ یعنی آنحضرت کا جانشین اور مسلمانوں کا روحانی پیشوا تسلیم کیا ہے۔ گویا سیوطی کی نظر میں خلافت کے لئے تقدس و تقویٰ و علم و عبادت کی ضرورت نہیں ہے خلیفہ کچھ بھی کرے پھر بھی وہ رسول اللہ کا سچا جانشین سمجھا جاتا ہے۔ سیوطی اگر اس زمانہ میں ہوتے تو ان کو یہ دیکھ کر بڑا صدمہ ہوتا کہ دس بارہ سال سے کوئی خلیفہ نہیں ہے اور دنیا کے کاروبار بفضل اللہ تعالیٰ سب اچھی طرح چل رہے ہیں۔

اس زمانہ میں مصر و حجاز کے اصلی مالک مملوک سلاطین ہی تھے۔ البتہ یہ حیثیت مذہبی و روحانی پیشوا کے خاص خاص کاغذوں پر ان پیرزادوں کی مہر بھی کرائی جاتی تھی۔ ① اس ترکیب سے مملوکوں کی سلطنت ایک باضابطہ خلافت ہو گئی تھی۔ سلاطین ایوبیہ مصر کے آخری فرمانروا ملک صالح نجم الدین ایوب ② نے 637 ہجری میں نو مسلم فرنگی غلاموں کا ایک رسالہ مرتب کیا تھا۔ اس کی وفات کے بعد 648 ہجری میں اس رسالے کا افسر ملک معز الدین، ایک مصر کا سلطان ہو گیا اس کے بعد اس کا لڑکا تخت نشین ہوا اور اسی طرح ڈھائی سو برس تک مصر میں ان کی بادشاہت چلتی رہی۔ یہ لوگ سرکیشیا (چرکسیا) کے رہنے والے تھے۔ اس لئے ان کو چرکسی بھی کہتے ہیں جس کی جمع چرکسہ ہے۔ نیز غلام ہونے کی وجہ سے مملوک کہلاتے ہیں۔ 922ء ہجری میں ان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور ملک مصر سلطان ترکی کے تصرف میں آ گیا۔ رہے سب مملوکوں کا قلع قمع 1811ء میں محمد علی پاشا ③ نے قتل عام کر کے کر دیا۔

④ یہ خلفاء اسلامی خدمات کے بناء پر بعض بادشاہوں وغیرہ کو خلعت بھی عطا فرماتے تھے۔ سلطان محمد تعلق بادشاہ ہند کے نام بھی ۷۰۹ ہجری میں مصر سے خلعت و فرمان آیا تھا جس پر اس نے بڑا دربار کیا تھا۔ قصائد بدر پانچ میں اس واقعہ کی نسبت ایک قصیدہ موجود ہے جس کا مطلع یہ ہے:- جبرئیل از طاق گراں ابشروا گویاں رسید۔ کر خلیفہ سو سے سلطان خلعت و فرمان سید۔ ⑤ مصر میں ملک الصالح نجم الدین کا شمار اولیاء اللہ اور صاحبان خرقہ میں کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کے پتوں کی ٹوکریاں بنا کر گذراوقات کیا کرتا تھا اور شاہی خزانہ سے ایک پیسہ نہیں لیتا تھا۔ اس کا زمانہ سلطنت ۶۳۷ ہجری سے ۶۴۷ ہجری تک ہے۔ قاہرہ کے محلہ نحاسین کسارٹھ میں اس کا مزار ہے اور ربیع الثانی میں یہاں اس کا مولود جو ایک قسم کا عرس ہوتا ہے ہر سال کیا جاتا ہے۔ ⑥ خاندان حذیو یہ مصر کا بانی محمد علی پاشا ۶۹۹ء میں ترکی کے صوبہ رومیلیا میں پیدا ہوا تھا۔ ترکی فوج میں بھرتی ہو کر اس نے ۱۷۹۹ء میں فرانسیسیوں کے مقابلہ میں سلطان ترکی کی طرف سے مصر میں لڑ کر داد شجاعت دی۔ بعد میں وہ مصر کا گورنر ہو گیا اور مملوک سلاطین کے پسماندوں کی بغاوتیں فرد کر کے مصر کا انتظام سخت اصول پر قائم کیا۔ ۱۸۱۱ء میں نجدیوں کا قبضہ حجاز سے اٹھا دیا۔ ۱۸۳۱ء میں ترکوں سے جھگڑ کر اپنے لڑکے ابراہیم پاشا کو ملک شام پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا اور بہت سا علاقہ ترکوں سے فتح کر لیا۔ اس کے بعد یورپ نے بیچ میں پڑ کر صلح کرادی جس کی وجہ سے ملک مصر ہمیشہ کے لئے اس کے خاندان کے لئے واسطے مخصوص ہو گیا۔ ۱۸۴۸ء میں بوجہ ضعیفی اس نے گوشہ نشینی اختیار کر کے حکومت مصر اپنے فرزند ابراہیم پاشا کے سپرد کی اور ۱۸۴۹ء میں قاہرہ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

مملوک سلاطین ① کے زمانے میں غلاف کعبہ کی مصر سے روانگی بڑی دھوم دھام سے ہوا کرتی تھی۔ وہ خود بھی بہترین لباس پہنے محمل کے ساتھ ساتھ رہا کرتے تھے اور اپنے ہتھیاروں دوسرے پر تکلف سامان، شان و شوکت اور جاہ و حشم میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں سعدیہ فرقتے ② کے درویش بھی محمل کے ساتھ زندہ سانپ کھاتے ہوئے نکلا کرتے تھے اور غلاف کعبہ و محمل بڑے تزک و احتشام کے ساتھ قاہرہ سے روانہ ہوا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ 750 ہجری میں ملک الصلاح اسماعیل ابن ملک الناصر بن قلاؤں نے غلاف کعبہ کی تیاری کے لئے صوبہ قیلوبیہ ضلع قاہرہ کے تین گاؤں بسوس، سنہ بیس اور ابو العیظ خرید کے وقف کر دیئے۔ بعض مورخوں نے سند بیس کی جگہ موضوع حوص کا نام بھی لکھا ہے۔ ان تینوں گاؤں کی آمدنی 89000 درہم یعنی تخمیناً اکیس ہزار چھ سو چھپن روپے تھی لیکن قحط وغیرہ کی وجہ سے جب ان

① ملوک سلاطین مصر کے پسماندہ امراء و روسا، سلطنت ترکی کو تنگ کیا کرتے تھے اور ہر وقت ان سے کھٹکا لگا رہتا تھا۔ ۱۸۱۱ء میں جب محمد علی پاشا نے وہابیوں کے مقابلہ کے لئے حجاز پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو اپنے گھر کا انتظام کرنے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ صلاح و مشورے کے حیلے سے تمام چھوٹے بڑے ملوک سرداروں کو قلعہ قاہرہ میں بلایا اور ان سے کہا کہ میں تو وہابیوں کو حجاز سے نکالنے جا رہا ہوں۔ مصر کا انتظام تمہارے ہاتھ ہے۔ دربار برخواست ہوا۔ محمد علی پاشا اپنے محل میں چلا گیا اور ملوک اپنے گھر آتے گئے مگر قلعہ کے دروازے میں قفل پڑ چکا تھا اور گولیوں کی بارش ہونے لگی تھی۔ ۷۰ ملوکوں میں سے صرف ایک شخص امین بے اپنے گھوڑے کو قلعہ کے تیرہ گز اونچی دیوار سے کدوا کر گولیوں کی بوچھاڑ میں سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہوا۔ اس کے بعد وہ تمام ملوک جو شہر میں باقی رہ گئے تھے قتل کئے گئے اور ان کا گھریار لوٹ لیا گیا۔ ② یہ درویش مصر میں اب بھی موجود ہیں۔ اس فرقتے کے بانی کا نام سعد تھا۔ قاہرہ میں میلا النبی، شب معراج کی تقریب پر یہ لوگ ذکر کرتے ہوئے غول بنا کر نکلتے ہیں اور مختلف قسم کی کراہتیں دکھاتے ہیں۔ ان کے مرشد نے سانپ کھانا حرام قرار دیا ہے ورنہ ایسے موقعوں پر یہ لوگ زندہ سانپ کا پھن چبا جاتے تھے۔ میلا النبی کے جشن میں ان کے مرشد کی سواری گھوڑے پر نکلتی ہے۔ یہ لوگ سڑک پر ایک دوسرے کے برابر برابر اوندھے لیٹ جاتے ہیں اور مرشد گھوڑے پر سوار معہ دو خادموں کے جو لگام پکڑے رہتے ہیں ان کی تیغ پر سے گزرتے ہیں جس پر سے گھوڑا نکل جاتا ہے وہ اٹھ کر آگے لیٹ جاتے ہیں، اس طرح یہ مرشد راستے بھراپنے مریدوں پر سے خرامان خرامان گذرتے ہیں۔

دیہات کی مال گزاری وصول نہیں ہوتی تھی تو غلاف کعبہ بھیجنا بھی ملتوی ہو جاتا تھا۔

مملوک بادشاہوں کے زمانہ میں جو امیر الحاج غلاف کعبہ لے جاتا تھا۔ وہ بڑے مرتبہ کا عہدہ دار سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد وہ صوبہ کی گورنری کا دعویدار ہو جاتا تھا۔ سلطان و والی کے بعد یہ خدمت سمجھی جاتی تھی۔ اس کی رائے کو خاص وقعت دی جاتی تھی۔ اس کی خدمت مستقل ہوتی تھی۔ اس کا تقرر فرمان شاہی سے ہوا کرتا تھا۔ حجاز میں وہ بڑا اقتدار رکھتا تھا اور امراء مکہ کا عزل و نصب بھی اکثر اس کے حکم سے ہوتا تھا۔

مملوک بادشاہوں نے اپنی سلطنت میں یہ حکم دے دیا تھا کہ مصر سے حجاز تک جہاں جہاں سے محمل گزرے وہاں کے عہدہ دار محمل کے اونٹ کے پاؤں کو چومیں۔ سلطان الظاہر چقمق نے 843ء میں یہ طریقہ موقوف کیا۔

بعض مورخ کہتے ہیں کہ ملک منصور ابوالمعانی قلاؤں صالحی نے جس کی سلطنت 678ء سے 689ء ہجرت تک رہی۔ بند غلاف کعبہ کا رواج دیا تھا لیکن تقی الدین فاسی کے بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ناصر الدین اللہ عباسی کے زمانہ سے جس کی حکومت 575ء سے 592ء ہجری تک رہی، تقی الدین کے زمانہ 812ء ہجری تک غلاف کا رنگ سیاہ ہی چلا آ رہا تھا۔

مملوک سلاطین کے غلاف کے کتبے کی نسبت کہتے ہیں کہ اس پر آیات قرآنی، کلمہ طیبہ اور صحابہ کرام کے نام بنے رہتے تھے اور بڑے بڑے حروف کے اندر باریک باریک حروف کے کتبے بھی ہوا کرتے تھے۔ حاشیہ پر بھی آیات قرآنی ہوا کرتی تھی۔ کبھی کبھی غلاف کعبہ بالکل سادہ بھی ہوتا تھا۔



## باب 9

## غلاف کعبہ سلاطین عثمانیہ کے زمانہ میں

923 ہجری میں جب ارض مقدس حجاز قلمرو عثمانیہ میں داخل ہوئی تو غلاف کعبہ کی تیاری رواج قدیم کے مطابق مصر سے جاری رہی مگر سلطان اسماعیل ابن ملک الناصر بن قلاؤں کے وقف کردہ دیہات کی آمدنی غلاف کے مصارف کے لئے جب ناکافی ہونے لگی تو سلطان سلیمان اعظم نے جس کا زمانہ 926 ہجری سے 974 ہجری تک ہے، علاقہ مصر کے سات گاؤں اور وقف کروائے جن کے نام اور آمدنی درج ذیل ہے:

نمبر	نام موضع	آمدنی
1-	سلکہ	30496 درہم
2-	سیر و نچہ	71820 درہم
3-	قریش الحجر	51304 درہم
4-	منایل و کوم ریحاں	37840 درہم
5-	بجام	14934 درہم
6-	منیۃ النصارى	160858 درہم
7-	بطالیا	10484 درہم

جملہ (365152) درہم

اس وقف نامے کی تکمیل ماہ صفر 947 ہجری میں ہوئی، اس کے بعد بارہویں صدی ہجری میں محمد علی پاشا خدیو مصر نے ایک باضابطہ وقف نامہ لکھ کر اس کی تجدید کر دی لیکن آمدنی مذکورہ غلاف کے جملہ مصارف کے لئے عموماً کافی ثابت ہوتی تھی اس لئے عام خزانہ مصر سے اس تکمیل کی جاتی رہی۔ جس کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

### غلاف کعبہ کے اجزاء اور کتبے:

چونکہ مذہب اسلام میں خالص ریشمی کپڑے کا استعمال ناجائز ہے اور غلاف کعبہ بھی بعض اوقات لوگوں کے استعمال میں آجاتا ہے۔ اس لئے غلاف میں اس کا لحاظ عموماً ہر زمانہ میں کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ عہد عثمانیہ کے غلاف میں بھی تانا سوت کا اور بانا ریشم کا ہوتا تھا۔ اس کا کپڑا نہایت دبیز اور چمکدار سیاہ یا اوداہٹ لئے ہوئے سیاہ یعنی بلیو بلیک ہوتا تھا۔ 1344ء تک غلاف کعبہ حسب دستور قدیم مصر سے ہی آتا رہا۔ غلاف کعبہ کی تیاری قاہرہ میں ہوتی تھی۔ 1835ء میں ولیم لیس نے لکھا تھا کہ قلعہ قاہرہ ① میں غلاف تیار کیا جاتا ہے۔ 1853ء میں پکتان برٹن نے لکھا کہ قاہرہ میں محلہ باب الشعاریہ کے متصل روئی کے ایک کارخانہ میں جسے الخرنفیش کہتے ہیں، غلاف تیار ہوتا ہے۔ مراۃ الحرمین میں غلاف تیار کرنے والے محلے کا نام خرنفیش بتایا گیا ہے اور اس کارخانہ کا نام مصنع الکسوۃ ② تحریر ہے۔ طویل عرصہ تک اسی کارخانہ میں اور اس محلے میں غلاف تیار ہوتا رہا۔ تیاری غلاف کا انتظام عبداللہ فائق بک کے سپرد تھا اور وہی اسی کارخانہ کے مہتمم تھے۔ انہوں نے غلاف میں بہت خوبی اور صفائی پیدا کر دی۔ عہد عثمانیہ کے غلافوں کے ٹکڑے ہزاروں آدمیوں کے پاس موجود ہیں۔ اس درویش کے پاس بھی کئی ٹکڑے ہیں جن میں ایک کوئی ڈیڑھ گز کا ہے۔ یہ میں نے 1345ء ہجری میں مکہ معظمہ میں لیا تھا اور یہ 1344 ہجری

① یہ قلعہ وہ معظم کی چوٹی پر شہر قاہرہ کی سطح سے کوئی ڈھائی سو فٹ کی بلندی پر بنا ہوا ہے۔ باوجود اس بلندی کے قلعہ کے اندر جانے کا راستہ ایسا بنایا گیا ہے کہ لدے ہوئے اونٹ آسانی چڑھ سکتے ہیں۔ یہ قلعہ سلطان صلاح الدین نے ۵۷۶ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ قلعے کے اندر محمد علی پاشا بانی خاندان خدیوہ کا عالی شان محل، سنگ مرمر کی ایک خوشنما مسجد اور توپین ڈھالنے کا کارخانہ ہے۔ ② مصنع الکسوۃ کے معنی غلاف کا کارخانہ۔

کے غلاف کا ٹکڑا ہے۔ اس کا رنگ بلیو بلیک ہے۔ ایک دوسرا ٹکڑا گہرے سیاہ رنگ کا ہے۔ یہ کوئی بیس برس قبل کا ہے اور بہت دبیز ہے مگر اس کی ساخت میں اس قدر صفائی نہیں ہے اور بننے کی ترکیب میں بھی تھوڑا سا فرق ہے۔ عہد عثمانیہ کا غلاف چار بڑے اجزاء پر مشتمل ہوتا تھا۔

(الف) اصل غلاف یا کسوۃ

(ب) حزام (پٹی)

(ج) رنوکات (دائرے)

(د) بُرُقع (باب کعبہ کا پردہ)

اب ان چاروں اجزاء کی تشریح بہ قدر ضرورت کی جاتی ہے۔

اصل غلاف:

کعبہ بہ ظاہر بالکل مربع عمارت معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ مربع نہیں بلکہ مختلف اضلاع کا ایک چوکھونٹا کمرہ ہے۔ مورخین نے اس کی پیمائش مختلف لکھی ہے مگر زیادہ صحیح یہ ہے:

انچ	فٹ	عرض	مشرقی دیوار
10	37	عرض	مشرقی دیوار
6	39	عرض	مغربی دیوار
3	32	عرض	شمالی دیوار
4	33	عرض	جنوبی دیوار
9	48	چاروں دیواروں کی بلندی	

غلاف کے کپڑے کا عرض 35 انچ کا تھا۔ یعنی ایک انچ کم گز بھر کا۔ اس حساب سے کعبے کی چاروں دیواروں کو اوپر سے نیچے تک ڈھانپنے کے لئے ساڑھے تیرہ گز کے 62 تھان آتے تھے۔ اس کپڑے کے عرض میں ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی دو دو قطاریں نہایت خوشنما خط میں اوپر سے نیچے تک مسلسل بنی رہتی تھیں۔ اس طرح آدھ گز چوڑے اور 35 انچ لمبے ٹکڑے میں پورا ایک

کلمہ آجاتا تھا اور 35 انچ لمبے 35 انچ چوڑے ٹکڑے میں دو کلمے بنے رہتے تھے۔ کلمے کے حروف (الف) یا (لام الف) کی لمبائی دس گیارہ انچ ہوتی تھی۔ ہر کلمے کے اوپر کی جانب (جل جلالہ) ایک طرف سیدھا دوسری طرف معکوس اس طرح لکھا رہتا تھا کہ بہ ظاہر صرف (جلالہ) دکھائی دیتا تھا مگر ”جیم“ کے ”سر“ اور ”ل“ کو دو مرتبہ پڑھنے سے جل جلالہ صاف نظر آتا تھا۔ کلمے کے اوپر ایک مثلث کے اندر لفظ ”اللہ“ جو کلمے کا جزو تھا بنا رہتا تھا اور نیچے کی طرف دوسرے مثلث میں ”یا اللہ“ لکھا رہتا تھا۔ پارچہ خلاف کے عرض 35 انچ اور اتنے ہی طویل میں جس طرح دو کلمے لکھے رہتے تھے۔

### حزام:

حزام کے معنی بندیا پٹی کے ہیں۔ یہ کوئی ڈھائی فٹ چوڑی رزین کام کی ایک پٹی ہوتی تھی جو زمین سے تقریباً 32 فٹ کی بلندی پر کعبے کے گردا گرد غلاف میں لگی رہتی تھی۔ کعبے پر غلاف اس طرح ڈالتے تھے کہ ایک ٹکڑا چھت کے قریب سے دیوار کعبہ کے ایک چوتھائی حصے یعنی 16 فٹ تک نیچے لٹکتا تھا اور دوسرا ٹکڑا دیوار کے نیچے تک پہنچ کر باقی ماندہ حصے یعنی 32 فٹ کو ڈھک لیتا تھا۔ دیواروں پر جہاں جہاں ان دو ٹکڑوں کا جوڑ ملتا تھا ہاں سیون کو چھپانے کے لئے حزام آجاتی تھی۔ حزام کے آٹھ ٹکڑے ہوتے تھے۔ ہر دیوار پر دو ٹکڑے آجاتے تھے۔<sup>①</sup> حزام کا استر سرخ اطلس کا ہوتا تھا اور اوپر کی جانب سیاہ ریشمی مخمل نما کپڑے پر طغرائی شکل میں سنہری تاروں سے جن میں ریشم نہیں ہوتا تھا، نہایت خوش خط آیات قرآنی کڑا ہی رہتی تھیں جو قریب سے بہت نمایاں معلوم ہوتی تھیں اور تھوڑے سے فاصلہ سے یہ پٹیاں سونے کا ایک پترہ نظر آتی تھیں۔ حزام کی آٹھویں پٹیوں میں 7513 مثقال کلا بتوں خرچ ہوتا تھا جس کا وزن سوا 35 کلو ہوتا تھا۔ حزام وغیرہ پر جو کتابت ہے وہ مصر کے مشہور خوشنویس عبداللہ بک زہدی کی تھی

① اڈورلیم لین نے اپنی کتاب موڈرن آئیگیشنز (جدید مصری) میں ۱۲۳۹ء کے غلاف کعبہ کے حالات لکھے ہیں وہ حزام کے چار ٹکڑے بیان کرتے ہیں ممکن ہے کہ اس وقت کعبے کے ہر سمت کے لئے ایک ٹکڑا ہوتا ہو مگر عرصہ دراز سے کعبے کی جو تصاویر دیکھنے میں آرہی ہیں ان میں ہر طرف حزام کی دو پٹیاں ہیں۔ چودھویں صدی کی تالیقات میں ہی آٹھ ٹکڑے بیان کئے گئے ہیں اور ۱۳۴۵ ہجری میں اس درویش نے بھی جو غلاف ۱۳۴۲ ہجری کا آیا ہوا دیکھا تھا اس میں بھی آٹھ ٹکڑے تھے۔

جنہوں نے اسماعیل پاشا خدیو مصر کے زمانہ میں کتابت کی تھی۔ اس خط کو اہل مصر خط طومار کہتے ہیں۔ یہ عربی خوشنویسی کی سب سے بڑی قسم ہے اور اگرچہ یہ دور سے نظر آتی ہے مگر پڑھنے میں تکلیف دیتی ہے۔

برٹن جنہوں نے 1853ء میں سفر حجاز کیا تھا اپنے سفر نامے میں لکھتے ہیں کہ ”پچھلے زمانہ میں غلاف کعبہ پر کھل قرآن بنا جاتا تھا۔ اب صرف سات سورتیں یعنی سورۃ کہف، سورۃ مریم، سورۃ آل عمران، سورۃ توبہ، سورۃ طہ، سورۃ یسین اور سورہ تبارک بنتے ہیں۔“ زمانہ قدیم میں پورے قرآن کا بنا جانا اور زمانہ حال میں سورتوں کا غلاف پر کاڑھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے۔ حزام یا برقع کعبہ پر جو سورتیں یا آیتیں بنی جاتی تھیں وہ سورۃ الحمد، قل، ہو اللہ، آیت الکرسی اور سورہ حج و آل عمران و سورہ بقرہ کی چند آیتیں تھیں اور بس۔ ان کے علاوہ بادشاہ وقت کا نام ہوتا تھا۔ تقریباً 70 برس سے حزام پر حسب ذیل آیات کاڑھی جاتی ہیں اور یہ مصر کی بے مثال عبداللہ بک زہدی کی خطاطی کا نمونہ ہے جو خدیو اسماعیل پاشا کے زمانہ میں محفوظ کیا گیا اور اب تک ہر سال اسی کی نقل کی جاتی ہے۔ البتہ حسب ضرورت بادشاہ وقت کا نام بدلتا اور سمت شمالی میں لکھا جاتا رہا ہے۔ بادشاہ کے خطاب کی تحریر کا ڈھنگ ذیل کے نمونہ سے واضح ہوگا جو سلطان محمد خاں خاس کے زمانہ کے حزام پر لکھا گیا تھا۔

غلاف کعبہ پر کیا لکھا ہوتا ہے؟

سمت مشرق جدھر کعبہ کا دروازہ ہے:

پہلی پٹی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتِیْنَ مَثَابَتَہٗ لِّلنَّاسِ وَ اَسْنٰ وَ التَّخْلٰدِ اَمِّنْ  
مَقَامِ اِبْرٰہِیْمَ مَصلٰی وَ عَہْدِنا لِیْ اِبْرٰہِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اِنْ طَہَرَ اَبِیْتِیْ لِلطَّائِفِیْنَ  
وَ الْعٰکِفِیْنَ وَ الرُّکْعِ السُّجُوْدِ ①۔ اس کے بعد ایک دائرہ تھا جس میں یاسبحان، یامغان،

① یہ آیت سورہ بقرہ کی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کی عبادت گاہ اور جائے امن قرار دیا اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ ٹھرایا اور ابراہیم و اسماعیل کو حکم دیا کہ تم میرے گھر کو یہاں والوں کے واسطے اور کوہِ سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھا کرو۔

یا حنان، یا سلطان لکھا ہوا تھا۔

### دوسری پٹی:

واذیرفع ابراہیم القواعد من البيت و اسماعیل رهننا تقبل منا انک انت  
السمیع العلیم. ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امتہ مسلمتہ لک وارنا  
مناسکنا و تب ملینا انک انت التواب الرحیم ①

### سمتِ مغربی پہلی پٹی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم واذبوانا لابرہیم مکان البیت لا تشرک بی شیاء  
وطہر بیتی للطائفین والقائین و الرکع التسجود واذن فی الناس بالحج یا توک،  
رجالا وعلیٰ کل منامیر ماتین من کل فج عمیق. ②

### سمتِ مغرب دوسری پٹی:

یشہدو المنافع لہم ویذکرو اسم اللہ فی ایام معلومات علیٰ مارزقہم من  
بہمیتہ الانعام فکلوا امنہا واطعموا الباس الفقیر اثم لیقنوا تقہشم ولیو فوانورہم  
ولیطو فوا بالبیت العتیق ③

① یہ آیت بھی سورہ بقرہ کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ابراہیم و اسماعیل خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے اس  
وقت یہ کہتے جاتے تھے کہ اے پروردگار ہماری یہ خدمت قبول فرما۔ اے پروردگار ہم کو فرمانبرداری کی توفیق عطا  
فرما اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسا گروہ پیدا کر جو تیرا مطیع ہو اور ہم کو حج کے احکام سکھا۔ ہمارے حال پر توجہ،  
کرفی الحقیقت تو ہی بڑا مہربان معاف کرنے والا ہے۔ ② یہ سورہ حج کی آیت ہے۔ ترجمہ اس کا یہ ہے۔ جب ہم  
نے ابراہیم کو خانہ کعبہ کی جگہ بتادی اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور میرے اس گھر کو طواف  
کرنے والوں اور قیام، رکوع، سجدہ کرنے والوں کے لئے صاف رکھنا اور یہ بھی حکم دیا کہ لوگوں میں حج کے فرض  
کرنے کا اعلان کر دو۔ لوگ یہاں پیادہ پا اور ڈبلی ڈبلی اونٹنیوں پر دو دراز کی منزلیں طے کر کے پہنچیں گے۔ ③ یہ  
آیت بھی سورہ حج کی ہے۔ اس میں احکام حج کی تعلیم ہے۔ (بقیہ حصہ اگلے صفحہ پر)

### سمت شمالی پہلی پٹی:

فی ایام دولته مولانا السلطان الاعظم ملک ملوک العرب و العجم  
السلطان محمد الخامس خان ابن السلطان عبدالمجید خان ابن سلطان  
محمود خان غازی اس کے بعد دائرہ تھا جس پر چار طرف یا سبحان یا حنان یا سلطان  
لکھا تھا۔

### سمت شمالی دوسری پٹی:

ابن السلطان عبدالمجید خان ابن السلطان احمد خان ابن السلطان محمد  
ابن السلطان ابراہیم خان ابن السلطان مراد خان ابن السلطان عثمان خان  
خلد اللہ تعالیٰ ملکہ۔

### سمت جنوبی پہلی پٹی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قل صدق اللہ قاقبعوا ملتہ ابراہیم حنیفا و مالکان  
من الشریکین ان اول بیت وضع للناس الذی بیکتہ مبارکاً و ہدی للعالمین۔ فیہ  
آیات بنیات مقام ابراہیم ①۔

### سمت جنوبی دوسری پٹی:

من دخلہ کان آمناً و اللہ علی الناس حج البيت من استطاع الیہ سبیلاً و من

(پچھلے صفحہ کا باقی حصہ) اس کا ترجمہ یہ ہے۔ تاکہ وہ اپنے فائدوں کے لئے حاضر ہوں اور مقررہ دنوں میں اللہ کے  
نام پر قربانیاں کریں۔ تم کو یہ بھی اجازت ہے کہ اس قربانی میں سے تم بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ۔  
پھر لوگوں کو چاہئے کہ نہائیں دھوئیں اور اپنی نیتیں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں۔ ① یہ آیت سورہ  
آل عمران کی ہے اس کا ترجمہ ہے کہ اے محمد تم لوگوں سے کہہ دو کہ دین ابراہیم کی پیروی کریں جو مسلم تھے۔  
مشرک نہ تھے وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے (معبد) مقرر کیا گیا وہ بلاشبہ مکے میں ہے۔ اس کی حالت  
یہ ہے کہ وہ تمام دنیا کے لئے بموجب برکت و ہدایت ہے۔ اس کی کھلی ہوئی نشانیوں میں ایک مقام ابراہیم بھی ہے۔

كفر فان الله غنى عن العالمين. قل يا اهل الكتاب لم تكفرون بايات الله والله شهيد على ما تعلمون. ①

خدایو عباس حلمی پاشا کے سفر نامہ حجاز (رحۃ الحجازیہ) کے مولف محمد تنبونی نے بھی محمد خاں خامس کے زمانہ کے حزام کی آیات نقل کی ہیں مگر انہوں نے دیوار مغربی کی پہلی پٹی کی عبارت نہیں لکھی صرف دوسری کی لکھی ہے۔

مولوی عبدالسلام ندوی نے سفر نامہ مذکور کے خلاصہ کا ترجمہ اردو میں کر کے اس کا نام تاریخ حرمین رکھا ہے اس میں بھی وہی نقل کی ہے۔ اسی طرح مولوی محمد سلیمان نے اپنے سفر نامہ سبیل الرشاد میں بھی اسی سے نقل کر کے اس ایک پٹی کی عبارت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ البتہ مراۃ الحرمین مولف ابراہیم رفعت پاشا میں اس پٹی کی عبارت بھی موجود ہے۔

### رنوکات یعنی دائرے:

کعبے کے مشرقی جانب حزام کے نیچے دیوار کے دونوں گوشوں پر اور کعبے کے دروازے کے اوپر ادھر ادھر دوزرین کام کے کوئی دو فٹ مربع چوکھے ٹکڑے ٹکڑے رہتے ہیں ان کے اندر کا متونی سنہری جدول کا دائرہ ہوتا ہے جس میں بہ خط ملغری بسم اللہ و قل ہو اللہ سنہری تاروں سے کڑی رہتی ہے اور درمیان کی رو میں پہلی تاروں سے یا اللہ لکھا رہتا ہے۔ ان ٹکڑوں کو رنو کہتے ہیں۔ کعبے کی دوسری دیواروں پر یہ ٹکڑے نہیں ہوتے ان ٹکڑوں میں جو مخیش یعنی چاندی کے خالص تار لگائے جاتے تھے ان کا وزن 405 مثقال یعنی تقریباً پونے دو کلو ہوتا تھا۔

### برقع کعبہ:

① یہ آیت بھی سورہ آل عمران کی ہے اور سمت جنوبی کے پہلی پٹی کی آیت کا ٹکڑا ہے۔ اس کا ترجمہ ہے: جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ امن پاتا ہے۔ لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ اس گھر کا حج کریں بشرطیکہ یہاں تک پہنچنے کی وہ قدرت کہتے ہوں جو شخص اس سے منکر ہو تو اللہ کو کسی کی پروا نہیں ہے۔ اے محمد کہہ دو کہ اے اہل کتاب تم کیوں اللہ کے احکام کا انکار کرتے ہو۔ اللہ کو تمہاری سب باتوں کا پورا پورا علم ہے۔



زمانہ قدیم میں کعبہ پر کوئی پردہ نہیں ڈالا جاتا تھا۔ ناصر خسرو نے یہ لکھا ہے:

”داخلی کعبہ کے وقت اولاً جب کلید بردار کعبہ اندر داخل ہوتا تھا تو دو آدمی کعبہ پر زردا طلّس کی ایک چادر کا پردہ پکڑے رہتے تھے یہاں تک کہ کلید بردار کعبے کے اندر نماز سے فارغ ہو جاتا اس کے بعد پردہ ہٹا دیا جاتا اور دوسرے اشخاص کعبے میں داخل ہوتے۔“

مذکورہ بالا بیانیوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داخلے کے وقت پردہ کر لیا جاتا تھا مگر ہر وقت کوئی پردہ کعبہ پر نہیں پڑا رہتا تھا۔ قدیم تاریخوں میں غلاف کعبہ کے ساتھ قمیص و ازار وغیرہ الفاظ آئے ہیں مگر ”برقع“ کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ مورخین عموماً اس پر متفق ہیں کہ ملک صلاح نجم الدین ایوب سلطان مصر کی ایک فاطمہ نے جس کا خطاب شجرة الدر (موتیوں کا درخت) تھا۔ پہلے باب کعبہ کے لئے غلاف کعبہ میں ایک خوشما پردہ کا اضافہ کیا تھا جسے علماء برقع اور عوام برقع فاطمہ کہتے ہیں۔ اس ملکہ کو اس کی خوبیوں کے سبب سے اہل مصر ستنا (سیدنا) فاطمہ کہا کرتے تھے۔ اس وجہ سے رفتہ رفتہ وہ برقع اب سیدہ فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے نام سے منسوب ہو گیا۔ ملک صلاح نجم الدین 637ء سے 647ء تک مصر کا بادشاہ رہا ہے۔ اس کی وفات کے بعد ملکہ شجرة الدر بھی چند مہینے کے لئے فرمانروائے مصر ہو گئی۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ برقعہ کعبہ کی ایجاد ساتویں ہجری کے وسط میں ہوئی تھی۔ شفاء العزائم سے یہ پتہ لگتا ہے کہ سلاطین چراکسہ کے عہد میں برقع کعبہ میں اور تراش خراش ہوئی تھی یعنی تقریباً 800 ہجری میں پردہ در کعبہ جو پیشتر سفید رنگ کا ہوتا تھا، زرد رنگ کا کر دیا گیا اور اس پر انتخاب کر کے مختلف آیات قرآنی لکھی جانے لگیں۔ 809ھ میں سنہری کام کا نقشی سفید حریر کا پردہ ڈالا گیا پھر 810ھ میں نقشی سفید حریر کا پردہ پڑا جو چار سال تک جاری رہا پھر 818ھ سے برقع کا رنگ سیاہ کر دیا گیا۔ عہد عثمانیہ کے غلاف میں برقع کو خاص طور پر خوشنما بنانے کا انتظام کیا جانے لگا جس کی آرائش و زیبائش دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

کعبے کا دروازہ سواد گز اونچا اور سوا گز چوڑا ہے۔ اس کے حساب سے ڈھائی گز لمبا، ڈیڑھ گز

چوڑا پردہ ہوتا تھا۔ مختلف زمانہ میں کاریگر اپنی سہولت کے اعتبار سے اس کو مختلف طور پر تیار کرتے رہے ہیں۔ مثلاً اڈورڈ ولیم لین نے 1249ء میں برقع کعبہ کا ایک ہی بڑا چوکھٹا بیان کیا ہے۔ چودھویں صدی ہجری میں یہ برقع چار قطعاً پر مشتمل ہوتا تھا جن میں سے بعض سیاہ ریشمی مخمل نما کپڑے کے ہوتے تھے اور بعض سبز و سرخ اطلس کے۔ ان پر سنہری رو پہلی کلابتوں سے کام کیا جاتا تھا۔ پردہ کا استر بھی خوشنما سبز یا سرخ اطلس کا ہوتا تھا۔ برقع کے اجزاء کے نام بھی جدا جدا ہوتے تھے۔ مثلاً اوپر کے حصہ کا نام طراز تھا۔ سنجاف جس سے ایک ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے سے ملا کر سی دیتے تھے، وصلۃ القائین کہلاتا تھا۔ پورے برقعے میں 4861 شقال ① کلابتون صرف ہوتا تھا جس کا وزن بائیس کلو تھا۔ برقعے کے حاشیہ میں چھوٹے چھوٹے گول اور بڑے بڑے بیضوی دائرے بنے رہتے تھے۔ جن کا سلسلہ یہ تھا کہ پہلے ایک چھوٹا گول دائرہ پھر بڑا بیضوی دائرہ، چھوٹے دائروں میں ”اللہ ربی“ لکھا رہتا تھا اور بیضوی دائروں میں بسم اللہ اور اس کے بعد سورہ الحمد کی آیتیں اور فقرے اس ترکیب سے کہ دائیں جانب اوپر سے الحمد شروع ہو کر بائیں جانب اوپر ختم ہوتی تھی۔ حاشیہ کی پیشانی پر اللہ ربی قد نری ② نقلب و جھک فی السماء اللہ جبى فلنو الینک قبلۃ تر ضیہا اور ”اللہ ربی“ لکھا تھا۔ برقعے کے سن میں بارہ بڑے بیضوی دائرے دو بڑے گول دائرے۔ چار مثلث نما دائرے اور کچھ پٹیاں ہوتی ان میں جو آیات وغیرہ لکھی جاتی تھیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(1) پہلے بیضوی دائرے میں:

قال اللہ تعالیٰ نہ سن سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم و قل ادخلنی

مدخل صدق و اخرجنی منخرج صدق ③

(2) چار نکلیے مثلث نما دائروں میں سیدھی اور معکوس بسم اللہ۔

① ایک شقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ ② ہم تمہاری تمنائے تحویل قبلہ کو محسوس کر رہے ہیں۔ اب ہم تمہارے لئے ایسا قبلہ مقرر کریں گے جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔ ③ داخل کر ہم کو سچائی کے ساتھ اور ہم بھی تو سچائی کے ساتھ۔

- (3) دوسرے بیضووی دائرے میں دو سطریں تھیں۔ اوپر کی سطر میں بسم اللہ اور آیت الکرسی کی پہلی آیت۔ نیچے کی سطر میں آیت الکرسی کی دوسری آیت پھر درمیانی ایک چھوٹے دائرے میں۔ جی اللہ۔ تیسرے بیضووی دائرے میں اوپر نیچے دو سطروں میں آیت الکرسی کے بعد کی آیتیں۔
- (4) اس کے بعد ایک پٹی میں نہایت خوشخط میں بسم اللہ اور آیہ لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بامالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین۔<sup>①</sup>
- (5) چھوٹے بیضاوی دائرے میں اوپر نیچے آیت الکرسی کی باقی ماندہ آیتیں پھر اللہ جی۔
- (6) پانچویں دائرے میں اوپر کی سطر میں صدق اللہ اعلیٰ اعظیم و صدق رسول اللہ القدیر اور نیچے کی سطر میں صلی اللہ علی محمد آلہ و اصحابہ اجمعین۔
- (7) اس کے بعد ایک گول بڑے دائرے میں بسم اللہ اور قل ہو اللہ۔
- (8) درمیان میں پٹی پر بادشاہ وقت کا نام حسب ذیل ترکیب سے معمولی خطہ میں فی ایام

دولتہ لانا السلطان

الاعظم ملک الملوك العرب و العجم۔

السلطان محمد الخلاص خان ابن السلطان

عبدالمجید خان ابن السلطان محمود خان

غازی خلد اللہ تعالیٰ ملکہ۔

(9) اس کے بائیں جانب دوسرے بڑے گول دائرے میں بسم اللہ اور قل ہو اللہ۔

(10) چھٹے بیضووی دائرے میں دو سطروں میں بسم اللہ اور سورۃ لیلہ۔

(11) اس کے نیچے سیدھی جانب ساتویں آٹھویں اور نویں دائرے میں علی الترتیب لا الہ الا

اللہ ملک الحق ولعین۔ محمد رسول اللہ صادق الوور الامین اور الدین ایاک نعبد و

(12) ان چھ دائروں کے بیچ میں ایک محراب نما شکل میں بسم اللہ اور قل ہو اللہ۔

① اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے خواب کو پوری طرح سچ کر دکھایا کہ تم انشاء اللہ مسجد الحرام میں اس کے ساتھ داخل ہوئے۔

(13) سب سے نیچے کے حصے میں جو چوکھٹ پر لٹکنے والا تھا ایک فٹ بلندی تک سنہری رو، پہلی محض پھول بیل بوٹے تھے۔

### مصر میں غلاف کعبہ کے جلوس کی روانگی:

زمانہ قدیم سے مصر میں یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ غلاف کعبہ کو تیاری کے بعد ماہ شوال میں کارخانے سے مسجد حسین میں سینے اور تہہ کرنے کے لئے لے جاتے تھے اس وقت اس کا جلوس بڑی دھوم دھام کے ساتھ مختلف محلوں میں ہو کر نکلا کرتا تھا جس سے غرض یہ ہوتی تھی کہ مسلمانوں کو حج کی ترغیب ہو۔ تاریخ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس زمانہ میں مصر میں چرکی سلاطین کی حکومت تھی وہ سلاطین خود بھی امراء و ارکان دولت و عزم و چشم کے ساتھ جلوس میں رہا کرتے تھے اور امراء و اعیان سلطنت شان و شوکت میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کیا کرتے تھے اور جلوس کے ساتھ ساتھ جسم پر ہتھیار سجائے ہوئے رہا کرتے تھے۔ اس زمانے میں سعدیہ فرقتی ① کے درویش بھی اس جلوس کے ہمراہ زندہ سانپ کھاتے ہوئے نکلا کرتے تھے۔

سلاطین عثمانیہ کے عہد میں وہ بات تو نہ رہی تاہم غلاف کا جلوس نکلتا رہا۔

### تیسرے صدیق ہجری میں غلاف کعبہ کا جلوس:

اب سے سو برس قبل کے جلوس کی تفصیلی کیفیت ہم اس جگہ اڈورڈ ولیم لین کی کتاب سے ترجمہ کر کے لکھتے ہیں۔ یہ زمانہ سلطان محمود خاں ثانی کا تھا جو 1223ھ سے 1455ء تک ترکی کا بادشاہ رہا۔ لین صاحب کہتے ہیں:-

”غلاف کعبہ کا جلوس دیکھنے کے لئے 6 شوال 1249ھ کو سورج نکلنے سے قبل میں دروازہ خان ② خلیل کے محاذی ایک کتب فروش کی دکان پر جا بیٹھا، یہاں آدمیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے اور یہ دکان اور اس بازار کی تمام دکانیں تماشاخیوں سے کچھ کھج بھری ہوئی تھیں۔ غلاف کا جلوس دیکھنے کے لئے ہر عمر کا آدمی گھر سے نکل بھاگا

① سعدیہ فرقتی کے درویشوں کا حال ہم نے آٹھویں باب میں حاشیہ پر تحریر کیا ہے۔ ② خان مسافر خانہ کو کہتے ہیں۔

تھا۔ سورج نکلنے سے دو گھنٹے بعد غلاف کے چار ٹکڑے جن سے صرف ایک طرف کا رخ بنتا ہے ہمارے سامنے سے گزرے۔ ہر ٹکڑا ایک گدھے پر رکھا ہوا تھا۔ ان ٹکڑوں کے ساتھ ان کے باندھنے کی رسیاں بھی رکھی ہوئی تھیں۔ گدھے کچھ آراستہ نہ تھے اور معمولی فلاح نیلی رنگ کی قمیض پہنے ان کو ہانک رہے تھے۔ اس کے بعد کوئی پون گھنٹے تک سناٹا رہا اور کوئی قابل دید چیز ہمارے سامنے سے نہ گزری۔ البتہ چند درویش اور دو مسخرے دکھائی دیئے۔ جس دکان پر اچھے کپڑے پہنے ہوئے لوگوں کا یہ ہجوم دیکھتے وہاں ٹھہر جاتے اور جنگ زرگری کر کے ایک دوسرے کو خوب بے فقط سناتے اور منہ پر بڑے زور سے طمانچے لگاتے۔ ان کے بعد بیس آدمی مزدوروں کی سی شکل کے پھٹے پرانے کپڑے پہنے نکلے ان کے کندھوں پر لکڑی کا ایک کار چوبی چوکھا تھا جس پر حزام کا ایک ٹکڑا لگا ہوا تھا۔ حزام کے چار ٹکڑے ہوتے ہیں<sup>①</sup>۔ جن کو کسوۃ میں جب سجادیتے ہیں تو مسلسل ایک پٹی بن جاتی ہے جو پوری طرح خانہ کعبہ کے گردا گرد کوئی بتیس فٹ کی بلندی پر چاروں طرف آجاتی ہے۔ یہ بھی اسی کپڑے کی ہوتی ہے جس کا غلاف ہوتا ہے<sup>②</sup> لیکن اس پر کتبے بڑے خوشنما ہوتے ہیں جو بڑے بڑے خوبصورت سنہری حروف میں لکھے جاتے ہیں۔ خرام کے کناروں پر سنہری کوٹ ہوتی ہے اور ہر سرے پر جہاں استرا اور ابرے کے کنارے ملتے ہیں نہایت اچھی طرح سرخ و سبز ریشم سے سنہری کلابتوں سے کام کیا جاتا ہے۔ خرام کوئی دو فٹ چوڑھی ہوتی ہے اس کے جمالوں میں سے کبھی کبھی کوئی نہ کوئی جمال اس کا رچوب کو چھوڑ کر چلا جاتا تھا اور کسی معزز تماشائی سے انعام مانگ کر اس چوکھٹے کو اٹھانے لگتا تھا۔ اس کے بعد کوئی آدھا گھنٹہ اور گزر گیا۔ پھر خرام کی باقی کے تین حصے بھی ایک کے بعد ایک نکلتے۔ آدھے گھنٹے بعد کئی بڑے اونچے اونچے اونٹ آئے ان کو تھوڑا تھوڑا مہندی سے رنگ دیا تھا ان پر بہت ہی اونچے اونچے کجاوے رکھے

① خرام کا کپڑا پرانے زمانہ کے عثمانیہ غلاف کے مقابلہ میں عام غلاف کے کپڑے کے دبیر اور ریشمی نخل نما ہوتا تھا۔

② پرانے زمانہ میں خرام کے آٹھ ٹکڑے ہوتے تھے، ان کی تفصیل عثمانیہ غلاف کے اجزا میں بیان کی جا چکی ہے۔

ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض پر ایک ایک، دو دو لڑکے لڑکیاں اور بعض میں بلیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے پیچھے فوجی باجا اور فوج باقی نفری نکلی۔ پھر برقع یعنی کعبے کے دروازے کا پردہ آیا۔ یہ ایک بڑے چوکھے پر منڈھا ہوا تھا اور ایک سجے ہوئے بوڑھے اونٹ پر رکھا تھا۔ یہ بھی مثل حزام کے سیاہ کپڑے کا تھا اور اس پر بھی سنہری حروف کے کتبے تھے۔ اس کا کام نہایت اعلیٰ درجے کا اور بہت سیوان تھا۔ اس کا استر سبز اطلس کا تھا۔ برقع کے ساتھ ساتھ کئی حلقے درویشوں کے تھے جو اپنے ہاتھوں میں جھنڈے اور جھنڈیاں لئے ہوئے تھے ان میں کسی پر کلمہ کسی پر آیات قرآنی، کسی پر خدا رسول کے نام اور کسی پر اس کے بانی فرقہ کے نام لکھے ہوئے تھے۔ بعض قادری درویش مختلف رنگ کے جال لئے ہوئے تھے جو گول حلقوں پر پھیلے ہوئے تھے اور ہر حلقہ ایک ایک لکڑی میں باندھ دیا گیا تھا۔ بعض درویش معمولی طریقے پر ذکر کرتے جاتے تھے اور درود و تسبیح و تحلیل میں معروف تھے۔ ان کے پیچھے دو آدمی ڈھال تلوار لئے سیف کے ہاتھ نکالتے جا رہے تھے۔ ان کے بعد ایک شخص بھیڑ کی کہاں کی پوستیں پہنچے اونچی ٹوپی سر پر اور مونچھوں کی جگہ دو لمبے لمبے سفید پرار سے ہوئے گھوڑے پر سوار چلا جا رہا تھا۔ یہ جگہ جگہ ٹھہرتا جاتا تھا۔ تماشا سائی اس کو کاغذ کے پرچے دیتے تھے، وہ ان پر فتوے اور مقدموں کے فیصلے لکھتا تھا۔ ایک لکڑی اس کے ہاتھ میں تھی جس سے وہ قلم کا کام لیتا تھا اور دم پر دم گھوڑے کی کوکھ میں مارتا جاتا تھا۔

سب سے زیادہ قابل ذکر رفاعی فرقے کے چند درویش تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ایک ایک فٹ لمبے لوہے کے گرز تھے جن کے ایک طرف لوہے کی ایک بڑی گیند لگی ہوئی تھی اور اس میں بہت سی چھوٹی چھوٹی زنجیریں لٹک رہی تھیں اور دوسری طرف نیکیلی ڈنڈی تھی۔ وقتاً فوقتاً یہ درویش بڑے زور زور سے اپنی آنکھوں میں نوک کی طرف سے گرز مارتے تھے اور اس کی ڈنڈی آنکھ کے اندر ایک ایک انچ گھستی ہوئی معلوم ہوتی تھی مگر

آنکھ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ یہ کرتب بہت ہی صفائی سے کیا جا رہا تھا اور اس کرامات کے شبہ میں یہ لوگ دو ایک پیسے یا ایک ساتمبا کو لیکر خوش ہو جاتے تھے۔ میرے پاس جو تماشاخی کھڑے تھے ان کو اس کرتب کی نسبت دھوکے یا نظر بندی کا کوئی شبہ نہ تھا بلکہ وہ اس کو روایات درویشانہ سمجھ رہے تھے۔ میں نے جب کہا کہ یہ اس کھیل میں اعلیٰ درجے کی ہاتھ کی صفائی اور مٹھی کی چالاکی ہے تو تماشاخیوں میں سے ایک صاحب جو وسیع معلومات کے آدمی نظر آتے تھے مجھ پر لعن طعن کرنے لگے۔ اس جلوس کے ساتھ زیادہ تر رفاعی فقیر تھے اور ان کے مرشد اپنے گھوڑے پر ان کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔<sup>①</sup> اس کے بعد محل آیا اس وقت کسوت کے جلوس کے ساتھ محل کو رونق بڑھانے کے لئے کر دیتے ہیں ورنہ محل کا اصل جلوس قافلہ حجاج کی روانگی کے وقت کسوت کے جلوس سے دو تین ہفتے بعد نکلتا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ محل کے پیچھے ایک دوسرا مستطیل غلاف جس پر زریں کام ہوتا ہے اور جو مقام ابراہیم پر ڈالا جاتا ہے۔ وہ آیا، اس کے بعد ایک ترکی فوجی افسر جو ایک کار چوبی کام کے رومال میں سبز ریشمی تھیلی لئے ہوئے تھا، نکلا۔ اس پر بھی نقش نگاری کا کام تھا۔ یہ تھیلی خانہ کعبہ کی کنجی کے لئے تھی۔<sup>②</sup> اس کے پیچھے

① اس قسم کے فقیر ہندوستان میں بھی ہوتے ہیں۔ ان کو یہاں مڑ چڑا کہتے ہیں۔ یہ لوگ شعر خوانی کر کر کے زبردستی پیسے وصول کرتے ہیں، نہ دینے پر آنکھ میں گرز مارتے ہیں یا چاقو سے جسم کو زخمی کر لیتے ہیں۔<sup>②</sup> کلید کعبہ کی تھیلی سبز سرخ اور سیاہ رنگ کے اطلس کی ہوتی ہے جس پر ایک طرف سنہری حروف میں سلطان ترکی کا نام اور یہ آیت (ان اللہ یامرکم ان تو دو الامانات الی اصلما) یعنی اللہ محکم دیتا ہے کہ جن کی امانتیں ہوں تم ان کے پاس پہنچا دو اور دوسری طرف آیہ (نہ من سلیمان دانہ بسم اللہ الرحیم) اور خدیو مصر کا نام و سنہ کڑ ہار ہتا تھا مثلاً سلطان محمد خان خاص کے زمانہ کی تھیلی پر سلطان اور خدیو مصر کا نام اس طرح کڑ ہا ہوا تھا۔ امر لعمل ہذا لکئیس المبارک مولانا السلطان محمد کان الخامس (اس مبارک تھیلی کے بنانے کا حکم مولانا سلطان محمد خان خاص نے دیا) اور جدو ہندا لکئیس آفند نیا عباس ملی باشا خدیو مصر ۱۲۲۷ھ (یعنی اسی تھیلی کی تجدید ہمارے سرکار عباس علمی باشا خدیو مصر نے فرمائی ۱۲۲۷ھ) (بقیہ حصہ اگلے صفحہ پر)

جلوس کا سب سے آخری شخص یعنی ایک نصف برہنہ شیخ لگتا۔ یہ بزرگ ہمیشہ محل کے ساتھ ساتھ اونٹ پر سوار رہتا ہے۔ قافلے کے ہمراہ مکے جاتا ہے اور قافلے کے ساتھ واپس آجاتا ہے۔ اس کی عادت ہے کہ ہر وقت سر ہلاتا رہتا ہے۔ ⑤ جلوس کسوت دیکھنے کے چند روز بعد میں مسجد حسین میں کسوت وغیرہ دیکھنے کے لئے گیا۔ وہاں مجھے اطمینان سے تمام غلاف دیکھ لینے دیا اور اس کے عوض میں اور غلاف کے بالشت بھر لکڑے کے بدلے میں جو غلاف تیار ہو کر بیچ رہا تھا، میں نے کارخانے والوں کو کچھ نذرانہ دیا۔“

### تیرھویں صدی کے بعد غلاف کعبہ کا جلوس:

جس زمانہ میں غلاف کعبہ خشکی کے رستے سے مکہ معظمہ روانہ کیا جاتا تھا ان دونوں میں عموماً عید الفطر کے دو چار دن بعد یعنی 6 شوال تک روانگی غلاف کا جلسہ قاہرہ میں ہوا کرتا تھا۔ قاہرہ سے نہر سوئز تک ریل تیار ہو گئی تھی اور سوئز سے جدہ تک دریائی راستے سے محل بھیجا جاتا تھا اس لئے یہ جلسہ شوال کے آخر میں منعقد ہونے لگا جس کے متعلق پہلے سے احکام جاری ہو جاتے تھے۔ دفاتر و مدارس کو تعطیل دی جاتی تھی اور دعوتیوں کو ٹکٹ تقسیم کر دیئے جاتے تھے۔ اس کے بعد جلوس محل کا ایک دوسرا جلسہ وسط ذیقعد میں ہوا کرتا تھا۔ اس کے بعد غلاف مع محل کے روانہ کر دیا جاتا تھا۔ جلسہ کسوت (غلاف) سے ایک دن قبل عصر کے وقت وزارت مالیہ کے دفتر سے (جو محلہ جمالیہ میں

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حصہ) امانت کی واپسی کے متعلق مذکورہ بالا آیت سورہ ال عمران کی ہے۔ اسی کی بناء پر آنحضرتؐ نے فتح مکہ کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ کے سپرد فرمائی تھی۔ چنانچہ کعبہ کی کلید برداری آج تک انہیں کی اولاد میں چلی آرہی ہے۔ کعبہ کی کنجی پرانی وضع کی لمبی ہے جس پر سونے کا طمع کیا ہوا ہے اور ایسا ہی قفل ہے۔ ان پر کلمہ کندہ ہے۔ یہ مشہور ہے کہ جو بچہ بولتا نہ ہو یا تلاتا ہو اس کے منہ میں کعبہ کی کنجی پھرانے سے اچھی طرح بولنے لگتا ہے۔ ⑥ اگلے زمانہ میں محل کے اونٹ کی چال دیکھنے کے لئے ایک شخص مقرر کیا جاتا تھا جس کا یہی کام تھا کہ وہ ایک اونٹ پر بیٹھا پیچھے سے محل کے اونٹ کی چال دیکھتا رہے اور اگر اس میں کچھ نقص پائے تو دوسرا اونٹ تبدیل کرادے۔ اس کو شیخ الجمل کہتے تھے اب یہ خدمت تخفیف ہو گئی ہے، ممکن ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو چال کی درستی سے آگاہ کرنے کے لئے سر ہلاتا ہو یا جس طرح پاکی اٹھانے والے کے جو ہر وقت کچھ نہ کچھ بولتے ہی چلتے ہیں اس طرح وہ بھی گردن ہلاتا رہتا ہوگا۔ شیخ الجمل کے معنی ہیں اونٹ والا شیخ۔



واقع تھا اور جہاں تیاری کے بعد خلافت محفوظ کر دیا جاتا تھا (خلافت کے معمولی پارچے کو صندوقوں میں بھر کر اور خلافت کے خاص خاص زریں اجزاء یعنی پردہ باب کعبہ، حزام اور خلافت مقام ابراہیم کو کارخانہ تیاری خلافت واقع محلہ خرنفیش نے میدان محمد علی تک لے جاتے تھے۔ اس میدان کو میدان صلاح الدین یا میدان قلعہ بھی کہتے ہیں۔ یہاں ایک بڑا منڈ وایا بارہ تیار کیا جاتا تھا جس کے درمیان میں ایک مصطہ یعنی اسٹیج اور ادھر ادھر دو حجرے شامیانوں وغیرہ سے بنائے جاتے تھے۔ اسٹیج کے سامنے دعوتیوں اور تماشاخیوں کے لئے سات حلقے بنائے جاتے تھے۔ اس وقت جلوس کسوت کی رونق بڑھانے کے لئے محمل بھی اس کے معمولی سبز اطلس کے خلافت میں ساتھ کر دیا جاتا تھا۔ محمل کا زریں خلافت دوسرے جلوس میں ڈالتے تھے جو خاص محمل کا جلوس ہوتا تھا۔ (اس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا) 1315ھ و 1318ھ کی تالیفات سے جلوس کسوت کی ترتیب یہ معلوم ہوتی ہے کہ آگے آگے باجے والے اور فوج کے سوار و پیدل، ان کے بعد ہاتھ میں کلید کعبہ لئے ہوئے مہتمم خلافت ① ان کے پیچھے پولیس والوں کے حلقے میں خلافت کعبہ کے زریں ٹکڑے کندھوں پر اٹھائے ہوئے مزدوران کے پیچھے فرقہ رفاعیہ، سعدیہ، احمدیہ، ابراہیمیہ، بیومیہ، قادریہ و شاذلیہ کے بہت سے درویش و مشائخ۔ آخر میں محمل یہ جلوس کارخانے سے چل کر سبیل کتھا تک جو محلہ تھاسین (کسارٹھ) کے قریب ہے، جاتا تھا اور وہاں سے محلہ غوریہ۔ باب زویلیہ، درب الاحمر اور حجر سے ہوتا ہوا میدان صلاح الدین میں پہنچتا تھا۔ یہاں صبح تک اسٹیج اور جلسہ کی تیاری ہوتی رہتی تھی۔ محمل کو اسٹیج کے سامنے کھڑا کرتے تھے اور اسٹیج کی آرائش کے لئے مقام ابراہیم کا خلافت وسط میں اور خلافت کعبہ و حزام و پردہ باب کعبہ، ② پردہ باب توبہ ③ سے اور کیسے کلید کعبہ ④ اسٹیج کی دیواروں پر لٹکاتے تھے۔ خلافت کعبہ کی چار زریں دائرے دیوار ⑤ پر لگائے جاتے تھے۔ یہاں بہت سے لوگ رات بھر جاگتے تھے۔ قرآن خوانی ہوتی رہتی تھی۔ کھانا پینا بھی ہوتا تھا۔ امراء و

① اس زمانہ میں عبداللہ فائق بک مہتمم تھے۔ ② پردہ باب کعبہ کی صراحت سابق میں زیر عنوان برقع کعبہ کی جاچکی ہے۔ ③ خانہ کعبہ کے اندر ایک دروازہ کعبہ کی چھت پر چڑھنے کے لئے بنا ہوا ہے اسے باب توبہ کہتے ہیں اس پر بھی زریں کام کا ایک پردہ سیاہ اطلس کا پڑا رہتا ہے جس پر آیات قرآنی و بادشاہ وقت کا نام بنا ہوتا ہے۔ ④ کلید کعبہ کی تھیلی کی صراحت ہم اس سے قبل کر چکے ہیں۔ ⑤ ان دائرہ کو نو کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل خلافت کعبہ کے اجزاء کے ضمن میں کی جاچکی ہے۔

معززین عموماً نماز مغرب سے قبل کھانا کھا کر اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے اور شب بیداری کرنے والے عشاء کے بعد کھانا کھاتے تھے۔ جلسہ شب بیداری کا خرچ کوئی ڈیڑھ ہزار روپیہ تھا۔ آدھی رات تک کھانا اور صبح تک قرآن خوانی اور جلسہ کی تاری ہوتی رہتی تھی۔ صبح ہونے ہی خدیو معہ وزراء و علماء و اعیان دولت تشریف لاتے تھے۔ اکیس توپوں کی سلامی دی جاتی تھی اور باجا ان کی سلامی کا راگ گاتا تھا۔ ”آفند فرچوق یشا“ یعنی ہمارے سرکار مدت دراز تک کامران رہیں“ تین مرتبہ یہی ترانہ سامعہ نوازی کرتا تھا۔ ہر دفعہ اس کے ختم ہونے پر حاضرین نعرہ ہائے مسرت بلند کرتے تھے جس کے جواب میں حدیو اور ان کے ہمراہی اپنے ہاتھ پیشانیوں تک لے جا کر سلام کا جواب دیتے تھے۔ پھر تھوڑی دیر حدیو اور ان کے مصاحب اسٹیج پر قیام کرتے اس کے بعد ان سات حلقوں کا معائنہ کرتے تھے جو محل کے گشت کے لئے بنائے جاتے تھے۔ اس کے بعد مہتمم کارخانہ غلاف محل کے اونٹ کی نکیل حدیو کو دیتے وہ اسے چوم کر قاضی القضاة کے حوالہ کرتے۔ اسی طرح دوسرے اراکین و اعیان باری باری سے مہار چومتے اور دوسروں کو دیتے جاتے۔ آخر میں امیر الحج کے سپرد کر دی جاتی۔ اس کے بعد غلاف کعبہ کا معائنہ ہوتا جسے سپاہی اٹھائے ہوئے منڈوئے کے سامنے کھڑے رہتے تھے۔ یہاں حدیو کے سامنے سے امراء، وزراء اور بیچ گزرتی تھی۔ پھر اکیس توپوں کی سلامی دی اور جلسہ برخاست ہوتا۔ حدیو اور ان کے مصائب رخصت ہو جاتے اور غلاف کعبہ یہاں سے مسجد حسین ⑩ میں جاتا۔ یہاں امیر الحاج اس کا استقبال کرتے۔ مسجد میں غلاف کعبہ کے بعض اجزاء سے اور جوڑے جاتے۔ غلاف و محل کی روانگی سے قبل وسط ماہ ذیقعد میں امیر الحج و امیر الصرہ وغیرہ عہدہ داروں کے سامنے سب کو گواہی لے کر مہتمم غلاف ان

⑩ قاہرہ میں ایک مسجد ہے جسے مسجد سیدنا حسین یا جامع حسین کہتے ہیں۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مصر کے فاطمی خلیفہ المعز لدین اللہ کا ۳۴۱ ہجری میں جب مصر پر تسلط ہوا تو وہ امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک شام سے قاہرہ لے گیا اور ایک عظیم الشان مقبرہ تیار کر کے اس میں دفن کیا اور اس مقبرے کے ساتھ ایک مسجد بنوائی جو مسجد سیدنا حسین کے نام سے مشہور ہے۔ اس مسجد کا انتظام بہت اچھا ہے اور خوب آراستہ ہے۔ یہاں ربیع الثانی کے مہینے میں مولود حسین ہوتا ہے جس میں ختم قرآن وغیرہ کیا جاتا ہے۔ سارا شہر اس مقبرے کی زیارت کو جاتا ہے۔ عابد و زاہد لوگ درود وظائف میں مصروف رہتے ہیں اور شہر میں کوئی پندرہ دن تک بڑا میلار ہتا ہے۔ (بقیہ حصہ اگلے صفحہ پر)

تمام چیزوں کو محملی کے جو ایک عہدہ دار ہوتا تھا، سپرد کر دیتے۔ باضابطہ رسید لکھی جاتی، کاتب رسید کو ان کا حق کوئی ساڑھے تین گنی دیئے جاتے۔ اس کے بعد غلاف کعبہ اور اس کے تمام اجزاء صندوقوں اور تھیلوں میں بھر کر سفر حجاز کے لئے تیار کر دیئے جاتے اور ان کو کارخانہ غلاف میں محفوظ کر دیا جاتا۔ جہاں جلوس محمل کے دن تک جو روانگی سے قبل منعقد ہوا کرتا تھا، رکھے رہتے۔ اس کے بعد سفر حجاز کیلئے عباسیہ سٹیشن پر پہنچا دیئے جاتے۔

غلاف کعبہ کا سفر قاہرہ سے مکے تک:

تیرہویں صدی کی منزلیں:

چونکہ قاہرہ سے غلاف کعبہ اور محمل مصری کی روانگی ساتھ ساتھ ہوتی تھی اس وجہ سے اس سفر میں غلاف کعبہ و محمل لازم و ملزوم نظر آتے ہیں۔ ہم نے محمل کے حالات تفصیل کے ساتھ دوسرے باب میں تحریر کئے ہیں وہاں محمل کے ساتھ مختلف منزلوں میں غلاف کعبہ کے درود و قیام کی کیفیت بھی درج کر دی گئی ہے۔ اس جگہ غلاف کعبہ کے حالات کی تکمیل کے خیال سے منزلوں کا مختصر ذکر کیا جا رہا ہے۔

قاہرہ سے غلاف کعبہ محمل اور امیر الحاج کا سامان روانہ ہونے کے بعد میدان حصہ میں جو شہر سے باہر شمال کی جانب تھوڑے فاصلہ پر ہے، دو تین دن قیام کرتا تھا۔ تاکہ حج کیلئے جانیا لے یہاں آکر قافلے کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ یہاں سے قافلہ برکتہ الحجاج کو روانہ ہوتا تھا۔ یہ جگہ شہر سے گیارہ میل دور ہے۔ یہاں دو دن پڑاؤ رہتا تھا۔ یہ مقام قاہرہ و مضافات قاہرہ کے تمام حاجیوں کے جمع ہو جانے کا تھا۔ یہاں ایک برکہ یعنی حوض بنا ہوا تھا یہاں سے قافلہ بالعموم 27 شوال کو روانہ ہو جاتا تھا۔ خشکی کے راستے سے مکے تک پہنچنے میں 37 دن لگتے تھے۔ 31

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حصہ) امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کے دفن کے متعلق بہت سی روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ کربلا میں جسد مبارک کے ساتھ دفن ہے۔ ایک یہ کہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مقبرہ اہل بیت میں دفن ہے۔ دمشق میں ایک مسجد ہے جسے مسجد راس سیدنا الحسین کہتے ہیں یعنی امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کی مسجد، اس میں ایک گنبد ہے اس میں سر مبارک مدفون تصور کیا جاتا ہے۔

وہیں رات چلتے تھے اور 7 دن منزلوں پر قیام ہوتا تھا۔ راستہ پتھر پلے چٹانوں اور ریگستانوں میں ہو کر گزرتا تھا۔ راستے میں بہت ہی کم شاداب مقام ملتے تھے۔ راستے کی صعوبت کم کرنے کے لئے قافلہ ہمیشہ آہستہ آہستہ چلتا تھا اور عموماً صبح سورج نکلنے سے دو گھنٹے قبل روانہ ہو جایا کرتا تھا اور دھوپ نکلنے کے کچھ دیر بعد پڑاؤ ڈال دیتا تھا۔ قاہرہ سے مکے تک کل 31 منزلیں تھیں جن کے نام سفر نامہ برکھارٹ سے یہاں دیئے جا رہے ہیں:

نمبر شمار	نام منزل	کیفیت
1-	برکتہ الحاج	یہاں ایک چھوٹا سا حوض تھا جو حاجیوں کی آسائش کیلئے بنایا گیا تھا۔
2-	دار الحمرة	ایک چھوٹا سا قصبہ ہے
3-	اَجْر و	بے گھاس کے جنگلی کواجرو کہتے ہیں یہاں کا پانی بہت خراب تھا۔
4-	رؤس المنو اطیر	پھاڑی میدان ہے پانی نہیں ملتا تھا۔ چند گھنٹے قافلہ ٹھہرتا تھا۔
5-	وادی۔ عتبہ	پانی نہیں ملتا تھا۔ چند گھنٹے پڑاؤ رہتا تھا۔ عتبہ کے معنی بیابان کے ہیں۔
6-	قلعہ تحل	دن بھر قیام رہتا تھا۔ پانی لیکر روانگی ہوتی تھی۔
7-	العلیا	ایک گھنٹے قیام رہتا تھا۔ پانی ندارد۔
8-	سطح عقبہ	چند گھنٹے قیام رہتا تھا۔ عقبہ دشوار گزار راستے کو کہتے ہیں۔
9-	عقبہ	ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ سڑک پہاڑ پر سے گزرتی ہے۔
10-	ظہر الحمار	ظہر الحمار کے معنی گدھے کی پیٹھ۔ یہاں کی زمین پتھر پلے اور پانی خراب ہے۔
11-	شرفہ	معمولی پڑاؤ تھا۔ شرفہ کے معنی کنگورہ ہیں۔
12-	مغار شعیب	مغار کے معنی گڑھے کے ہیں۔ معمولی منزل تھی۔
13-	عیون القصب	عیون کی جمع عیون ہے جس کے معنی چشمے کے ہیں پانی ملتا تھا۔
14-	المویح	یہاں عہدہ چراگاہ تھی۔ پانی اچھا تھا۔ ایک رات دن قافلہ ٹھہرتا تھا۔

15-	سلسی	معمولی منزل تھی
16-	قلعہ ظلم	چھوٹا سا قصبہ تھا
17-	اصطبل فخر	یہاں ریگستان میں گڑھے کر کے پانی نکالتے تھے۔
18-	قلعہ الوجہہ	پانی عمدہ ملتا تھا۔ رات کو پڑاؤ ہوتا تھا۔
19-	اکرہ	اکرہ کے معنی بہت مکروہ کے ہیں۔ بڑی کڑی منزل تھی۔ پانی بدبودار ملتا تھا۔
20-	حورا	پانی خراب ہے۔ درخت بہ کثرت ہیں۔ جن میں زیادہ تر پیلو کے ہیں۔
21-	بھٹ	بھٹ کے معنی پانی نکالنے کے ہیں۔ معمولی منزل تھی۔
22-	خفیرہ	خفیرہ کے معنی سبز، صرف ایک گھنٹہ قیام ہوتا تھا۔
23-	بیوع الخلل	یہ مقام مدینہ منورہ کی بندرگاہ بیوع کے علاوہ ہے۔ آخر الذکر کو بیوع البحر کہتے ہیں۔ اسے بیوع الخلل۔
24-	بدر	مشہور مقام ہے۔ 2 ہجری میں یہاں قریش سے مسلمانوں کی سخت جنگ ہوئی تھی۔ یہاں دو روز قیام رہتا تھا۔ پانی سامان خورد و نوش بہ کثرت ملتا تھا۔ اب بھی یہ ایک آباد قصبہ ہے۔
25-	رائغ	ایک مشہور بندگاہ ہے۔ کئی کنوے ہیں۔ کھانا پانی بہ کثرت ملتا ہے۔ اب بھی یہ بہت بڑی منزل ہے۔
26-	جزیات	معمولی منزل تھی۔
27-	عقبۃ السکر	ایضاً
28-	خلعین	یہاں بڑا بازار ہے۔ شہد و روغن بلسان اچھا ملتا ہے۔
29-	بیر عصقان	کنواں ہے۔ پانی اچھا ملتا ہے۔ ضروری اشیاء بھی دستیاب ہو جاتی ہیں۔

30-	وادی فاطمہ	یہ بہت زرخیز وادی ہے۔ یہاں ترکاریاں خوب ہوتی ہیں یہاں کی مہندی بھی مشہور ہے۔ مکے سے دس میل ہے۔
31-	مکہ معظمہ	منزل مقصود۔

### نئی منزلیں:

یوں تو پانچویں صدی ہجری میں بھی غلاف کعبہ بعض اوقات بحری راستے سے لے جایا کرتے تھے لیکن محمل کے ساتھ پہلے پہل دریائی راستے سے 951 ہجری میں براستہ سویز غلاف کی روانگی ہوئی تھی۔ اس کے بعد موسم اور وقت و سہولت کے لحاظ سے غلاف و محمل کبھی خشکی کی راہ سے اور کبھی بحری راستے سے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ حدیو اسماعیل پاشا کے آخری زمانے میں جس کا عہد حکومت 1279 ہجری سے 1296 ہجری تک ہے، عموماً غلاف کعبہ اور محمل مصری خشکی کے راستے ہی سے آتے جاتے تھے۔ غلاف کعبہ و محمل کے سفر کا پروگرام حکومت مصر مرتب کر دیتی تھی اور ہمیشہ اس امر کو ملحوظ رکھتی تھی کہ جس راستے میں تکلیف کم ہو، وہی اختیار کیا جائے۔ گزشتہ چالیس سال سے غلاف و محمل کی روانگی قاہرہ سے سویز تک ریل میں اور سویز سے جدہ تک جہاز میں ہوتی رہی۔ یہاں سے خشکی کے راستے سے مکے پہنچتا تھا۔ محمل ہمیشہ پہلے مکے آتا تھا اور صبح کے بعد مدینے جاتا تھا۔ 1328ء میں غلاف و محمل نے اسکندریہ کا سفر اختیار کیا تھا اور وہاں 10 نومبر 1910ء کو ایک عظیم الشان جلسہ ہوا تھا جس میں حدیو بھی شریک ہوئے تھے۔ سکندریہ سے غلاف دریائی راستے سے بندرگاہ یافہ<sup>①</sup> پہنچایا۔ وہاں سے حجاز ریلوے کے ذریعے سے مدینے داخل ہوا اور خشکی کے راستے مکے پہنچا۔ حج کے بعد محمل جدہ سے طور<sup>②</sup> اور سویز<sup>③</sup> ہوتا ہوا قاہرہ واپس ہوا تھا۔ اُس

① کوفہ ملک شام کا مشہور بندرگاہ ہی شہر ہے۔ ② کوہ طور بحمر کی ایک بندرگاہ ہے یہاں بتدریج بلندی تک چلی گئی ہے جو کوہ طور یا جبل سینا کی چوٹی پر ختم ہوتی ہے۔ طور جزیرہ منائے سینا میں واقع ہے یہاں مصر کی حکومت ہے۔ دس چھوٹی سی بستی ہے جن میں عیسائی زیادہ ہیں۔ وادی شعیب و جبل قیطان یہاں کی زیارت گاہیں ہیں۔

③ سویز مصر کی مشرقی بندرگاہ نہر سویز کے کنارے آباد ہے۔ یہاں کی سب سے زیادہ مشہور چیز نہر سویز ہے۔ جو بحر روم و بحر احمر کو ملاتی ہے۔ اس کی لمبائی سو میل چوڑائی سو گز اور گہرائی ۲۵ فٹ ہے۔

دور میں غلاف کعبہ کی اور محل کی قاہرہ سے مکہ معظمہ تک حسب ذیل منزلیں ہوتی تھیں۔

- |      |           |   |
|------|-----------|---|
| (1)  | عباسیہ    |   |
| (2)  | طوخ       | ریل کے ذریعہ سے   |
| (3)  | بنہا      |   |
| (4)  | زقازیق    |   |
| (5)  | ابن حجاج  |   |
| (6)  | نفسیہ     |   |
| (7)  | اسماعیلیہ | ریل کے ذریعہ سے   |
| (8)  | قاند      |   |
| (9)  | سوز       |   |
| (10) | جدہ       | براہ راستہ سویز سے چار پانچ دن میں جہاز جدہ پہنچ جاتا تھا۔  |
| (11) | بحرہ      | اونٹوں پر سفر طے ہوتا تھا، جدہ و مکہ کے درمیان ایک منزل     |
| (12) | مکہ معظمہ | ہے یہاں مسجد و چائے خانہ ہے۔ خور و نوش کا سامان مل جاتا ہے۔ |

### غلاف کعبہ کا ورود مکہ میں:

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے کہ قاہرہ سے مکہ تک غلاف کعبہ و محل مصری لازم و ملزوم رہتے تھے۔ مکہ معظمہ میں ان کے ورود کی کیفیت ہم تفصیل کے ساتھ محل کے ورود اور جلوس کے ضمن میں تحریر کریں گے۔ یہاں صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ مصری قافلہ جو غلاف کعبہ لاتا تھا، مصری فوج کے ہمراہ محلہ جرول کے پاس میدان شیخ محمود میں ڈیرے ڈالتا تھا اور ایک جلسے میں علماء، اعیان سلطنت کی شہادت شرعی لیکر غلاف کعبہ کلید بردار کعبہ کی تحویل میں دیدیا جاتا تھا جو عموماً نویں ذیحجہ کو شام تک ان کے مکان میں رکھا رہتا تھا اور پھر کعبہ پر ڈال دیا جاتا تھا۔

## غلاف کعبہ کے مصارف:

اگرچہ محل کے ضمن میں ہم نے تقریباً ان تمام اخراجات کا ذکر کیا ہے جو مملکت مصر کو روانگی محل و تیاری غلاف کعبہ و تنخواہ الیاء حرمین و خیرات مبرات میں ادا کرنے پڑتے تھے۔ مگر اب یہاں بالخصوص غلاف کی تیاری وغیرہ کے متعلق جو اخراجات سالانہ لائق رہتے تھے وہ درج کئے جا رہے ہیں۔ سلطنت مصر کے مختلف سٹین کے موازنوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ 1880ء سے لے کر 1924ء تک صرف غلاف کی تیاری و بار برداری وغیرہ میں کم سے کم سالانہ (چار ہزار) گنی اور زیادہ سے زیادہ (دس ہزار) گنی خرچ ہوئے یعنی ساٹھ ہزار سے لگا کر ڈیڑھ لاکھ روپے تک خرچ کا اندازہ رہا۔ 1307 ہجری مطابق 1899ء کے تفصیلی اخراجات غلاف اس جگہ تحریر کئے جا رہے ہیں۔ ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس کس مد میں کتنا کتنا خرچ ہوتا تھا۔ اس وقت مصری گنی کی قیمت کم و بیش چودہ روپے کلا رہتی ہے اور ایک ہزار ملیم کی ایک گنی ہوتی ہے۔

سلسلہ	نام مدت	گنی	ملیم
-1	ریشم	1122	
-2	سنہری ٹیش (تار) 6000 اشغال	1197	750
-3	روپی ٹیش (تار) 6500 اشغال		
-4	اخراجات زردوزی	1310	
-5	ریشم کی بڑائی	51	190
-6	ریشم کی رنگوائی	137	100
-7	سوتی تاگہ کی بڑائی	34	850
-8	بہرہ سرخ اطلس	11	220
-9	تاگہ بڑائی	4	200



570	2	درستی بوس قدیم و جدید	-10
570	4	ریشمی نکیل کی ہنوائی	-11
720	6	قیمت ریشم رنگین	-12
830	1	سوت کے کام کی اجرت	-13
330	2	سوتی دھاگے اور ریشم کی رنگوائی	-14
720	1	قراہہ مسی برائے عرق گلاب	-15
550	6	جھالز کی تیاری	-16
740		رسیان	-17
360	1	ٹاٹ کے تھیلے (غلاف کا کپڑا رکھنے کے لئے)	-18
850	17	سفید خاصہ (غلاف کے استر کے لئے)	-19
600	14	روہلی ٹوئن	-20
900	7	غلاف کعبہ کی سلوائی	-21
80	2	ریل پر غلاف کے لادنے کی اجرت ممالان	-22
220	8	متفرق اخراجات غلاف	-23
280	6	پانی	-24
480	4	حریر کی تیاری کی اجرت	-25
800	218	غلاف بننے والوں کی اجرت	-26
	30	تنخواہ ٹیس النوالہ (محاسب)	-27
550	7	غلاف کے لپیٹنے اور تہہ کرنے کی اجرت	-28
950	5	غلاف کی درستگی و صاف کرائی	-29

550	3	کارخانہ تیاری غلاف کے متفرق اخراجات بروز جلوس	-30
250	1	مستری کا بھتہ	-31
250		بھتہ محاسب	-32
420	3	الونس خدمت گاران بروز جلوس	-33
480	31	الونس کاریگروں کو بروز جلوس	-34
430	15	الونس بروز جلوس دیگر مستحقین کو	-35
630	2	الونس رئیس کبیر (بڑے مستری) کو جلوس کے دن	-36
580	2	محاسب کو جلوس کے دن	-37
900	1	محاطی جلوس کے دن	-38
450	1	قرآن پڑھنے والے کو جلوس کے دن	-39
	3	خزانچی کو جلوس کے دن	-40
500	1	محافظ غلاف مقام ابراہیم کو بروز جلوس	-41
350		نقیب علم فرقہ سعدیہ کو	-42
400		حزام کے جمالوں کو جلوس کے دن	-43
500		شیخ حزامین کو جلوس کے دن	-44
300		جمال برقع (کعبہ) جلوس کے دن	-45
950		مشغلچیوں کو جلوس کے دن	-46
800		زرروزوں کو جلوس کے دن	-47
200		فراشوں کو جلوس کے دن	-48
900		غلاف کعبہ اٹھانے والوں کو جلوس کے دن	-49

100		در بان کو جلوس کے دن	-50
200		جمالی غلاف مقام ابراہیم بروز جلوس	-51
350		نقیب رفاعیہ کو جلوس کے دن	-52
30		خیمے نصب کرنے والوں کو بروز جلوس	-53
450		کاتب انتظام کو جلوس کے دن	-54
150		فراش مصلحہ کو جلوس کے دن	-55
450		نجار کو جلوس کے دن	-56
90		یوم جلوس کسوت مسجد حسین کی صفائی وغیرہ	-57
550		یوم جلوس مسجد حسین میں	-58
450		روز جلوس غلاف کی سلوائی وزردوزی	-59
150		نخیش (سنہری روپہلی تار) کو تپانے کے لئے کوئلے	-60
800		یوم جلوس کو پولیس کے سپاہیوں کو بھتہ	-61
	4	زردوزوں کو جو نخیش تپاتے ہیں	-62
	55	بیت اللہ کے منبر کے غلاف کی تیاری	-63
	80	جلوس کی رات کے اخراجات	-64
550	128	متفرق	-65
	20	مصارف تیاری مصطہ (اسٹیج)	-66

میزان کل: (4600) گنی (810) ملیم

تقریباً باسٹھ ہزار چار سو روپے کلدار

## باب 10

## وہابیوں کی پہلی فتوحات حجاز اور ان کا غلاف

وہابیوں ⑩ کی بڑھتی ہوئی قوت کو شریف غالب ⑪ اور حجاز کے فرمانروا ترک حسد کی نظر سے

⑩ وہابی مذہب کے بانی محمد بن عبدالوہاب علاقہ نجد میں ۱۱۱۵ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۲۰۶ء میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کا طریق حنبلی تھا اور قرآن و حدیث کے زبردست عالم تھے انہوں نے مسلمانوں میں بہت سی مشرکانہ رسوم دیکھ کر ان کے غلاف و غط کہنا شروع کیا۔ مختلف مقامات ان کا اخراج ہوا۔ آخر محمد بن سعود امیر ان کا معتقد ہو گیا۔ اس نے مختلف ممالک میں اپنے داعی بھیجے اور ہزاروں آدمی اس کے دائرہ اثر میں آ گئے۔ لیکن جب ان کے مخالفوں نے ان لوگوں کو طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کیں۔ ان کو کافر ٹھہرایا گیا اور حج سے روک دیا گیا تو انہوں نے بھی تلوار سنبھالی اور عبدالعزیز بن محمد سرکردگی میں ۱۶۱۶ ہجری میں بحرین کربلا و نجف وغیرہ شہر فتح کر گئے۔ ۲۱۷ ہجری میں طائف پر قبضہ کیا۔ ۱۲۱۸ ہجری میں مکہ اور ۱۲۱۹ ہجری میں مدینہ تسخیر کر لیا۔ ۱۲۲۹ ہجری میں محمد علی پاشا والی مصر نے حجاز پر چڑھائی کی اور پانچ چھ برس کی جدوجہد اور سازشوں کے بعد حجاز سے ان کے قدم اکھاڑ دیئے۔ اس کے بعد حکومت نجد بہت ضعیف ہو گئی۔ سو برس کے بعد پھر زمانے نے پلٹا کھایا اور سلطان عبدالعزیز ثانی ابن عبدالرحمن ابن سعود نے اپنی دانائی سے اولاً سلطنت نجد پر قبضہ کیا اور اس کے بعد ۱۳۳۳ میں حجاز فتح کیا اور اس وقت وہی حرمین الشریفین کے فرمانروا ہیں۔ ⑪ شریف غالب ۱۲۰۲ ہجری سے ۱۲۲۸ ہجری تک شریف مکہ رہا۔ حجاز سے وہابیوں کو نکال دینے کے لئے اس نے ترکوں کو دعوت دی۔ مگر حالت یہ تھی کہ شکار اپنے داؤں پر تھا اور شکاری اپنی گھات میں۔ شریف کی غرض یہ تھی کہ ترکوں کے ذریعے سے وہابیوں کو نکلا کر خود حجاز کا حکمران بن جائے۔ محمد علی پاشا جس نے ترکی فوج کے ساتھ حجاز پر چڑھائی کی تھی وہ یہ چاہتا تھا کہ شریف کو بلائے طاق رکھ دے۔ آخر محمد علی کا وار چل گیا اور اس نے شریف غالب کو قید کر کے قاہرہ بھیج دیا۔ وہاں ۱۲۳۱ ہجری میں اس کا انتقال ہو گیا۔

دیکھتے تھے اور ان کی مذہبی اصلاحات کو کفر و ذلالت سے تعبیر کرتے تھے۔ آخر ان کی عراق کی فتوحات سے ڈر کر شریف مکہ نے وہابیوں کو بدنام کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ ان کی تکفیر کا فتویٰ تیار کرا کے حجاز میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیدیا۔ جب وہابی فریضہ حج سے بھی محروم کر دیئے گئے تو ناچار انہوں نے اپنی تلوار کا رخ حجاز کی طرف پھیر دیا اور کچھ عرصے میں امیر نجد سعود ابن عبدالعزیز نے طائف، مکہ، مدینہ حجاز کے تمام شہر فتح کر لئے اور 4 محرم 1218 ہجری کو مکے پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان ترکی سلیم خان ثالث کو جس کا عہد حکومت 1203 سے 1222 ہجری تک رہا حسب ذیل خط لکھا:

منجانب سعود

بخدمت سلطان سلیم خان.....

”میں 4 محرم 1218 ہجری کو مکے میں داخل ہوا۔ میں نے یہاں کے باشندوں کو امان دیدی اور ان تمام چیزوں کو جن کی پرستش کی جاتی تھی برباد کر دیا۔ میں نے سوائے ان محصولوں کے جو شرعاً جائز ہیں باقی تمام محصول معاف کر دیئے۔ میں نے اس قاضی کو جسے آپ نے شرع محمدی پر عمل کرنے کے لئے مقرر کیا ہے، بحال رہنے دیا۔ میری خواہش ہے کہ آپ دمشق و قاہرہ کے والیوں کو ہدایت کر دیں کہ وہ باجون کے ساتھ مکہ معظمہ کی جانب محمل روانہ کریں۔ مذہب کا ایسی باتوں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔“

سلطان سلیم نے اس خط کا جواب نہ دیا اور فریقین میں جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ محمل کے بارے میں سعود کی ہدایت کو ضلالت خیال کیا گیا اور حسب سابق محمل روانہ کئے گئے۔ 1220 میں سعود نے پھر شامی و مصری امیر الحاج کو متنبہ کیا:

”اس لکڑی کے ڈھانچے کو باجے بجاتے یہاں نہ لائیں یہ بدعت ہے۔ تمام بدعتیں

گمراہی ہیں اور ہر گمراہی کی سزا آگ ہے۔“

شامی امیر نے یہ شرط قبول نہ کی اور 1221ھ کے حج میں وہ بغیر حج کئے اپنے محمل کو لے کر واپس

چلا گیا مگر محمل مصری جو مکے پہنچ چکا تھا، وہاہیوں کے ہاتھ لگ گیا اور انہوں نے اسے جلا دیا۔ وہاہیوں کی حکومت حجاز پر کوئی بارہ برس رہی۔ اس زمانہ میں مصر سے غلاف آنا موقوف ہو گیا تھا اور وہابی کعبے پر خود غلاف ڈالتے تھے۔ یہ سرخ رنگ کے کپڑے کا ہوتا تھا جو حسا میں ① تیار ہوتا ہے اور جس کی عربی عباسی بنائی جاتی ہیں۔

① حسا علاقہ نجد کا ایک بڑا زرخیز صوبہ ہے۔ یہاں اچھی اچھی چراگاہیں ہیں۔ مویشی خوب ہوتے ہیں۔ یہاں کی پارچہ بانی کی صنعت بھی زمانہ قدیم سے مشہور ہے۔ سوئی کپڑے کے علاوہ یہاں کا اونی کپڑا ہی اچھا ہوتا ہے۔ جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمن ملک حجاز نجد کی عطا ہوئی عباس فقیر کے پاس بھی ہے۔

## باب 11

ترکوں کا حجاز پر دوبارہ قبضہ اور  
مصر سے غلاف کی دوبارہ آمد

دہائیوں کے پہلی مرتبہ کے تسلط حجاز کی وجہ سے تقریباً دس سال تک مصر سے غلاف کعبہ نہ آیا۔ جب ترکوں نے سرکردگی محمد علی پاشا اہل نجد سے ملک حجاز واپس لے لیا (جیسا کہ ہم مملوک سلاطین کے ضمن میں حاشیہ پر تحریر کر چکے ہیں) تو 1232ھ سے پھر غلاف کعبہ مصر سے آنے لگا اور شامی ① محمل کا راستہ بھی کھل گیا۔ اس زمانہ میں مشہور فرنگی سیاح عرب برکھارٹ حجاز گیا ہوا تھا۔ اس نے اپنے سفر نامے میں دونوں محملوں کا ذکر کیا ہے۔ اس وقت تک حجاز سے دہائیوں کا قبضہ نہیں اٹھا تھا بلکہ طائف کے نواح میں ترکوں اور دہائیوں کی لڑائی بھی ہو رہی تھی۔ تاہم مصر و شام کے راستوں میں امن تھا اور اسی وجہ سے غلاف کعبہ کا راستہ کھلا رہا۔

① شامی محمل کا تفصیلی ذکر ایک علیحدہ باب میں کیا گیا ہے۔

## باب 12

## شریف مکہ کا خلافت کعبہ

حجاز سے وہابیوں کا قبضہ اٹھ جانے کے بعد تقریباً 81/82 برس تک خلافت کعبہ مصر سے تیار ہو کر حسب دستور سابق بڑے ترک و احتشام کے ساتھ مکہ معظمہ آتا رہا لیکن 1914ء 1333 ہجری میں یورپ کی جنگ عظیم چھڑی اور 1920ء تک ہوتی رہی تو سلطنت عثمانیہ نے بھی برطانیہ اور اس کے حلیفوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ دیا۔ ادھر متحدین (برطانیہ، فرانس و اٹلی) نے شریف مکہ حسین پاشا کو شہ دی۔ اُس نے 1916ء میں ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور شاہ حجاز بن کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا ①۔ دوران جنگ بحری رستوں کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی۔ تمام جہاز جنگی کاموں میں مصروف تھے۔ حج تقریباً بند ہو گیا تھا اور مصر سے خلافت و مجمل کی آمد بھی پابندی کے ساتھ باقی نہیں رہی تھی۔ خشکی کی راہ سے بھی فتنہ و فساد و بد امنی کی وجہ سے بہت کم حاجی آتے تھے۔ اس کے علاوہ شریف کو بغاوت اور سازشوں سے اتنی فرصت نہ تھی کہ عرب کے اندرونی حصے سے جو لوگ حج کے لئے آتے تھے ان کی خوشنودی کے واسطے خلافت کعبہ کا کوئی خاص اہتمام کرتا۔

① اس وقت ترکی میں سلطان محمد خان فاس حکمران تھے جن کی سلطنت ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء سے ۱۳۳۶ھ ۱۹۱۸ء تک رہی۔ ان کی وفات کے بعد دوران جنگ ہی عزیز الدین یوسف سلطان عبدالجید خان کے نام سے تخت نشین ہوئے۔ اس لڑائی میں ترکوں کو زبردست نقصان ہوا۔ حجاز و عراق و شام، مصر سب ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ قریب تھا کہ ترکوں کی سلطنت صفحہ ہستی سے مٹ جائے مگر مصطفیٰ کمال پاشا کی دانائی و شجاعت نے اس سلطنت کا نام باقی رکھا۔ متحدین کو جو قسطنطنیہ پر قابض ہو گئے تھے اُن کے گھر رخصت کیا۔ اس کے بعد سلطان عبدالجید خان معزول کر دئے گئے اور ترکی بجائے خود مختار شہنشاہیت کے جمہوری سلطنت کر دی گئی۔



کبھی دل میں آگئی تو شریف کوئی معمولی کپڑے کا غلاف پہنا دیتا تھا۔ ورنہ وہی پرانا غلاف پڑا رہتا تھا۔ شریف مکہ کے ڈالے ہوئے غلافوں میں سے جو اس نے اس زمانہ میں ڈالے تھے ایک غلاف کانکڑا میرے پاس بھی موجود ہے۔ یہ ڈبل زین کی قسم کا کپڑا ہے۔ اس کا رنگ مدہم کا ہی ہے۔

## باب 13

## سلاطین مصر کا خلافت کعبہ

جنگ یورپ کے زمانہ میں خدیو عباس حلمی پاشا ① اپنے ضمیر کے خلاف عمل کرنا حمیت سے بعید سمجھ کر قسطنطنیہ چلے گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں ان کے چچا حسین کامل پاشا اکتوبر 1914ء میں خدیو مقرر ہوئے اور سلطان کا لقب اختیار کیا۔ دسمبر 1917ء میں حسین پاشا کا انتقال ہو گیا اور ان کے لڑکے کمال الدین نے سلطنت سے انکار کر دیا تو حسین پاشا کے بھائی شہزادہ احمد فواد ② کو سلطان بنایا گیا۔ 1922ء میں انہوں نے فواد اول سلطان مصر و سوڈان کا لقب اختیار کیا۔ حسین پاشا اور سلطان فواد کے زمانے میں حسب سابق مصر سے خلافت آتا رہا اور اس کے اجزاء اور کتبے وغیرہ بھی وہی قدیمی رہے جو سلطنت عثمانیہ کے زمانہ میں تھے۔ البتہ سمت شمالی کے حزام پر سلطان حسین پاشا یا سلطان فواد کا نام اور ان کے آباؤ اجداد کے نام اس سلسلہ سے کڑھے رہتے تھے۔

① عباس حلمی پاشا نے 1891ء سے 1913ء تک 23 سال حکومت کی۔ ② سلطان خواد کی یکی ولادت 1868ء میں ہوئی یہ اس وقت بھی حکمران میں۔ مصر کے خدیووں کا شجرہ نسب ذیل میں درج ہے ناموں پر بہ اعتبار سلسلہ وار نمبر ڈال دیئے گئے ہیں۔

- |                    |                  |               |
|--------------------|------------------|---------------|
| (1) محمد علی پاشا  |                  |               |
| (2) ابراہیم پاشا   | (3) عباس پاشا    | طوسون پاشا    |
| (4) سعید پاشا      | (5) اسماعیل پاشا | (8) حسین کامل |
| (7) عباس حلمی پاشا | (6) توفیق پاشا   |               |
|                    | (9) فواد اول     |               |

فی ایام دولت صاحب جلالت ملک المصر والسودان العظم السلطان احمد فواد باشا اول بن اسماعیل باشا بن ابراہیم باشا بن محمد علی باشا خلد اللہ تعالیٰ مکہ۔

### مصر و حجاز کا تنازعہ غلاف کعبہ کی واپسی:

مصر کے غلاف کعبہ کی آمد کو دو ہی سال گزرے تھے کہ 1341 ہجری میں ایک نیا جھگڑا پیش آیا وہ یہ کہ شاہ حجاز حسین پاشا نے، جسے علمائے اسلام دین فروش و ملت فروش و نصاریٰ کا ساختہ پر داختہ رکھتے تھے، محمل مصری کو جو غلاف کعبہ کے ساتھ مصر سے جدہ پہنچ چکا تھا، واپس کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ زمانہ قدیم سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ محمل مصری کے ساتھ حاجیوں کا بڑا قافلہ آیا کرتا تھا اور ان کی دوا درسن کے لئے سرکاری طور پر دو طبیب بھی قافلے کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ یہ طبیب وہ لوگ ہوتے تھے جو ادائیگی فریضہ حج کے لئے روانہ ہوتے تھے۔ راستے بھر میں دوسرے حاجیوں کا علاج و معالجہ کرتے جاتے تھے اور حجاز میں اس خدمت کو یہ ثواب سمجھ کر انجام دیتے تھے۔ اس سال اتفاقاً چار طبیب حج کے ارادے سے قافلہ مصری یعنی محمل کے ساتھ مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ دیوانہ راہ ہوئے بس است۔ شاہ حجاز نے اس پر اعتراض کیا اور اسے اپنی خود مختاری کے منافی خیال کر کے اعلان کر دیا کہ حجاز میں ان لوگوں کے داخلہ کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ حکومت مصر نے مناسب نہ سمجھا کہ مصری ابنائے وطن کو حج کے لئے ارض مقدس کا سفر کر رہے تھے کسی طبی امداد اور احتیاطی تدابیر کے بغیر ایسے غیر منتظم ملک میں جیسا کہ اس وقت حجاز ہو رہا تھا، بیماریوں کا شکار بننے کے لئے چھوڑ دے تاکہ شاہ حجاز کے مقرر کئے ہوئے ڈاکٹر ان کے پر پرزے نوچ کر اطمینان کے ساتھ ان کا خون چوسیں اور مرنے کی صورت میں شاہ حجاز ان کے مال و اسباب پر قبضہ کرے۔ حکومت مصر نے اصرار کیا اور مصر و حجاز کے درمیانہ و مخلصانہ تعلقات والی حجاز کو یاد دلانے مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ آخر علمائے اسلام نے مناسب الفاظ میں جس کا وہ مستحق تھا فتویٰ صادر کیا اور محمل مصری معہ غلاف کعبہ کے واپس طلب کر لیا گیا۔ حجاج مصر جو بڑے اشتیاق و تمنا کے ساتھ گھر سے نکلے تھے ”ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم“ کہتے ہوئے مصر واپس آ گئے۔

”محمل کی ہر سال روانگی و واپسی“ مصر میں ایک عظیم الشان تقریب کی حیثیت رکھتی تھی۔ اہل مصر اس کو کمال عزت و احترام کے ساتھ رخصت کرتے تھے اور واپسی کے وقت بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے (جیسا کہ آئندہ اوراق میں اس جلوس کے تفصیلی حالات سے معلوم ہوگا) اس موقع پر جب مصر والے بغیر حج کئے ہوئے واپس آئے اور غلاف کعبہ واپس لایا گیا۔ اس وقت اہل مصر کو جو صدمہ ہوا اس کا اندازہ مشکل ہے۔

اس سال شاہ حجاز نے تکمیل رسم کے لئے ڈبل زین کی قسم کے ایک دبیز ہلکے کاہی رنگ کا غلاف کعبے پر ڈالا تھا۔

شاہ حجاز کی اس حرکت سے جسے مسلمان کسی عیسائی سلطنت کی ترغیب کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، نہ صرف اہل مصر کو بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو رنج پہنچا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت مصر نے شاہ مذکور کی سالانہ تنخواہ کا ڈیڑھ لاکھ روپیہ جو خزانہ مصر سے، اس کو ملتی تھی موقوف کر دی۔ مصر و حجاز کے دوستانہ تعلقات جو سینکڑوں برس سے قائم تھے، وہ بھی منقطع ہو گئے اور قاہرہ جو باب المملکہ کہلاتا ہے وہاں کے حاجیوں کے لئے مکے میں داخل ہونے کے دروازے بند کر دیئے گئے۔

## باب 14

## حجاز پر اہل نجد کا دوبارہ قبضہ

مصر سے غلاف کعبہ کی دوبارہ آمد اور موقوفی:

حسین پاشا شریف کی حکومت ایک بدترین قسم کی بادشاہت تھی۔ ہر قسم کے جرائم و ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب اعلانیہ ہوتا تھا۔ معتبر اہل مکہ کی زبانی معلوم ہوا کہ خود شریف دائم الخمر تھا جس وقت نجد یوں نے اس کے محل پر قبضہ کیا تو شراب کی بہ کثرت خالی بھری بوتلیں وہاں سے برآمد ہوئیں۔ مولوی حاجی سید حسن صاحب اکبر آبادی نے مجھے بتایا تھا کہ 1338 ہجری میں شریف کے دربان کعبہ کو انہوں نے ہمیشہ مخمور پایا۔ اُس زمانہ میں حجاز بد امنیوں کا مرکز تھا اور خاص بلد الامین میں بھی نہ حاجیوں کی جان محفوظ تھی نہ مال۔ باشندگان حجاز بھی سخت مصیبت میں گرفتار تھے۔ جہاں شریف نے حاجیوں پر نئے ٹیکس لگا کر حج کو تقریباً ناممکن کر دیا تھا اس کے ساتھ مکہ و مدینہ کے رہنے والوں کو بھی اس نے نوچنے کھسوٹنے میں کمی نہیں کی تھی۔ بدوی لٹیروں اور شریف کے ڈاکو ملازموں کے ہاتھ سے مسافروں کا مکے سے چل کر مدینے تک پہنچنا ناممکن تھا۔ حاجیوں کو خاص راستوں سے چلنے پر مجبور کیا جاتا تھا تا کہ وہ گراں قیمت پانی خریدیں یا پیاس سے مر جائیں اور ان کا مال شریف کے لٹیروں کے ہاتھ لگے۔ اس طرح ہزاروں آدمی تڑپ تڑپ کر ریگستان میں جان دیتے تھے۔ اس زمانے کے اخبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ 1337 ہجری میں چوبیس ہزار خدا اور رسول کے مہمان شریف کے مظالم کا شکار ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں بہت کم حاجی مدینے تک پہنچ سکتے تھے۔ اکثر راستے ہی میں

سے بلا زیارت لوٹا دیئے جاتے تھے۔ مولوی حاجی سید اعجاز حسین اور مولوی حاجی سید حسن صاحب رئیس اکبر آباد نے بیان فرماتے ہیں:

”1338 ہجری میں ہم حج پر گئے تھے یہ زمانہ شریف کی حکومت کا تھا۔ تقریباً پندرہ سو حاجیوں کا قافلہ جو مدینے جا رہا تھا۔ بیر علی کے پاس سے جبکہ مدینہ ڈیڑھ کوس رہ گیا تھا جبراً واپس کر دیا گیا اور اہل قافلہ مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے بہ صد حسرت و یاس فاتحہ پڑھ کر روتے ہوئے واپس ہوئے مگر خوش قسمتی سے ہمارے بدویوں نے شریف کے سپاہیوں کی آنکھ بچا کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیا تھا اور اس طرح ہم روضہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہو گئے۔“

آخر شریف کے گناہوں کا گھڑا بھر گیا اور 1343 ہجری میں اللہ تعالیٰ نے حجاز پر اہل نجد کو مسلط فرمایا جنہوں نے جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن آل فصیل ابن سعود شریف کی سرکردگی میں خاندان شریف کے ناپاک وجود سے حجاز مقدس کو پاک کیا اور بدامنی کو امن سے اور ظلم کو انصاف سے مبدل کر دیا۔ غلاف جس کے آنے میں کوئی پابندی باقی نہ رہی تھی اب پھر مصر سے آنے لگا۔ مگر 1344 ہجری میں محمل مصری کے تعلق دو ناگوار واقعات پیش آئے۔ اول یہ کہ جب مصریوں نے حسب دستور قدیم مکے پہنچ کر محمل و حرم کعبے میں باب السلام کی طرف والے دLAN کے ایک حصہ میں رکھ کر سپاہیوں کا پہرہ مقرر کیا تو خوش عقیدت مسلمانوں کے گروہ کے گروہ اس طرف بڑھے۔ کوئی مٹھائی، کھجوریں، پیسے بڑھاتا تھا، کوئی منت مرادیں ماننا تھا، کوئی چلے باندھتا اور عرضیاں لٹکاتا تھا۔ نجدی ان چیزوں کو نہ دیکھ سکے۔ سلطان ابن سعود سے شکایت کی کہ ”عین بیت اللہ میں یہ بت پرستی ہو رہی ہے۔ اسے وکو کر خدا کے گھر میں محمل پرستوں کو ہم نہیں دیکھ سکتے۔“ سلطان نے مصری امیر الحج کو سمجھا کر محمل کے معتقدوں کی آمد و رفت بند کر دی اور سپاہیوں کو کہہ دیا کہ کسی کو محمل کے پاس نہ آنے دیں اس طرح یہ فتنہ آسانی سے رفع ہو گیا۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ذیحجہ 1344 ہجری کو ہمراہیان محمل مصری اور عام نجدیوں میں تصادم

ہو گیا جس کی کیفیت یہ ہے کہ بعض نجدیوں نے حمل پر جس کو وہ محض کھلونا بلکہ بت سمجھتے تھے، عرفات جاتے وقت منیٰ کے قریب کنکریاں پھینکیں اور ایک نجدی نے حمل کے اونٹ کا پاؤں گولی سے زخمی کر دیا اس پر مصری حاہیوں کو جو حمل کے ساتھ تھے، تاؤ آ گیا اور کنکروں کا جواب انہوں نے مشین گن کی گولیوں سے دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پچیس نجدی وہیں ڈھیر ہو گئے۔ مصری فوج کی تعداد چار سو تھی اور نجدی کوئی ساٹھ ہزار۔ اگرچہ نجدیوں میں بڑا جوش پھیل گیا تھا مگر سلطان ابن سعود نے مہمان نوازی کے خیال سے مصریوں کی اس زیادتی کو معاف کر دیا اور سلطان کے فرزندوں نے بیچ میں پڑ کر بڑی مشکل سے معاملہ رفع دفع کیا۔ خیال یہ تھا کہ یہ بات یہیں تک رہے گی اور آئندہ غلاف کی روانگی پر اس سے کوئی اثر نہ پڑے گا مگر اہل مصر نے اس قدیم رسم کو بلا کسی گفت و شنید کے یکا یک مٹا دیا اور اس کے بعد سے مصر سے غلاف آنا موقوف ہو گیا۔ مصر کا یہ سب سے آخری غلاف کعبہ تھا جو 1344 ہجری میں آیا تھا، کعبے پر ڈالا گیا اور سال بھر تک کعبے پر رہا۔ اس غلاف کے کتبوں کی آیات وغیرہ اور ان کا رسم الخط سب وہی تھا جس کی توضیح خلافت عثمانیہ کے غلاف کے اجزاء اور کتبوں کے ذکر میں کی جا چکی ہے۔ صرف یہ فرق تھا کہ اس کی سمت شمالی کی حزام اور پردہ باب کعبہ میں احمد فواد پاشا سلطان مصر کا نام اس طرح تحریر تھا۔

فی ایام دولت صاحب جلال المصر والسودان المعظم السلطان احمد  
فواد باشا اول بن اسمعیل باشا بن ابراہیم باشا بن محمد علی باشا خلد اللہ تعالیٰ  
ملکہ

سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن ابن سعود کا پہلا غلاف کعبہ:

وہابیوں کے خیال میں حمل ایک غیر ضروری بدعت تھی اور بعض دوسرے متشرع اصحاب بھی اسے کھیل تماشا سمجھتے تھے۔ حمل کے ساتھ بعض خوش عقیدہ مسلمانوں کو جو اعتقاد تھا اس پر وہابی بت پرستی کا گمان کیا کرتے تھے۔ اہل نجد نے اپنے پہلے قبضہ اعجاز کے زمانہ میں بھی گاجے باجے کے ساتھ حمل کا داخلہ جائز نہیں رکھا تھا۔ 1344 ہجری میں بھی اسی وجہ سے نجدیوں اور مصریوں کے

درمیان تصادم ہو گیا تھا۔ ان وجوہ کے باعث ضرورت تھی کہ 1345 ہجری کے لئے محمل کے بارے میں حکومت حجاز و حکومت مصر کے درمیان سمجھوتہ ہو جائے چنانچہ جلالتہ الملک سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن بن سعود ملک الحجاز و نجد نے جدہ میں مصر کے سفیر کو محمل کے لانے کی اجازت ان شرائط پر دے دی کہ اس کے ساتھ حاجیوں کا قافلہ اور فوج آسکتی ہے مگر توپیں اور مشین گن وغیرہ نہ لائی جائیں اور باجانہ بجایا جائے۔

مصری حکومت اس پر رضامند ہو گئی اور محمل کے بھیجنے کا یقین دلایا۔ آخری ذیقعدہ 1345 ہجری تک یہ اندیشہ نہ تھا کہ مصر سے محمل و غلاف نہ آئے گا کہ اتنے میں یکا یک یکم ذیحجہ کو سفیر مصر نے اطلاع دی کہ حکومت مصر نے آپ کی شرائط پر محمل کا بھیجنا پسند نہیں کیا۔ اس بے موقع اطلاع سے حکومت مصر کی یہ غرض تھی کہ اگر سلطان ابن سعود نے ایسے تنگ وقت میں مجبور ہو کر ہماری شرائط قبول کر لیں تو بھاگ دوڑ کر محمل دھوم دھام سے بھیج دیا جائے گا اور نہ اتنی قلیل مدت میں سلطان ابن سعود غلاف کی تیاری کا انتظام نہ کر سکیں گے اور اس طرح ان کو ایک قسم کی خفت ہوگی۔ مصریوں کی اس حرکت کو سلطان ابن سعود نے صبر و استقلال سے برداشت کیا اور سات روز کے اندر سیاہ بانات کا غلاف معہ زریں حزام اور باب کعبہ کے زریں پردے تیار کرا کے 10 ذیحجہ 1345 ہجری کو کعبے پر ڈال دیا۔ سلطان نے اس خوشی میں طواف کیا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ چونکہ حکومت نجد کا یہ پہلا غلاف تھا اور بڑی عجلت کے ساتھ تیار کیا گیا تھا۔ اس لئے اس میں کسی خاص کام کی توقع نہیں ہو سکتی تھی تاہم غلاف خوشنما تھا اور اس قدر کم فرصت میں اس کا تیار ہو جانا ہی کچھ کم حیرت ناک نہ تھا۔ اس کی بانات عمدہ سیاہ رنگ کی تھی۔ اس کی حزام اور باب کعبہ کے پردے پر سنہری مسالے سے نقش و نگار و آیات قرآنی کاڑھے گئے تھے۔ یہ غلاف دیکھ کر لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی تھی کہ مکہ معظمہ میں اتنی مقدار میں بانات کیسے دستیاب ہو گئی۔ کیونکہ کعبے کے غلاف کے لئے تیس چالیس تھان یعنی تقریباً 437 گز بانات درکار ہونی ہوگی۔ اس غلاف میں کعبہ کے پردے پر سنہری مسالہ کا حاشیہ نقش و نگار کے ساتھ بنا ہوا تھا۔ جس کے بیچ میں سنہری حروف میں کلمہ طیبہ لکھا تھا۔ حزام دو فٹ چوڑھی تھی جس



میں حسب ذیل آیات مسالے کے حلقوں میں سنہری گولے پٹھے سے کڑھی ہوئی تھیں۔  
 دسویں ذیحجہ کو بہت سے حاجی مصر اور دوسرے ممالک کے منیٰ سے طواف الزیارت ⑩ کے لئے جب مکے آئے تو کعبہ پر چمکدار زریریں کام کا نیا غلاف دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ خصوصاً اہل مصر کو بہت ہی شاق لگا۔ چونکہ حاجی تین دن تک منیٰ ہی میں رہتے ہیں اس لئے بیت اللہ میں حجاج کی کثرت نہیں ہوتی اور بیت اللہ کافی طور پر محفوظ بھی نہیں ہوتا۔ گیارہویں ذیحجہ کو نہ معلوم کون لوگ اس غلاف کے نیچے کا حصہ جہاں تک ہاتھ پہنچتا تھا کوئی دہ دو گز چاقوؤں سے کاٹ کر اور قینچیوں سے کتر کر لے گئے۔ بعض کا گمان مصریوں پر ہوا۔ بعض کا اہل مکہ پر، بعض کا طرفداران شریف پر اور بعض کا دشمنان ابن سعود پر، حقیقت حال خدا کو معلوم ہے کہ لے جانے والے کون تھے اور کس نیت سے لے گئے تھے۔ سلطان ابن سعود کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے اسی رات دوسرا کپڑا سلوا کر غلاف کو اس طرح پھر مکمل کر دیا کہ بہت سے لوگوں کو خبر بھی نہ ہوئی کہ ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔

سلطان ابن سعود کے حکم سے مصری غلاف کے نمونے کی مکہ میں تیاری:

سلطان کو اسی برس یہ خیال آیا کہ غلاف کعبہ حجاز ہی میں تیار ہوا کرے اور اس کے لئے مصر وغیرہ کسی دوسرے ملک کی حاجت نہ رہے۔ اس کا ذکر سلطان نے اپنے سیکرٹری مولوی سید اسماعیل غزنوی سے کیا۔ انہوں نے حاجی کریم بخش بنارس سے جو ان دنوں حج کے لئے گئے ہوئے تھے چند روز میں ایک نمونہ غلاف کے کپڑے کا مکہ معظمہ میں تیار کر کے سلطان کے سامنے پیش کر دیا۔ سلطان نے اسے پسند فرمایا اور سیکرٹری کو حکم دیا کہ وہ ہندوستان جا کر کاریگر، ریشم مقیش اور اوزار بھیجوائیں تاکہ غلاف کعبہ اور حسب ضرورت دوسری قسم کے کپڑے بھی حجاز میں تیار ہوا کریں۔ چنانچہ وہ اوائل 1346 ہجری میں ہندوستان گئے۔ ریشم کے لئے کشمیر کا دورہ کیا مگر وہاں

⑩ قیام منے کے زمانے میں دسویں ذیحجہ سے بارہویں ذیحجہ تک کسی ایک دن جو طواف کیا جاتا ہے اُسے طواف الزیارت کہتے ہیں۔

کارشیم پسند نہ آیا اور بالآخر ممبئی سے ریشم کا انتظام کیا اور بنارس سے کپڑے بننے والے کاریگر فراہم کر کے ان کو مکہ معظمہ روانہ کر دیا۔ یہ لوگ حاجی حافظ رحمت اللہ کے خاندان کے افراد تھے جو محلہ ہنومان پھانک کے قریب بنارس میں رہتے تھے۔ ان میں خاص خاص کاریگروں کے نام صبغۃ اللہ، صفی اللہ اویج اللہ ہیں۔ کل ساٹھ مرد، بیس عورتیں اور نو بچے روانہ کئے گئے۔ عورتیں ریشم کھولنے کے لئے گئیں۔ تنخواہ چالیس روپے سے سو روپے ماہوار تک اور عورتوں کی تنخواہ بیس روپے سے تیس روپے تک علاوہ خوراک کے قرار پائی۔ صبغۃ اللہ ان سب لوگوں کے منیجر مقرر ہوئے۔ ان لوگوں کو دو دو تنخواہیں پیشگی دی گئیں اور اخراجات سفر سب سلطان کے ذمہ رہے۔ ان سے تین سال کا اقرار نامہ لیا گیا۔ بعض معاہل و عیال کے اور بعض تنہا گئے۔ ممبئی سے انیس ہزار روپے کارشیم خریدا گیا تھا اور سترہ سو روپے کا لکڑی کا سامان اوزار وغیرہ خریدے گئے۔ غلاف کعبہ کے زریں حصوں کا انتظام چونکہ اس وقت مکہ معظمہ میں ہونا دشوار تھا۔ اس لئے حزام اور برقع کعبہ کی تیاری کا ٹھیکہ حاجی حافظ بشیر الدین ساکن محلہ مسجد فتح پوری دہلی کو تخمیناً چھ ہزار روپے میں دیا تھا۔ گیارہ کاریگر ممبئی سے جہاز میں سوار کرائے گئے اور باقی کراچی سے۔

اس موقع پر ایک لطیفہ کا ذکر کر دینا غالباً بے محل نہ ہوگا۔ جب یہ کاریگر مکہ معظمہ روانہ ہو چکے تھے اس وقت اخبار مدینہ بجنور کو کہیں سے اطلاع ملی تھی کہ سلطان ابن سعود غلاف کعبہ تیار کرانے کیلئے ہندوستان سے کاریگر طلب کرنے والے ہیں۔ اس پر اخبار مذکور نے جو ریمارک شائع کیا تھا اس کا خلاصہ تھا:

”ہم اس بات کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتے کہ ہمارے بھائیوں کو اس حیلے سے مکہ معظمہ میں طلب کر کے وہابی بنایا جائے، ہم ہرگز کسی کو جانے کا مشورہ نہ دیں گے۔“

یہ مضمون پڑھ کر مجھے بہت ہنسی آئی کہ اخبار نویس صاحب نہ معلوم کس عالم میں ہیں، کاریگر پہنچ بھی گئے مگر ایڈیٹر صاحب فرما رہے ہیں کہ ہم کسی کو جانے کی رائے نہ دیں گے اور لطف یہ کہ ایڈیٹر صاحب یہ گوارا کرتے ہیں کہ ان کے بچے عیسائیوں کے مشن سکولوں میں خلاف عقائد اسلامی تعلیم

پائیں۔ ولایت جا کر انواع و اقسام کی مکروہات میں مبتلا ہوں۔ حلال و حرام کے امتحان میں پڑیں۔ مگر یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ ان کے بھائی مکہ معظمہ کی سکونت کا شرف حاصل کر کے نجدیوں کے خیالات سے متاثر ہوں جو حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مذہب یعنی جنبلی ہیں۔

ہناری کاریگروں نے مکہ معظمہ میں غلاف کا کپڑا تیار کیا جس پر مصری غلاف کی طرح کلمہ بنا گیا اور غلاف کے زریں حصے دہلی سے تیار کر کے بھیجے گئے۔ اس خوشی میں 6 ذیحجہ 1346 ہجری کو مکہ معظمہ ایک بڑا جلسہ ہوا۔ اس طرح 1346 ہجری میں سلطان ابن سعود کے مصارف سے غلاف کعبہ تیار ہوا۔ 1345 ہجری میں تو عجلت کی وجہ سے غلاف کے حزام اور برقع کعبہ کی آیات وغیرہ بدل دی گئی تھیں اور طرز تحریر بھی دوسرا تھا لیکن 1346 ہجری کے غلاف میں کتبے اور آیات قرآنی سب وہی قائم رکھی گئیں جو مصری غلاف میں ہوا کرتی تھیں اور اس کا خط بھی وہی رہا۔ البتہ سمت شمالی کی حزام میں بجائے سلطان ترکی یا سلطان مصر کے نام کے جلالت الملک سلطان ابن سعود کا نام لکھا گیا۔ 1347 ہجری سے غلاف کے طلائی وزریں حصوں کی تیاری کا انتظام بھی مکہ معظمہ میں ہونے لگا اس کی تکمیل کیلئے کلکتہ کے تین کاریگر مامور کر دیئے گئے۔

ہر سال 6 ذیحجہ کو مکہ معظمہ میں تیاری غلاف کی خوشی میں ایک بڑا جلسہ ہوتا جس میں مختلف ممالک کے امیر الحاج اور معزز حاجی بھی شریک کئے جاتے ہیں۔ مافی میں سلطان ابن سعود اپنی تقریر میں منجملہ اور باتوں کے ہندوستانی کاریگروں کی تعریف بھی فرماتے تھے۔ یہ غلاف سابقہ مصری غلاف سے خوشنما، مضبوطی اور چمک جھلک میں بڑھا ہوا ہے۔ مگر بعض خوش عقیدہ مسلمان مصری غلاف کی اب بھی تعریف کرتے ہیں جس پر وہ مثل صادق آتی ہے کہ ”مری ہوئی بھینس کے بڑے بڑے سینگ“۔

ایک حاجی صاحب سے جو کئی سال سے برابر حج کے لئے جا رہے ہیں، ان سے اس بارے میں میری گفتگو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ مصری غلاف زیادہ پائیدار ہوا کرتا تھا۔ دوسرے سال تک اس کے کپڑے کی آب و تاب میں فرق نہیں آتا تھا اور اس کا زریں کام بھی ماند نہیں پڑتا تھا۔ اس غلاف

کی یہ حالت نہیں ہے۔ یہ بہت جلد بگڑ جاتا ہے۔ اس کے ثبوت میں انہوں نے اپنے ملازم سے کہہ کر ایک چھوٹا سا پارسل منگوا دیا، اس میں غلاف کا ہاتھ بھر کا ٹکڑا تھا جو ان کے ذریعہ سے ایک مکے والے نے اپنے کسی دوست کو بھیجا تھا۔ اس غلاف کے پارس کے ٹانگے چاقو سے کاٹے گئے۔ غلاف اس میں سے نکلا اور اس کی رونق دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ ٹکڑا تو اچھا ہے، کچھ زیادہ خراب نہیں ہوا۔ شاید اوپر کے حصہ کا ہوگا۔“

ان صاحب نے ٹھنڈی سانس بھر کر یہ بھی کہا تھا کہ سلطان ابن سعود کا نام حزام پر دیکھ کر مجھے بہت رنج ہوا۔

غلاف کعبہ کا یہ انقلاب تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے جس کے اہتمام کا سہرا مولانا اسماعیل غزنوی کے سر ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ 1345 ہجری میں بعض روسی مسلمانوں اور چند اور معزز اصحاب نے غلاف کعبہ کی تیاری میں رقم کا حصہ ڈال کر شریک ہونا چاہا تھا مگر سلطان نے اسے قبول نہ کیا اور بجائے اس کے کہ وہ مصر سے خلاف شرح باجون کے ساتھ محمل و غلاف کے لانے کی اجازت دیتے انہوں نے اپنی ذات سے ہزار ہا روپیہ خرچ کرنا گوارا فرمایا۔

## باب 15

## پرانا غلاف اور اس کی حالت

غلاف کعبہ کے اجزاء کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے ایک تو عام غلاف جو سیاہ ریشمی دبیز چمک دار کپڑا ہوتا ہے اور جس پر کلمہ اور ”جل جلالہ“ بنا رہتا ہے۔ دوسرا حصہ زریں کتبے ہیں جن میں کعبے کے گرد کی پٹی یعنی حزام، باب کعبہ کا پردہ اور چار دائرے جن کو رنوکہ کہتے ہیں، شامل ہیں۔ غلاف چونکہ سال بھر تک کعبے پر رہتا ہے اور جاڑے، گرمی، برسات کسی موسم میں بھی نہیں اتارا جاتا اس لئے اس کے سنہری حصے اگرچہ کسی قدر مدہم پڑ جاتے ہیں مگر سرسری نظر میں کچھ زیادہ پرانے نظر نہیں آتے۔ البتہ سیاہ غلاف ایک برس تک لٹکے لٹکے عموماً فرسودہ ہو جاتا ہے بعض رخ پر اس میں جا بجا سوراخ بھی ہو جاتے ہیں اور دھوپ بارش اور گرد و غبار سے اس کا رنگ بھی ہلکا پڑ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں کچھ تو اس رسی کی کھچاؤٹ سے جو اس میں بندھی رہتی ہے اور جو ہوا چلتے وقت بہت تن جاتی ہے اور کچھ زمانہ حج میں حاجیوں کے چھونے سے غلاف نیچے سے پھٹ جاتا ہے۔ تاہم اس کے بعض حصے خصوصاً حزام کے نیچے کے یا جہاں حاجیوں کے ہاتھ نہیں پہنچتے یا جدھر دھوپ اور بارش کا اثر کم ہوتا ہے ثابت اور اچھی حالت میں بھی رہتے ہیں۔ بہر حال یہ غلاف سال کے ساتھ دسویں ذی الحجہ تک بدل دیا جاتا ہے۔ غلاف اتارنے وقت بعض اوقات بڑا طوفان بے تمیزی برپا ہوتا ہے۔ غلاف کو چڑھانے میں حاجی بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ غلاف وقف ہے۔ اس کے ٹکڑے ہمیں مفت مل جائیں۔ اہل مکہ ایک ایک دھجی بلکہ ایک ایک ڈورے کے دام کمرے کرتے ہیں۔ اسی بات پر اہل مکہ اور حاجیوں میں کبھی کبھی لڑائی

بھی ہو جاتی تھی۔

### غلاف کعبہ اور حرم کے کبوتر:

حرم بیت اللہ میں سیکڑوں کبوتر اڑتے پھرتے رہتے ہیں جن کے گھونسلے حرم کے دوانوں میں یا مکہ معظمہ کے خانگی دسرکاری مکانات اور اطراف و کنار میں ہیں۔ ان کو ان کبوتروں کی نسل کہا جاتا ہے جنہوں نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے وقت غار ثور کے دھانے پر گھونسلہ بنا کر اٹھے رکھے تھے<sup>①</sup>۔ حرم کعبہ ان کبوتروں کا اڈا بنا ہوا ہے۔ ان کے غول کے غول حرم میں جا بجا بیٹھے رہتے ہیں۔ مکن میں مختلف مقامات پر پتھر کی کوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں جن میں نیک دل حاجی پانی بھر دیتے ہیں۔ بعض لوگ دانہ بھی ڈال دیتے ہیں۔ بیت اللہ کے دروازوں پر غریب عورتیں تشریوں میں جوار لئے بیٹھی رہا کرتی تھیں۔ حاجی ان سے خرید کر کبوتروں کی دعوت کر دیا کرتے تھے۔ 1345 ہجری میں مجھے ایسی عورتیں نظر نہ آئیں، نہ کسی اور شخص کو کبوتروں کے لئے دروازوں پر دانہ بیچتے ہوئے میں نے دیکھا۔ 1814ء میں جب یورپ کا مشہور سیاح عرب برکھارٹ مکہ معظمہ گیا تھا تو اس نے ان عورتوں کی نسبت برا خیال ظاہر کیا تھا۔ ممکن ہے کہ نجدی حکومت نے احتیاطاً ایسی تجارت عورتوں کے لئے بند کر دی ہو۔ حرم کے کبوتروں کو مارنا یا حلال کر کے کھانا مناسب خیال کیا جاتا ہے۔ یہ کبوتر مکے والوں کے گھروں میں گھونسلے بنا لیتے ہیں، تنکے گرا گرا کر اور بیٹھیں کر کر کے ان کو پریشان کرتے ہیں مگر میں نے جہاں تک سنا اہل مکہ چاقو سے ان کی خبر نہیں لیتے۔

ان کبوتروں کے سلیقے کی نسبت دو باتیں مشہور ہیں جو کعبے کا معجزہ خیال کی جاتی ہیں۔

(1) اول یہ کہ ان کبوتروں کی ٹکڑیاں اڑتے وقت کعبے کے اوپر سے کبھی نہیں گزرتیں بلکہ پھٹ

کر ادھر ادھر ہو جاتی ہیں۔

(2) دوسرے یہ کہ خانہ کعبہ پر یہ کبوتر نہ بیٹھتے ہیں اور نہ بیٹھتے ہیں۔ میں نے 1345

<sup>①</sup> یہ روایت ضعیف ہے۔

ہجری میں ان کبوتروں کو اس قدر مودب نہ پایا کہ اڑنے میں وہ کعبے کا لحاظ کرتے ہوں۔ بہت سے اہل مکہ بھی میرے اس مشاہدے سے متفق ہیں۔ میں نے اکادکا کبوتر کو بام کعبہ پر اور غلاف پر بیٹھا ہوا بھی دیکھا لیکن حرم میں جس کثرت سے کبوتر رہتے ہیں اس کے مقابلہ میں ایک آدھ کبوتر کا کبھی کبھی کعبے پر بیٹھ جانا نہ بیٹھنے کے برابر ہے۔ انگلستان کے مشہور سیاح حجاز کپتان برٹن اپنے سفر نامہ حجاز کی جلد دوم میں لکھتے ہیں:

”کعبے کی چھت میں ایسی کوئی حکمت ہے جس کی وجہ سے کبوتر اس پر نہیں بیٹھتے۔“

اہل مکہ جن کو غلاف لٹکاتے وقت کعبے کی چھت کو دیکھنے کا اچھی طرح موقع ملا ہے وہ اس میں ایسی کوئی حکمت نہیں بتاتے جو کبوتروں کو بیٹھنے سے چونکاتی ہو۔ جبل ابوقبیس سے میں نے بھی کعبے کی چھت صاف طور پر دیکھی ہے اور مجھے بھی ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی جو کھیت پچو کا ① کا کام دیتی ہو۔ قیام مکہ کے دوران میں نے ایک کبوتر کو دیکھا کہ وہ ہمیشہ باب کعبہ کے پردے پر بیٹھا رہتا تھا۔ کبھی کبھی دانے پانی کے لئے اڑ جاتا اور پھر کر پھر وہیں آن بیٹھتا۔ میں نے پرانے غلاف کے ایسے ٹکڑے بھی دیکھے تھے جن پر کہیں کہیں ایک آدھ بیٹ پڑی تھی۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عام طور پر کبوتر کعبے پر نہیں بیٹھتے اور نہ اس پر بیٹ کرتے ہیں ورنہ کعبے کا سیاہ غلاف سال بھر میں چھینٹ بن جاتا۔

کعبے سے پرانے غلاف کی علیحدگی:

زمانہ قدیم میں نیا غلاف ڈالنے سے کئی روز قبل پرانا غلاف اتار لیا جاتا تھا اور کعبہ کئی کئی دن تک بالکل برہنہ رہتا تھا۔ 1814ء میں جب یورپ کے مشہور سیاح عرب برکھارٹ نے سفر حجاز کیا تو اس وقت پندرہ دنوں تک کعبہ بغیر غلاف کے رہا تھا۔ یہ رسم 1853ء میں جب کپتان برٹن نے سفر مکہ کیا ہے، نہیں رہی تھی۔ ہمارے زمانے میں پرانا غلاف اتارنے اور نیا جامہ پہنانے میں دس بارہ گھنٹے لگتے ہیں۔ عموماً آٹھویں ذیحجہ کو خدام کعبہ پرانا غلاف اتارنے کی تیاری کرتے ہیں

① کھیت پچو کا اس مضمومی انسانی شکل کو کہتے ہیں جو چرندہ و پرندہ کو ڈرانے کے لئے کھیتوں میں کھڑی کر دی جاتی ہے۔

اور اس اندرونی زینے میں سے جو خانہ کعبہ کے اندر ہے، چھت پر چڑھ جاتے ہیں اور غلاف کی رسیوں کو جو چھت کے کندوں میں بندھی رہتی ہیں، کتر دیتے ہیں اس کے بعد جو لوگ نیچے کھڑے رہتے ہیں غلاف کو کھینچ کر علیحدہ کر لیتے ہیں۔ پرانا غلاف جب کبھی روانگی عرفات سے قبل اتارا جاتا ہے تو اس موقع پر بعض حاجی بھی اس میں ہاتھ بٹانے لگتے ہیں۔

### غسل کعبہ:

پرانا غلاف اتار کر کعبے کو باہر سے غسل ① بھی کر دیتے ہیں اور جھاڑنے پونچھنے کے بعد عطر و گلاب و مشک وغیرہ اس کی دیواروں پر لگا دیتے ہیں۔ پرانے غلاف کے نیچے کی مٹی جو دیواروں پر جم جاتی ہے، حاجی اس کو بھی جھاڑ پونچھ کر بطور تبرک لے جاتے ہیں۔

### احرام کعبہ:

پرانا غلاف کعبہ ایک ہی وقت میں پورا نہیں علیحدہ کرتے بلکہ نیا غلاف ڈالنے سے بارہ تیرہ

① کعبے کے اندرونی غسل کا طریقہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ آنحضرت صلعم نے 8 ہجری میں فتح مکہ کے دن آب زم زم سے کعبے کو اندر باہر سے غسل دلویا تھا۔ اس کے بعد سال بہ سال غسل دیا جانے لگا۔ عبداللہ ابن زبیر نے بھی کعبہ تعمیر کرانے کے بعد غسل دے کر عطر اس کی دیواروں سے ملا تھا۔ حج کے دنوں کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی کعبے کو غسل دیتے ہیں۔ خصوصاً عورتوں کی داخلہ کے بعد اور حج ختم ہونے کے بعد ضرور غسل دیا جاتا ہے۔ ابن صمیم نے 549ھ میں غسل کعبہ کی تاریخ 30 رجب لکھی ہے اور اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ 29 رجب کو عورتوں کی داخلی تھی جن کے ساتھ شیر خوار بچے بھی تھے۔ عموماً رسم غسم شریف مکہ، والی مکہ۔ اعیان حکومت اور معزز حاجیوں کے ہاتھ سے ادا ہوتی رہی ہے بعض اوقات سلاطین و امراء نے بھی اس میں شرکت کی ہے۔ کعبے کے غسل کا پانی دہلیز کے ایک سوراخ میں سے بہ جاتا ہے جسے خدام کعبہ اور دوسرے لوگ شیشوں میں بھر لیتے ہیں۔ جن جاڑوں سے کعبہ دھویا جاتا ہے غسل کے بعد ان کو باہر پھینک دیتے ہیں، اور ان کی لٹس مچتی ہے۔ کعبے کے خدام ایک ایک جاڑو دو تین تین روپے میں بیچتے ہیں۔ جن توالوں سے کعبے کا فرش پونچھا جاتا ہے وہ بھی بڑی قیمت پر جاتے ہیں۔ غسل کی کوئی خاص تاریخ متعین نہیں ہے مگر عموماً ذی قعدہ کی آخر تاریخوں میں دیا جاتا ہے۔ 1325ء میں 28 ذی قعدہ کو غسل ہوا تھا۔



دن قبل اولاً کعبے کی دیواروں کی جڑ سے چار پانچ گز اوپر تک چاروں طرف سے غلاف کعبہ کتر کے اس کی جگہ سفید خاصہ لپیٹ دیتے ہیں۔ اہل مکہ کی اصطلاح میں اس کپڑے کو احرام کعبہ کہتے ہیں اور جب یہ کعبے کے گرد لپیٹ دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ کعبے نے احرام باندھ لیا۔

خلافت بنی امیہ کے زمانے میں یہ دستور تھا کہ ذیقعدہ کے آخر دن میں غلاف کعبہ بالکل اتار لیا جاتا تھا اور اس کی بجائے سفید کپڑا اوڑھا دیا جاتا تھا۔ یہ نہیں معلوم کہ پورے غلاف کے اتار لینے کا طریقہ کب موقوف ہوا اور جزوی غلاف کے علیحدہ کرنے کا کب سے رواج ہوا۔ ابن جبیر کے سفر نامے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں بھی کعبے کو احرام باندھا گیا تھا اور 27 ذیقعدہ کو غلاف کعبہ کے دامن زمین سے قد آدم بلند کر دیئے گئے تھے۔ مگر یہ بات بہ صراحت معلوم نہیں ہوئی کہ اس وقت سفید کپڑا بھی کعبے کے گرد لپیٹا گیا تھا یا صرف غلاف کے دامنوں کو اونچا کر دینے کا نام ہی احرام تھا۔

کعبے کے احرام باندھنے کے وجوہ مختلف بیان کئے جاتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان دنوں چونکہ حاجیوں کا بڑا ہجوم ہوتا ہے اور طواف کے وقت بدوؤں کا جہاں تک ہاتھ پہنچتا ہے غلاف پھاڑ کر لے جاتے ہیں۔ اس لئے احرام باندھنے کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ لیکن زیادہ قرین قیاس یہ وجہ ہے کہ حج سے قبل ہی غلاف کی خرید و فروخت شروع ہو جاتی ہے اور بہت سے حاجی اس کے متلاشی نظر آتے ہیں۔ اس لئے بنی شیبہ بغرض فروخت چار پانچ گز غلاف نکال کر اس کی جگہ سفید کپڑا کعبے کو اوڑھا دیتے ہیں۔ بہت سے حاجی اور خصوصاً بدوی تیر کا اس احرام کو بھی پھاڑ کر لے جاتے ہیں۔ اُن کے نزدیک یہ کوئی چوری نہیں ہے۔ میں نے 1345 ہجری میں دیکھا تھا کہ کسی نے چار گز احرام کعبہ غائب کر دیا تھا اور نیا غلاف ڈالنے تک اس کی جگہ اور کپڑا بھی نہیں لپیٹا گیا تھا۔

### غلاف کعبہ کی تقسیم و فروخت:

حضرت عمرؓ ہر سال پرانے غلاف کو اتار کر حاجیوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے غلاف کعبہ کا ایک ٹکڑا کسی ناپاک

عورت کے پاس دیکھا۔ اس کے بعد سے غلاف کو زمین میں دفن کر دینے کا حکم دیا اور قدیم غلاف دفن کیا جانے لگا۔ مگر حضرت عائشہ کے فتوے پر کہ:

”کعبے سے جب غلاف علیحدہ کر لیا گیا تو اس کو کسی ناپاک عورت کے چھو لینے میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔ پس اس کو دفن نہ کرنا چاہئے بلکہ فروخت کر کے اس کی قیمت غریبوں اور مسافروں میں تقسیم کر دینی چاہئے۔“

غلاف کا دفن کرنا موقوف کر دیا گیا۔ لیکن اس زمانے میں ام المومنین کے فتوے کے صرف پہلے جز پر عمل کیا جاتا ہے اور دوسرا جز بھول گئے ہیں۔ یعنی غلاف بکنے لگا مگر اس کی قیمت غریبوں کو نہ بانٹ کر خدام کعبہ اپنے ہی مصرف میں لانے لگے۔

تقی الدین فاسی کہتا ہے:

”امراء مکہ ہر سال باب کعبہ کا پردہ اور اسی طرف کی دیوار کا پورا غلاف یا اس کے بدلے میں چھ ہزار درہم بنی شیبہ سے لے لیا کرتے تھے۔ 788 ہجری میں شریف مکہ سید عدنان بن مغاس نے یہ طریقہ موقوف کر دیا۔ پھر سید حسن بن عجزان نے (جس کی حکومت 798 ہجری سے 829 ہجری تک رہی) اپنی ولایت کے دو سال بعد یہ طریقہ اختیار کیا کہ پردہ باب کعبہ اور مقام ابراہیم کا غلاف خود لیکر سلاطین کے پاس بھیجنے لگا اور اس وقت سے یہ طریقہ 1019 ہجری تک جاری رہا۔“

(جامع اللطیف)

حجاز پر جب تک سلاطین آل عثمان کی حکومت رہی یہ طریقہ جاری رہا کہ غلاف کے زرین ٹکڑے عموماً شریف مکہ کا حق ہوتے تھے لیکن جس سال جمعہ کو حج ہوتا تو وہ ٹکڑے سلطان المعظم کے پاس بھیج دیئے جاتے تھے۔ باقی غلاف کے مالک بنی شیبہ ہوتے تھے۔ شریف کی حکومت کے زمانے میں غلاف کے زرین قطعات بلا شرکت غیرے شریف کا حق تھے۔ اب جبکہ حجاز پر سلطان ابن سعود کے خاندان کی حکومت ہے، حسب دستور قدیم زرین حصے سلطان کے پاس بھیج دیئے

جاتے ہیں اور باقی غلاف شیخ شیحی لے لیتا ہے۔ اگرچہ عام طور سے غلاف کعبہ کے زریں قطعے سلاطین و اشراف مکہ کے حصے ہی میں آتے تھے لیکن کبھی کبھی کسی خوش نصیب حاجی کو بھی مل جاتے تھے۔ معمولی غلاف کے چھوٹے بڑے ٹکڑے بنی شیبہ سے اہل مکہ خرید کر حج کے دنوں میں حاجیوں کے ہاتھ نفع سے فروخت کرتے ہیں۔ زریں ٹکڑوں کی قیمت کا اندازہ مشکل ہے۔ اول تو ان میں چاندی بھی بہت ہوتی ہے۔ دوسرے خوشنمائی و خوشخطی کے اعتبار سے وہ بیش بہا چیز سمجھی جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ تبرک ہے اور تبرک کی قیمت کی کوئی حد نہیں۔ اس لئے عموماً ان کا سودا خریداروں کی عقیدت اور بیچنے والوں کی ضرورت کے لحاظ سے ہوا کرتا ہے اور ہزاروں روپے میں ایک ایک ٹکڑا جاتا ہے۔

معمولی غلاف جس پر کلمہ لکھا ہوتا ہے اس کی قیمت بھی مختلف حالتوں میں مختلف ہوتی تھی اور اسی وجہ سے سیاحوں نے اپنے سفر ناموں میں اس کی قیمت مختلف لکھی ہے۔ کم سے کم پانچ روپے گز اور زیادہ سے زیادہ آدھ گز مربع کی جس میں پورا کلمہ آجاتا ہے پندرہ روپے قیمت لکھی ہے۔ (یہ قیمت زمانہ قدیم کی ہے) فرسودہ پھٹا پرانا غلاف سستال جاتا ہے اور چمکدار حصے زیادہ قیمت میں بکتے ہیں۔ میں نے 1345 ہجری میں ایک گز چوڑھے اور ڈیڑھ گز لمبے ٹکڑے کی قیمت مع ایک اور چھوٹے ٹکڑے کے جس پر پورا کلمہ تھا 52 روپے آٹھ آنے دی تھی۔ اس طرح ایک ایک کلمہ ساڑھے دس روپے میں پڑا تھا۔ یہ غلاف نہایت صاف، چمکدار اور مضبوط ہے اس کا رنگ بھی بہت کم اڑا ہے۔

بیت اللہ کے باب الصفا کے متصل کئی دکانیں ہیں جن میں غلاف کے معمولی اور زریں و ریشمی حصے فروخت ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ باب الصفا کے سامنے اور بیت اللہ کے دوسرے دروازوں کے آگے بھی بعض لوگ معمولی غلاف کے ٹکڑے بیچتے ہیں۔ بعض حاجی کلید بردار کعبہ اور دوسرے معزز اشخاص کے ذریعہ سے بھی غلاف خریدتے ہیں۔

مصنوعی غلاف کعبہ:

بعض مسلمان سیاحوں نے اپنے سفر ناموں میں مصنوعی غلاف کعبہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس کی نسبت ان کا بیان ہے کہ یہ اصلی غلاف کے نمونے پر بنایا جاتا ہے اور مکہ معظمہ میں سستے داموں مل جاتا ہے۔ ان صاحبوں نے یہ نہیں لکھا کہ نقلی غلاف کہاں سے آتا ہے۔ کون لوگ بناتے ہیں اور اس میں اہل ایشیا کا دخل ہے یا یہ بھی اہل یورپ کی کارستانی ہے۔ حج پر جانے سے قبل مجھے افسوس ہوا تھا کہ اس تبرک کے ساتھ بھی ”ہیرا پھیری“ ہونے لگی۔ مگر وہاں جا کر معلوم ہوا کہ غلاف میں کوئی دھوکا دہی نہیں ہے البتہ بیچنے والے اپنے فائدہ کے لئے یا خریداروں کو الو بنانے کیلئے ایسے فقرے کہہ دیتے ہیں جن سے خریدار شبہ میں پڑ جاتا ہے۔ جب کوئی شخص اچھا بڑا ٹکڑا کم قیمت میں خرید کر اس کے حوالے سے کسی دوسری دکان پر خریدنا چاہے تو دکاندار فوراً کہہ دیتا ہے کہ تمہارا ٹکڑا اصلی کب ہے۔ اسی طرح اپنے ٹکڑے کی قیمت بڑھا گئے کے لئے اس کے مقابلہ میں ثابت ٹکڑے کو مصنوعی کہہ دیتے ہیں۔

### غلاف کعبہ کی تقسیم و فروخت کی نسبت علماء کی رائے:

حضرت عمرؓ پرانا غلاف حاجیوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی اولاً یہی عمل رہا۔ پھر قدیم غلاف دفن کر دیا جانے لگا۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت عائشہؓ کے فتوے پر غلاف فروخت کر کے اس کی رقم غریبوں میں تقسیم ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ بنی شیبہ بلا شرکت غیرے غلاف کعبہ کے مالک بن گئے۔ اب عرصہ دراز سے حضرت عائشہؓ کے حکم کے صرف پہلے جز کی تقسیم ہو رہی ہے مگر دوسرا جز مسلمان بھول گئے۔ یعنی غلاف کو بیچ تو دیتے ہیں مگر غریبوں کو نہیں بانٹتے۔

علماء نے غلاف کعبہ کی فروخت کے بارے میں بڑی بڑی بحثیں کی ہیں اور ان میں بڑا اختلاف ہے۔ مولوی فخر الدین قاضی خاں اپنے فتاویٰ کی کتاب الوقف میں لکھتے ہیں کہ غلاف کعبہ کو بادشاہ وقت فروخت کر سکتا ہے۔ اس کے روپے سے ضروریات کعبہ کی تکمیل کر سکتا ہے اور صرف بادشاہ ہی کعبہ کا متولی ہو سکتا ہے۔ کسی دوسرے کو یہ حق نہیں ہے۔ سراج الوہاج میں ابو بکر

حدادی نے لکھا ہے کہ غلاف کعبہ کا فروخت کرنا ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جانا، اس کو کاٹنا اور اس کے ٹکڑوں کو قرآن شریف میں رکھنا سب ناجائز ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں:

”کعبے کی چیزوں میں سے اگر کوئی شخص کوئی چیز لے آئے تو اس چیز کو واپس کر دینا چاہئے۔ یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ہم نے اس کو بنی شیبہ سے خریدا ہے۔ بنی شیبہ اس کے مالک نہیں ہیں۔“

غلاف کعبہ کی فروخت کے متعلق علامہ نجم الدین طرطوسی نے قول طفیل ان اشعار میں بیان کیا ہے:

وما علی الکعبۃ من لباس

ان رجباً یز بیعۃ الناس

ولا یجوز اخذہ بلا شا

للا غنایا لیس للفقرا

اس کا مطلب یہ ہے کہ کعبے کا تو کوئی لباس ہے نہیں مگر خیر جس کو لباس کعبہ کہا جاتا ہے جب وہ پرانا ہو جائے تو لوگوں کے ہاتھ اس کا فروخت کرنا جائز ہے لیکن امیروں کا بلا قیمت لینا جائز نہیں ہے۔ البتہ غریب مفت بھی لے سکتے ہیں۔

علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ سلطان وقت کو اختیار ہے چاہے وہ غلاف کعبہ کسی کو مفت دے دے، چاہے فروخت کر دے۔

غلاف کعبہ بطور تبرک:

خدا سے محبت رکھنے والے مسلمان غلاف بیت اللہ کے ٹکڑے شوق و محبت سے اپنے پاس رکھتے ہیں۔ مسلمان کے گھر میں غلاف کا ٹکڑا موجب خیر و برکت سمجھا جاتا ہے۔ غلاف کی چھوٹی چھوٹی دھجیاں قرآن شریف میں نشانی و یادداشت کے طور پر رکھی جاتی ہیں۔ جس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ تلاوت کلام اللہ کے ساتھ ساتھ غلاف بیت اللہ کی بھی زیارت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے نزدیک اس کے گھر کے کپڑے کا دیکھنا، چھونا، چومنا اور آنکھوں سے لگانا

سب عبادت ہے۔ غلاف کعبہ کی صدیاں بھی بتائی جاتی ہیں جو بادشاہوں، امیروں اور فوجی عہدیداروں کے لائق تحفہ سمجھی جاتی ہیں۔ ان کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس پر ہتھیار کارگر نہیں ہوتا۔ اب سے چند سال قبل باب کعبہ کا پردہ حضرت امیر حمزہ اور سید فاطمہ الزہرہ کے مزار پر ڈالا جاتا تھا۔ غلاف کے زریں حصے سلاطین آل عثمان کے مقبروں پر ڈالے جاتے رہے ہیں۔ غلاف کے بڑے بڑے ٹکڑے چادر کے طور پر جنازوں پر بھی ڈالتے ہیں۔ معمولی غلاف کا ٹکڑا مردے کے سینے پر کفن کے اندر رکھ دیا جاتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو تعویذوں میں منڈھ کر یا خود ان کو تعویذ بنا کر نظر بد وغیرہ کے لئے بچوں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ گاؤں میں جس فقیر یا ملا کے پاس غلاف کعبہ کا ٹکڑا ہوتا ہے وہ بڑا بزرگ سمجھا جاتا ہے اور ہر قسم کی بیماری و آسیب کے لئے وہ کپڑا تیر ہدف علاج تصور ہوتا ہے۔

مختلف ممالک کی اور خاص طور پر پاکستان اور بھارت کی بعض عورتیں جو اپنے تئیں خود کو حاجی بتاتی ہیں دوسرے تیرکوں کے ساتھ غلاف کا ٹکڑا بھی لئے پھرتی ہیں اور مسلمانوں کی آنکھوں سے لگا لگا کر پیسے وصول کرتی ہیں۔ میں نے اس قسم کی بہت سی عورتوں سے غلاف کی زیارت کے لئے بات چیت کی ہے اور مختلف سوالات کر کے ان کے دلوں کو ٹٹولا ہے مگر اکثر کو دھوکے باز پایا۔ بعض کے پاس اصلی غلاف کعبہ بھی نہ تھا۔ یہ نامعلوم کس سیاہ کپڑے میں عطر لگا کر غلاف بنا لیا تھا۔ خوش عقیدہ اور نا سمجھ عورتوں کو ٹھگنے کے لئے یہ اپنے تئیں حجن ظاہر کرتی ہیں اور بعض اوقات اس آڑ میں بڑے بڑے دھوکے دے دیتی ہیں۔

### غلاف کعبہ کا اہم حصہ، حزام:

کعبے کی دو تہائی بلندی یعنی زمین سے 32 فٹ کی اونچائی پر سیاہ غلاف میں نہری کتبوں کی کوئی دو فٹ چوڑھی پٹی ارد گرد لگی رہتی ہے اس کو حزام کہتے ہیں۔ اس پٹی کے آٹھ ٹکڑے ہوتے ہیں۔ کعبے کی ہر دیوار میں دو دو ٹکڑے آجاتے ہیں۔ ان پر آیات قرآنی کڑھی رہتی ہے۔ مولوی صاحب تدریج کے پاس جو ٹکڑا ہے وہ سمت مغرب کی دوسری سالم پٹی ہے۔ اس کی لمبائی بیس فٹ

آٹھ انچ اور چوڑائی ساڑھے سات انچ ہے۔ اس کا کپڑا نہایت دبیز سیاہ ریشمی مخمل یا قالین نما ہے۔ اس پر ڈیڑھ انچ موٹے اور ہاتھ ہاتھ بھر لے اُبھرے ہوئے حروف میں سنہری تاروں سے سورہ حج کی آیت کڑھی ہوئی ہے۔

اس حزام کا خط خوشنویسی کا بہترین نمونہ ہے۔ جو مسر کے شہرہ آفاق کاتب عبداللہ زابدبک کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور جو حدیو اسماعیل پاشا کے زمانہ سے محفوظ چلا آ رہا ہے۔ اس کا زردوزی کا کام معمولی سلمہ ستارے یا کلابتوں کا نہیں ہے بلکہ اس کو خالص چاندی کے تاروں سے جن پر اعلیٰ درجے کا طلائی طمع چڑھا ہوا ہے، کاڑھا گیا ہے۔ تھوڑے فاصلہ سے تو یہ بالکل سونے کا دو فٹ چوڑا پترہ ہی نظر آتا ہے لیکن قریب سے بھی دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سونے کے حروف کاٹ کر رکھ دیئے ہیں۔ حروف کی لمبائی ہاتھ ہاتھ بھر کی ہے اور عجیب و غریب طغروں میں لکھا گیا ہے۔ زیر آٹھ آٹھ انگلی لمبے ہیں اور کہیں کہیں بڑے بڑے گول نقطے جو لگائے ہیں وہ ایسے معلوم ہوتا ہیں کہ مخمل پر اشرفیاں جڑی گئی ہیں۔

مقام ابراہیم کے غلاف کے علیحدہ علیحدہ چار ٹکڑے ہوتے ہیں جو اس قبے پر ڈالے جاتے ہیں جس میں حضرت ابراہیم کے قدموں کے نشان کا پتھر محفوظ ہے اور جس کی نسبت قرآن شریف میں ارشاد ہوا ہے۔ اتخذوا مقام ابراہیم مصلیٰ۔ یعنی مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھا کرو۔

اس غلاف پر آیات قرآنی اس ترکیب سے کڑھی رہتی ہیں کہ ایک ٹکڑے سے شروع ہو کر چوتھے ٹکڑے پر ختم ہوتی ہیں اور بہ ظاہر ہر ٹکڑا پورا اور مکمل نظر آتا ہے۔ قبے پر ڈالنے کی وجہ سے ان ٹکڑوں کو گاؤم کہتے ہیں جو اوپر سے کم اور نیچے سے زیادہ چوڑھے ہوتے ہیں۔ اس ٹکڑے کی لمبائی چھ فٹ نواچ ہے اور اس کی چوڑائی اوپر کی جانب دو فٹ چھ انچ اور نیچے چار فٹ چار انچ ہے۔ اس کا کپڑا بھی سیاہ مخمل کے مانند ہے۔ اس کے حاشیے کے نقش و نگار سیاہ کپڑے پر سنہری و پہلی تار کے ہیں۔ درمیان میں سنہری تار سے آیات وغیرہ کڑھی ہیں اور جن کی ہر آیت چوتھے رخ پر پوری ہوتی ہے۔ اس وجہ سے جو آیتیں اس ایک ٹکڑے پر آئی ہیں وہ مکمل نہیں ہیں اسی لئے ہم نے ان کا ترجمہ بھی نہیں کیا۔ ان

آیات وغیرہ کی تفصیل یہ ہے:

- (1) اوپر کی پہلی سطر میں سبزا طلّس پر (بسم اللہ اور واذجعلنا البیت کڑھا ہوا ہے)
- (2) اس کے بعد سرخ طلّس پر تین سطر ح ہیں پہلی سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم دوسری سطر میں واذقال ابراہیم رب ارنی کیف یحی لموتی۔ تیسری سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم ان اول بیت وضع للناس الذی۔
- (3) اس کے بعد سبزا طلّس پر پانچ سطر ہیں جن میں سے پہلی سطر میں اللہ جل جلالہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، دوسری سطر میں بسم اللہ الرحمن الرحیم، تیسری سطر میں "قل یعمل علی"، چوتھی سطر میں اهدی سبیلا، باقی زمین سیاہ ہے۔ میرے خیال میں تخمیناً کلو بھر چاندی اس قطعے میں بھی ہوگی۔

غلاف کعبہ کے اجزاء میں کوئی اڑھائی اڑھائی فٹ مربع زرین کام کے چار ٹکڑے بھی ہوتے ہیں ان کو رنو کہتے ہیں۔ یہ چاروں ٹکڑے کعبے کی مشرقی دیوار کے غلاف میں حزام سے نیچے ٹانگے جاتے ہیں۔ دو تو کعبے کے دروازے کے اوپر، ایک ادھر، ایک ادھر اور دو ٹکڑے دیوار کے دونوں سروں پر۔ انہی ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا میرے ایک کرم فرما کے پاس ہے۔ اس کا کپڑا بھی وہی سیاہ مخمل نما ہے۔ اس کی لمبائی دو فٹ ساڑھے سات انچ اور چوڑائی دو فٹ دو انچ ہے۔ اس پر ایک دائرے کے اندر خط طغریٰ بسم اللہ وقل ہو اللہ سنہری تاروں سے کاڑھی گئی ہے۔ اس کے بعد چھ جگہ "اللہ" لکھ کر ایک ایک دائرہ بنایا ہے یہ بھی سنہری کام کا ہے۔ پھر پتھوں بیچ میں چار جگہ "اللہ" ایک طغریٰ کی شکل میں، رو پہلی تاروں سے کڑھا ہوا ہے۔ خط کے اعتبار سے یہ بھی بے مثل چیز ہے۔ اس میں خالص چاندی کا وزن تخمیناً ڈیڑھ پاؤ ہے۔



## باب 16

## کعبے پر نیا غلاف چڑھانا

خلفائے بنی امیہ و بنی عباس و بنی فاطمہ کے زمانے میں سال میں دو بار یا بعض اوقات تین مرتبہ بھی نیا غلاف ڈالا گیا اور اس کے ڈالنے کی تاریخیں بھی مختلف رہی ہیں جیسا کہ علیحدہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ 579 ہجری میں نیا غلاف تیرہویں ذی الحجہ کو ڈالا گیا تھا اور اس کو کعبے تک پہنچانے میں دھوم دھام بھی ویسی ہوئی تھی جیسا کہ وہ لکھتے ہیں۔

”قربانی کے دن امیر عراقی کے قیام گاہ سے کعبے کا غلاف چار اونٹوں پر لاد کر قاضی کے ہمراہ بھیجا گیا۔ قاضی کا لباس سیاہ تھا اور اسکے ساتھ سپاہی سیاہ علم لئے ہوئے چل رہے تھے۔ پیچھے پیچھے نقارے بجاتے آ رہے تھے۔ اس روز یہ غلاف کعبہ شریف کی چھت پر رکھ دیا گیا اور تیرہویں تاریخ منگل کے دن سب شیشی غلاف چڑھانے میں مصروف ہوئے۔“

اس کے بعد آٹھویں ذی الحجہ کو نیا غلاف ڈالنے کا دستور رہا۔ اس روز تمام حاجی اور بہت سے مکے والے منیٰ چلے جاتے ہیں۔ بیت اللہ تقریباً خالی ہو جاتا ہے۔ خدام کعبہ اطمینان کے ساتھ پرانا غلاف اتار کر اور کعبے کی دیواروں کو پونچھ پانچھ کر نیا غلاف پہنا دیتے ہیں۔ غلاف بدلنے کا کام زیادہ تر رات کو کیا جاتا ہے اور اس کی تکمیل دسویں ذی الحجہ کی صبح تک ہو جاتی ہے۔ چنانچہ منیٰ سے طواف کے لئے جب حاجی مکے آتے ہیں تو اُس وقت کعبے پر ان کو نیا غلاف دکھائی دیتا ہے۔ شاذ و نادر آٹھویں تاریخ سے قبل بھی حاجیوں کی موجودگی میں غلاف بدل دیا جاتا ہے۔ نیا غلاف ڈالنے کے لئے کئی آدمی درکار

ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ کعبے کے اندرونی زینے میں سے چھت پر چڑھ جاتے ہیں ان میں کئی درزی بھی ہوتے ہیں۔ غلاف بھی کعبے کی چھت پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ نیچے کھڑے رہتے ہیں۔ کعبے کی چھت پر جو کنڈے غلاف باندھنے کے لئے جڑے ہوئے ہیں ان میں رسیاں باندھ کر گوارے کی شکل کا ایک جھولا بھی باہر کی جانب لٹکا دیا جاتا ہے جو چرخوں کے ذریعہ سے اوپر نیچے اترتا چڑھتا ہے۔ اس میں ایک آدمی بیٹھ کر حزام کے زریں حصوں کو غلاف میں ٹانگ دیتا ہے اور جدھر کوئی جھول آ جاتا ہے اسے بھی درست کر دیتا ہے۔ یہ جھولا کعبے کی بیرونی جانب ہر طرف پہنچایا جاسکتا ہے۔ کعبے کی دیواروں کی جڑ میں باہر کی طرف بھی پیتل کے چھلے لگے ہوئے ہیں ان میں غلاف کو باندھ دیتے ہیں۔ اس طرح اوپر سے نیچے تک کعبہ غلاف سے ڈھک جاتا ہے اور ہر طرف اگر چہ کئی کئی پٹیاں غلاف کی ہوتی ہیں مگر وہ سب سل سلا کر ایک ہی کپڑا نظر آنے لگتا ہے۔ البتہ کعبے کا پرنا لہ جسے میزاب رحمت <sup>①</sup> کہتے ہیں غلاف میں سے باہر نکلا رہتا ہے اور حجر اسود کے اطراف سے بھی غلاف کتر دیتے ہیں جس سے حجر اسود <sup>②</sup> صاف نظر آتا ہے۔

### نئے غلاف کی حفاظت:

بعض اوقات نئے غلاف کو زمین کی رگڑ سے بچانے کے لئے شروع میں کچھ دن تک اس کے نیچے کے دامن کے گوشے چھت میں ٹانگ دیتے ہیں جس سے سامنے چاروں طرف دو دو بانٹیں سی لٹکتی رہتی ہیں اور کعبے کا نیچے کا حصہ کھلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ کچھ دن بعد غلاف چھوڑ دیتے ہیں اور تمام عمارت ڈھک جاتی ہے۔ ابن صیر کے زمانے میں بھی یہ دستور موجود تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

”جب کعبے کا لباس درست کر چکے تو عجیبوں کے ہاتھ سے پردوں کو محفوظ رکھنے کے لئے اس کے

① کعبے کا پرنا شمالی دیواریں میں نصب ہے۔ مختلف اوقات میں اس کے رد و بدل کی ضرورت ہوتی ہے اور سلاہین و امراء سونے چاندنی وغیرہ کے پرنا لے بھیجتے رہے ہیں۔ موجودہ پرنا سلطان عبدالعزیز خان نے ۱۳۷۰ ہجری میں بھیجا تھا۔ یہ طلائی ہے اس کی لمبائی کوئی سوا گز اور چوڑائی ایک فٹ ہے۔ اس پر سلطان ممدوح کا نام وغیرہ نہایت خوشخطی میں کندہ ہے۔ ② حجر اسود کعبہ کے مشرقی و جنوبی گوشے کی طرف زمین سے ڈیڑھ گز بلندی پر جنوبی دیوار میں نصب ہے اس کے لئے دائرے کی شکل میں ہاتھ ہاتھ بھر غلاف کتر دیتے ہیں۔

دامن اونچے کر دیئے۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ پردوں کو بے دریغ کھینچتے ہیں اور بہ شوق تمام ان پر گرتے ہیں۔“

1345 ہجری میں نئے غلاف کے دامن میں نے اٹنے نہیں دیکھے۔ البتہ باب کعبہ کا پردہ کبھی کبھی چھوٹا ہوا اور زیادہ تر ہر وقت سمٹا ہوا ایک طرف بندھا رہتا تھا جس سے کعبے کے کواڑ صاف نظر آتے تھے۔ اس موقع پر مجھے زون کے اس شعر کی تصدیق ہوتی تھی:

پردہ در کعبہ سے اٹھانا تو ہے آساں

پر برقع رخسارِ صنم اٹھ نہیں سکتا

نئے غلاف کے بعد کعبے کی خوشنمائی:

جب کعبہ بالکل عریاں رہتا ہے یا جب نئے غلاف سے ڈھکا ہوتا ہے تو عموماً حاجی اور خصوصاً عورتوں کے غول کے غول اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ نیا غلاف ڈالنے کے بعد کعبے کا منظر نہایت ہی دلکش و دل فریب ہو جاتا ہے۔ مشتاق حاجیوں کے جم غفیر بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس کو دیکھنے، چھونے، چومنے اور آنکھوں سے لگانے کے لئے چاروں طرف سے جھپٹتے ہیں اور اس سے لپٹ لپٹ کر دعائیں مانگتے ہیں۔ اس منظر کا ذکر برکھاٹ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

”حقیقت یہ ہے کہ ایک مربع چار دیواری میں ایک بڑی مکعب عمارت کا سیاہ غلاف سے ڈھکا ہوا دکھائی دینا ایک عجیب منظر معلوم ہوتا ہے اور دل پر ایک خاص اثر کرتا ہے۔ چونکہ غلاف ڈھیلا ڈھیلا باندھتے ہیں۔ اس وجہ سے ہوا کا ایک ذرا سا جھونکا بھی اس میں لہریں پیدا کر دیتا ہے اور اس وقت حاجیوں کا مجمع جو کعبے کے گرد ہوتا ہے، دعائیں مانگنے لگتا ہے اور نعرہ ہائے خوشی بلند کرتا ہے۔ یہ ان فرشتوں کی موجودگی کی علامت پائی جاتی ہے جو کعبے کے محافظ ہیں اور حاجی یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے پروں کی ہوا سے غلاف ہل رہا ہے۔“

نئے غلاف پر حاجیوں کا ہجوم ایک ایسا دلکش و موثر نظارہ ہوتا ہے جس کی تصویر لفظوں میں کھینچنا غیر ممکن ہے۔ اس موقع پر شمع پر پروانوں کے صدقے ہونے کی تشبیہ ایک ناقص تشبیہ ہے۔ عرب، ایرانی اور ہندوستانی جن کی زبانوں کی عمارت شاعری کی بنیاد پر قائم ہے اور جن کے محاورات میں ہزاروں شاعرانہ استعارے اور تشبیہیں بھری پڑی ہیں، کعبے کو ایسے موقع پر ”دلہن“ سے مثال دینے لگتے ہیں۔ مثلاً ابن جبیر نے جن کے زمانے میں غلاف کعبہ کا رنگ سبز تھا، نیا غلاف ڈالنے کے بعد کعبے کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے:

”ان پردوں میں کعبہ شریف کا جمال ایسا نظر آتا ہے گویا دلہن کو دیباے سبز کا غلاف پہنا دیا۔“

**کعبے کی خوشنمائی کی نسبت ایک فرنگی کا خیال:**

اہل یورپ چونکہ ان جذبات و اثرات سے بے خبر اور ان استعارات سے نااہل ہوتے ہیں۔ وہ ایسے الفاظ سن کر اپنی عقل کے تیر تکے لگانے لگتے ہیں۔ جیسا کہ کپتان برٹن اپنے سفر نامہ حجاز کی جلد دوم میں ذکر غلاف کعبہ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

”کعبے کو دلہن سے تشبیہ دینے کی رسم کی اصلیت قدیم زمانے کے رواج سے پائی جاتی ہے۔ مثلاً جب اس کا غلاف اتر جاتا ہے تو اس کو عریانہ کہتے ہیں اور جب اس پر سفید کپڑا لپیٹ دیتے ہیں تو محرمہ یعنی احرام باندھی ہوئی کہتے ہیں۔ عربی کے مشہور شاعر عبدالرحیم برعی نے بھی کعبے کے دلہن ہونے کا خیال اس مصرعے میں ظاہر کیا ہے:

وعروس مکتہ بالکرامات تجلی

”یعنی مکے کی دلہن (کعبہ) کرامات کے ساتھ جلوہ دکھا رہی ہے۔ شاعر کا یہ خیال غالباً

کعبے کے برقعے، ازار اور خواجہ سراؤں کی نگہبانی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔“

یہ ممکن ہے کہ گرجے کو دلہن یا کنواری سے تشبیہ دینا قدیم رسوم سے ہو اور حضرت مریم کی

مناسبت سے اُس کو کنواری بھی کہتے ہوں مگر لفظ کعبہ میں (ہ) یا (ت) علامت تانیث لفظی موجود

ہے اور عربی میں یہ لفظ مونث استعمال ہوتا ہے۔ پس از روئے قواعد اس کے لئے تمام صفحات محرمہ

دعریانہ وغیرہ تانیٹ کے برتے جاتے ہیں، برٹن کا یہ کہنا کہ کعبے کے برقعے ازار اور خواجہ سراؤں کو دیکھ کر حضرت عبدالرحیم کو کعبے کے دلہن کہنے کا خیال پیدا ہوا ہے۔ محض ایک قیاس ہے۔ ورنہ لفظ کعبہ جب عربی میں مونث ہے تو اس کے لئے لوازمات تانیٹ استعمال کرنا یا اس کو دلہن کہنا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ بالفرض اگر کعبہ کو مذکر تسلیم کر لیں جیسا کہ اردو میں بولتے ہیں یا تذکیر و تانیٹ کا کوئی امتیاز ہی رکھیں جیسا کہ فارسی میں اسمائے غیر ذی روح کی تذکیر و تانیٹ نہیں ہوتی تو بھی کعبے کو اس کی زیبائش و خوبصورتی کے لحاظ سے دلہن کہنا مقام تعجب نہیں ہے۔ چنانچہ فارسی اور اردو میں کوئی خوشنما چیز مذکر یا مونث ہے اس کو بطور استعارہ حجاز دلہن یا عروس کہہ دیتے ہیں اور کعبے کی خوشنمائی و دلفریبی تو اس درجے مسلمہ ہے کہ فارسی میں ”عروس عرب“ ایک محاورہ ہے جس کے معنی ”کعبے“ کے ہیں۔ اکثر کتب لغات میں یہ محاورہ موجود ہے۔ اسی طرح بعض اور محاورے بھی لفظ عروس سے مرکب پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ”عروس بیاباں“ سے مراد شتران راہ کعبہ ہے۔ ”عروس چرخ“ آفتاب کو کہتے ہیں۔ حضرت حافظ نے ”عروسان گلستان“ کو اس طرح نظم کیا ہے:

نوعروسان گلستان ہمہ زیور بستند

دلبر ماست کہ باحسن خدا داد آمد

خاقانی نے تحفہ العرائق میں خاص کعبے کو عروس و حور وغیرہ الفاظ سے خطاب کیا ہے۔ وہ فرماتا ہے:

مانی بہ عروس جملہ بستہ، در جملہ چار سو نشستہ

وری بہ مثال عقمری پوش، شاہی بہ مثل دواج

بردوش

بعض اوقات بلا لحاظ خوبصورتی بھی فارسی میں بطور استعارہ کسی چیز کو عروس کہہ بیٹھتے ہیں مثلاً:

عجوزہ ایست عروس زمین و لے ہشدار

کہ این مخدرہ در عقد کس نمی آید

اسی طرح خواجہ حافظ نے ہنر کو عروس ہنر فرمایا ہے:

اے عروس ہنر از دہر شکایت معما

جملہ حسن پیارائے کہ واماد آمد

اردو لغات کی کتابوں میں بھی عروس کے مجازی معنی خوبصورت، عزیز اور پیاری چیز کے ہیں۔

اس درویش نے اپنے ایک ترجیح بند میں جو مکہ معظمہ کی تعریف میں ہے، حاجیوں کے جذبات اور کعبے کی زینت کی تصور ان لفظوں میں کھینچی ہے:

کس ٹھاٹھ کا کعبے نے جوڑا ہے نیا پہنا

مشتاقوں کو دو بھر ہے اب اس سے جدا رہنا

کیا نور کی دلہن ہے کیا نور کا ہے کہنا

جو نور برستا ہے اس نور کا کیا کہنا

بالفرض اگر تم نے کل روئے زمین دیکھا

مکہ ہی نہ جب دیکھا تو کچھ بھی نہیں دیکھا

اس طرح ایک اور نظم میں جس کا عنوان ”مشتاق کعبہ“ ہے اس فقیر نے غسل کعبہ کی کیفیت ان

الفاظ میں ظاہر کی ہے:

کیوں آ رہی ہیں لپٹیں مشک و گلاب کی اب

کعبے کو کیا مطوف دلہن بنا رہے ہیں

غرض کہ یہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات ہیں اور یہ کوچہ عشق و صیغہ محبت ہے اس میں غیروں کی

رسائی مشکل ہے۔

## باب 17

## کعبے کا اندرونی غلاف

اگرچہ ہمارا اصل موضوع کعبے کا بیرونی غلاف ہے جو زمانہ حضرت اسماعیل سے یا کم از کم زمانہ جاہلیت سے لگا کر اس وقت تک کعبے پر ڈالا جاتا رہا ہے اور جو کچھ ہم نے اب تک لکھا وہ سب اسی غلاف کی نسبت لکھا ہے۔ لیکن ہم اگر اس غلاف کا یا ان پر دوں کا ذکر نہ کریں جو زمانہ مابعد میں کعبے کے اندر دیواروں پر لٹکائے جاتے تھے تو ہماری تالیف نامکمل رہ جائے گی۔ چوتھی صدی ہجری کے وسط میں ناصر خسرو کے بیان سے اس غلاف کا صرف اس قدر وجود پایا جاتا ہے کہ کعبے کے باہر شرقی و جنوبی گوشے میں جو سنگ اسود نصب ہے، اس کے عقب والے گوشے میں کعبے کے اندر زرردا طلّس کا ایک پردہ لٹکا رہتا تھا۔

579 ہجری میں ابن صہب نے حج کیا تھا، انہوں نے اندرونی غلاف کعبے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ 726 ہجری میں ابن بطوطہ حج سے مشرف ہوا تھا۔ اس وقت بھی کعبے کے اندر دیواروں پر کوئی پردے وغیرہ نہیں تھے۔ تقی الدین قاسی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے سلطان مصر ملک ناصر حسن چرکی<sup>①</sup> نے 761 ہجری میں کعبے کا اندرونی غلاف روانہ کیا تھا اور وہ تخمیناً 817 ہجری تک جو قاسی کا زمانہ ہے، کعبے کے اندر دیواروں پر لٹکا ہوا تھا۔ اس کے بعد قاسی کے زمانہ ہی میں ملک الاشرف ابونصر سیف الدین برسبائی<sup>②</sup> سلطان مصر نے 825 ہجری میں سرخ رنگ کا

① ملک ناصر حسن ۷۵۰ ہجری سے ۷۹۲ ہجری تک سلطان مصر و حجاز رہا۔

② اس کا عہد حکومت ۸۲۵ ہجری سے ۸۵۲ ہجری تک ہے۔

اندرونی غلاف کعبے کے لئے روانہ کیا تھا۔ عموماً والی یا سلطان اندرون کعبے کے لئے سرخ رنگ کا غلاف ہی بھیجا کرتے تھے۔

923 ہجری میں جب آل عثمان کا تسلط مصر و حجاز پر ہوا تو کعبے کے اندرونی غلاف کا تعلق ترکی سے ہو گیا اور بیرونی غلاف کا تعلق حسب سابق مصر سے باقی رہا۔ اس کے لئے خاص طور پر دیہات وقف کر دیئے گئے اور اس کے مصارف کا کفیل مصر قرار دے دیا گیا۔ چنانچہ بیرونی غلاف مصر ہی سے آتا رہا جس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہے لیکن اندرونی غلاف سال کے سال نہیں بھیجا جاتا تھا بلکہ جب کبھی کوئی نیا سلطان تخت نشین ہوتا تو اس وقت قسطنطنیہ یا اس کے کسی علاقہ میں نیا غلاف تیار کرا کے روانہ کیا جاتا تھا۔ چونکہ اس غلاف کا کوئی خاص وقت بھی معین نہ تھا اس لئے برسوں تک اس کی نوبت نہیں آتی تھی۔ لیکن ہمیشہ یہ محمل شامی کے ساتھ آیا کرتا تھا اور اس وقت پرانے غلاف کو علیحدہ کر کے نیا ڈال دیا جاتا تھا۔ اس غلاف کا رنگ سدا سے سرخ ہی چلا آتا ہے۔ چھت سے نیچے تک دیواروں پر مختلف تھان لٹکا کر باہم سی دیئے گئے ہیں، اس طرح سالم دیواریں پوری طرح اس غلاف سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ اس کے کتبوں کی سہولت یہ ہے کہ:

سب سے اوپر خوشنما بیضوی دائروں میں ”یا منان“ اور چھوٹے چھوٹے دائروں میں ”یا سلطان“ اور ”یا سبحان“ کڑھا ہوا ہے۔

اس کے بعد ایک سطر میں جو گز بھر کے عرض میں ختم ہوتی ہے، لہریئے کی شکل میں آیت:

قد نرى قلب وجهك فى السماء فلنوليناك ترضها۔ قول وجهك  
شطر المسجد الحرام ① مسلسل تین مرتبہ کڑھی ہوئی ہے۔

پھر دوسری سطر میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پورے عرض میں تین مرتبہ کڑھا ہوا ہے۔  
تیسری سطر میں ”سبحان و بحمدہ اور سبحان اللہ العظیم“ تین جگہ کڑھا ہے۔ نیچے کی جانب ایک گوشے میں کلمہ طیبہ جلی خط سے بنا ہوا ہے۔

① اس کا مطلب یہ ہے کہ تبدیلی قبلہ کے بارے میں ہم تمہاری تمنا کو محسوس کر رہے تھے۔ اب ہم تمہارے لئے ایسا قبلہ مقرر کریں گے جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔ لو۔ اب اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف پھیر دو۔



## باب 18

## محمل کی ایجاد

## محمل مصری:

اگرچہ محمل کے نام سے کسی نہ کسی طور پر تمام دنیا کے مسلمان واقف ہیں تاہم اس کی تھوڑی سی تشریح اس جگہ بے محل نہ ہوگی۔ محمل کے معنی بوجھ اٹھانے والی چیز کے ہیں۔ مراد اس سے وہ کجاوہ یا کٹھولا ہے جو اونٹ کی پیٹھ پر باندھ دیا جاتا ہے اور اس کے اوپر غلاف یا پردہ ڈالنے سے پردے کی سواری بن جاتی ہے اور اس میں خصوصاً عورتیں بیٹھتی ہیں۔

خد یو عباس علمی پاشا کے سفر نامہ حلقہ الحجازیہ کے مولف محمد تنبونی لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے خانہ کعبہ کے لئے کچھ تحفے اور ہدیے ایک محمل میں روانہ کئے تھے اور اس لحاظ سے وہ قافلہ حجاج کے ساتھ روانگی محمل کی رسم حضور سرور عالم کے زمانے سے بتاتے ہیں۔

ہندوستان کے مشہور عالم مقبول احمد جنہوں نے جو اپنی تالیفات تصنیفات کی وجہ سے بڑا نام پیدا کیا، انہوں نے اپنے ترجمہ قرآن میں محمل کو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے محمل کی یادگار بتایا ہے۔ (قرآن مجید مترجم مولوی مقبول احمد صاحب ① مطبوعہ مقبول پریس دہلی حاشیہ سورہ احزاب صفحہ 675)

① مولوی مقبول احمد نے محمل کی جگہ لفظ ”ڈولا“ استعمال کیا ہے۔ معلوم نہیں مولوی مقبول احمد موصوف کی مراد اس سے وہ محمل ہے جس میں حضرت عائشہؓ جنگ جمل میں سوار تھیں یا اور کچھ جنگ جمل ۳۶ھ میں ہوئی تھی حضرت عثمانؓ کے قتل پر بعض صحابہ کو یہ مغالطہ ہو گیا تھا کہ حضرت علیؓ کے ایما سے وہ قتل کئے گئے ہیں۔ آخر نوبت جنگ کی پہنچی۔ (بقیہ حصہ اگلے صفحہ پر)

مولوی صاحب موصوف کے خیال کی تائید کسی تاریخ سے نہیں ہوتی اور نہ خود انہوں نے کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے بلکہ ”قول مترجم“ لکھ کر اظہار خیال کیا ہے۔

جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب کنز المذہبون میں لکھا ہے کہ مکے روانہ کرنے کے لئے سب سے پہلے جس شخص نے محمل ایجاد کیا وہ حجاج بن یوسفؑ ہے۔

برکھاٹ اپنی کتاب بدوی و وہابی میں لکھتا ہے کہ محمل کی رسم بدویوں کے علم جنگ سے نکلی ہے جسے وہ لوگ مرکب یا عطف کہتے ہیں۔ بدویوں کا علم جنگ لکڑی کا ایک بہت بڑا ڈھانچہ ہوتا ہے۔ اس کی تائید ایک اور انگریز کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ چھٹی رائل رجمنٹ کے کپتان لیج مین جنہوں نے 1910ء میں عراق و عرب کا سفر کیا تھا، قبیلہ شمر کا ذکر کرتے ہوئے اپنے ایک لیکچر میں جو انہوں نے رائل جیوگرافیکل سوسائٹی لندن میں دیا تھا، کہتے ہیں۔

”سب سے آگے سوار تھے۔ ان کے عقب میں سائڈنی سوار۔ ان کے پیچھے منتخب سواروں کا ایک رسالہ تھا۔ جس کے بیچ میں قبیلہ رویلہ کا ایک محمل نظر آ رہا تھا۔ اس میں ان کے شیخ کی لڑکی بیٹھی ہوئی میدان جنگ میں رزیدہ اشعار پر جوش لہجے میں گا گا کر لڑنے والوں کے حوصلے بڑھا رہی تھی۔ بدویوں کی لڑائی میں اکثر اس قسم کا محمل ساتھ رہا کرتا تھا مگر آج کل

(پچھلے صفحہ کا باقی حصہ) کچھ لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ ہو گئے اور کچھ حضرت عائشہؓ کی سرکردگی میں دوسری طرف بہت سے قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے مقابلے پر تلوار اٹھا کر آئے، مثلاً حضرت عائشہؓ ان کے بھائی محمد بن ابوبکر حضرت علیؑ کی طرف تھے اور حضرت علیؑ کے پھوپھی زاد بھائی زبیر حضرت عائشہؓ کی جانب، بصرہ پر لڑائی ہوئی۔ حضرت عائشہؓ ایک اونٹ پر محمل میں سوار تھیں حضرت علیؑ کے ساتھی یہی چاہتے تھے کہ کسی طرح اونٹ کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ لڑائی ختم ہو۔ اس محمل پر اتنے تیر مارے گئے تھے کہ خار پشت کی شکل بن گیا تھا اور محمل کے اونٹ کی حفاظت میں ستر آدمیوں کے ہاتھ کٹے تھے۔ بالآخر حضرت محمد بن ابوبکر نے اس اونٹ کے پاؤں کاٹ ڈالے اور محمل زمین پر آ گیا۔ اس وقت لڑائی ختم ہو گئی۔ حضرت علیؑ نے حسنین کو حضرت عائشہؓ کی خدمت میں روانہ کیا اور حفاظت کے ساتھ ان کو مدینے بھیج دیا۔ اس عجیب و غریب اونٹ کی وجہ سے جس پر ہزاروں کا دانت تھا اس جنگ کا نام جنگ جمل یعنی اونٹ کی لڑائی مشہور ہے۔ ① حجاج بن یوسف خلیفہ عبدالملک بن مروان کا کمانڈر تھا۔ عالم اسلام میں اس کا ظلم ضرب المثل ہے یہ ۴۲ ہجری میں پیدا ہوا ۹۵ ہجری میں مرا۔

سوائے قبیلہ رویلہ کے اور کسی قبیلہ میں اس کا روانہ نہیں ہے۔“

مقریزی اپنی تاریخ مصر الخط والاثار میں لکھتا ہے۔

”ان سلاطین و خلفاء، جنہوں نے حج کیا، سلطان مصر ملک الظاہر رکن الدین بھروس پہلا شخص ہے جسے سب سے پہلے 670 ہجری میں حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ حمل روانہ کیا تھا۔ اس کے بعد تمام بادشاہوں نے جنہوں نے اپنا کارواں مکے بھیجا۔ یہ بھی ضروری سمجھا کہ اپنی شاہانہ عظمت و جلال ظاہر کرنے کے لئے اس کے ساتھ حمل بھی روانہ کیا کریں۔“

بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ ملک الصالح نجم الدین سلطان مصر کی ملکہ فاطمہ شجرۃ الدر نے جب حج کیا تھا تو وہ ایک نہایت خوشنما و آراستہ حمل میں بیٹھ کر گئی تھی۔ اس کے بعد کئی سال تک اس کے نام کا خالی حمل مصر سے قافلہ کے ساتھ بھیجا جاتا رہا۔ سلطان صالح نجم الدین کا زمانہ سلطنت 637 ہجری سے 647 ہجری تک ہے۔ سلطان صالح اور اس کے فرزند کی وفات کے بعد 648 ہجری میں چند مہینے ملکہ شجرۃ الدر ری بھی فرمانروائے مصر و حجاز رہی تھی۔ اس طرح حمل کی ایجاد ساتویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی۔ بہر حال خواہ رکن الدین حمل مصری کا موجود ہو یا ملکہ شجرۃ الدر لیکن یہ ثابت ہے کہ سلاطین مصر نے ہی اسے ایجاد کیا تھا۔

## باب 19

## غلاف کعبہ سے محمل مصری کا تعلق

اس کتاب ”تاریخ غلاف کعبہ“ کا ایک جزو محمل مصری ہے۔ مصر سے غلاف کعبہ کی روانگی کے بعد لفظ ”محمل“ غلاف کعبہ کا ہم معنی نظر آتا ہے۔ دونوں چیزیں ایک ہی سمجھی جاتی ہیں اور غلاف کعبہ سے بڑھ کر محمل کو اہمیت دی جاتی ہے۔ چونکہ محمل مصری کے ساتھ غلاف کعبہ بھی آیا کرتا تھا اس لئے مجازاً محمل مصری سے غلاف کعبہ بھی مراد لی جاتی تھی اور اسی وجہ سے اس کو محمل شریف بھی کہا کرتے تھے۔ اسلام کے عہد اول سے لگا کر خلافت عباسی کی بربادی تک، محمل سے غلاف کعبہ کو کوئی واسطہ نہ تھا اور غلاف کی روانگی مصر یا بغداد سے حاجیوں کے ساتھ عمل میں آیا کرتی تھی جن کے ہمراہ محمل نہیں ہوتا تھا۔ تیرہویں صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری کے وسط تک محمل غلاف کعبہ کا جزو لاینفک بن جاتا ہے اور بالآخر غلاف کعبہ کی روانگی بغیر محمل کے ناجائز سمجھی جانے لگتی ہے۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ غلاف کعبہ مصر سے محمل کے اندر رکھ کر روانہ کیا جاتا تھا اور محمل و غلاف گویا دونوں ایک ہی چیز تھے۔ مگر حقیقت ایسی نہ تھی۔ محمل بالکل ایک علیحدہ چیز تھی۔ نہ اس میں غلاف کعبہ رکھا جاتا تھا اور نہ اس میں اتنی گنجائش ہوتی تھی کہ غلاف کعبہ کے متعدد تھانوں کے بڑے بڑے گٹھے اس میں سماتے۔ غرضیکہ غلاف علیحدہ کئی صندوقوں میں بھر کر دوسرے اونٹوں پر بھیجا جاتا تھا اور محمل ایک علیحدہ اونٹ پر کسا جاتا تھا جس میں بجز ایک چھوٹے سے قرآن شریف یعنی حمال کے جو اس کی چھت پر لٹکا دیتے تھے اور کوئی چیز نہیں رکھی جاتی تھی۔

## محمل مصری کی وضع قطع:

یہ محمل بھی عام محملوں کی طرح لکڑی کا چوکھٹا مخروطی شکل کا ڈھانچہ ہوتا تھا جس کی چوٹی مینار نما ہوتی تھی۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کس لکڑی کا بنایا جاتا تھا مگر اس کو روز بروز بھاری بنانے میں اہل مصر کو بڑی دلچسپی رہی ہے یہاں تک کہ بقول صاحب رحلتہ الجازیہ چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں محمل کا وزن چودہ قنطار ہو گیا۔ لغت کی کتابوں میں ایک قنطار ڈیڑھ من کا لکھا گیا ہے جس کے حساب سے اکیس من ہوئے مگر بعض جگہ کا من ہمارے ایک کلو کے برابر بھی ہے۔ اگر ایسا ہے تو صرف اکیس کلو ہی اس محمل کا وزن ہوگا۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے اس قدر کم وزن ایک اونٹ کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ مولف موصوف آگے چل کر کہتے ہیں کہ یہ چوبی ہیکل اس قدر وزنی ہوتی تھی کہ اس کے بعد اونٹ پر اور کچھ بوجھ نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اکیس من اور اکیس کلو دونوں کے درمیان کوئی بھاری وزن ہوتا ہوگا۔

محمل مصری پر ڈالنے کے دولا ف رہا کرتے تھے ایک معمولی سبز بانات کا جو دوران سفر میں اور مکہ و مدینہ وغیرہ کے قیام میں اوڑھا دیا جاتا تھا۔ دوسرا عمدہ سیاہ اطلس کا جس پر اعلیٰ درجے کے سنہری تاروں سے خوشنما نقش و نگار اور کتبے کڑھے رہتے تھے، بعض کتبوں کی زمین سبز و سرخ اطلس کی بھی ہوا کرتی تھی۔ محمل کے نقش و نگار وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے تھے جب کبھی سال دو سال بعد نیا غلاف بنایا جاتا تھا اس وقت نئی تراش و خراش کر دی جاتی تھی۔ بعض اوقات کئی کئی سال تک کتبوں کی عبارت وہی رہتی ہے مگر خط بدل دیا جاتا ہے۔

عبدالسلام ندوی تاریخ حرمین میں لکھتے ہیں کہ یہ غلاف بیس برس کے بعد بدلا جاتا تھا۔ مگر یہ درست نہیں ہے۔ میرے پاس 1319 ہجری سے 1321 ہجری تک کے محملوں کی کئی تصویریں ہیں۔ ان کے نقش و نگار جدا جدا ہیں۔ بعض پر بہت اعلیٰ درجے کے پھول بنائے گئے ہیں۔ بعض پر چلتا کام کر دیا ہے اور اگرچہ کتبے وہی ہیں مگر طرز تحریر بدل گیا ہے بعض غلافوں کے کتبوں کا خط خوشنویسی کا عمدہ نمونہ ہے۔ بعض میں خط کے لحاظ سے کوئی خوبی نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے

کہ پانچ چھ برس کے عرصہ ہی میں غلاف محمل کئی مرتبہ بدلا گیا ہے۔

میرے پاس مختلف غلاف کی تصویروں میں بالائی حصے پر بسم اللہ کے بعد آیت الکرسی ایک طرف سے شروع ہو کر چوتھی جانب ختم ہوئی ہے۔ بعض غلاف میں اس پٹی کے دو حصے ہو کر درمیان میں کہیں ”اللہ ربی“ اور کہیں ”محمد رسول اللہ“ تحریر ہے۔ ایک طرف پٹی کے اوپر کلمہ کڑھا ہوا ہے۔ ایک جانب سلطنت عثمانیہ کا مونوگرام جو وہاں کے روپے پیسے پر ہوا کرتا تھا، کڑھا ہے۔

محمل کے ساتھ دو علم بھی رہا کرتے تھے۔ ان پر بھی کچھ آیتیں وغیرہ تحریر ہیں۔ بعض سیاحوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ محمل کے غلاف پر بیت اللہ کا نقشہ بھی کاڑھا جاتا تھا۔ محمل کے کناروں پر ریشمی جھالرٹانکی جاتی تھی اور چاندی کے ٹوپن دار محمد نے لٹکاتے تھے۔ محمل کے چاروں کونوں پر چار اور بیچ میں ایک کلس رہتا تھا۔ محمل کی بعض تصویروں میں کلس پر ہلال اور تار بھی نظر آتا ہے بعض میں صرف کلس ہے ہلال نہیں ہے۔ ان کلسوں کو بعض سیاحوں نے چاندی کا لکھا ہے بعض نے سونے کا، بعض نے پیتل پر چاندی کا طبع سمجھا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلس بھی وقتاً فوقتاً بدلتے رہے ہیں۔ عبدالسلام صاحب ندوی نے اس غلاف کی لاگت پندرہ سو گنی تحریر کی ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ مملکت مصر کے مختلف سین کے موازنہ جات سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ ایک محمل کا غلاف خواہ کتنا ہی زریں کیوں نہ ہو ایسا بھاری نہیں ہو سکتا۔ اس کی لاگت اکیس ہزار روپے ہو۔ خیال ہو سکتا ہے کہ موصوف نے غلاف کعبہ کی لاگت کو شاید غلاف محمل کی لاگت تصور کر لیا ہو مگر ایسا بھی نہیں ہے۔ غلاف کعبہ کی لاگت تو ساٹھ باسٹھ ہزار روپے ہوتی تھی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ملازمین و ہمراہیان محمل کی تنخواہوں اور الاؤنس کی رقم جو اس کے قریب قریب ہوتی تھی اس کو مولوی صاحب نے صرف غلاف محمل کی قیمت تصور فرمایا ہو۔

سفر حجاز سے واپسی کے بعد محمل کا زریں غلاف مصر کے صیغہ مال میں رکھ دیا جاتا تھا اور اس کا سبز غلاف ہر سال سید محمد یونی اسعدی کی قبر پر چڑھا دیتے تھے۔ صاحب رحلہ الحجاز یہ کا خیال ہے کہ شاید اگلے زمانہ میں محمل کی کوئی خدمت ان بزرگ کے سپرد ہوگی۔ اس وجہ سے یہ غلاف ان کی قبر پر چڑھا

دیا جاتا ہے۔ برٹن لکھتے ہیں کہ غلاف کعبہ مصر میں ایک خالص خاندان کے افراد بنے ہیں جن کو بنی سعدی اور ان کے گھرانے کو بیت السعدی کہتے ہیں۔ پس کیا عجب ہے کہ حضرت یونس اسی خاندان کے مورث اعلیٰ ہوں۔

## باب 20

## محمل مصری کے ملازمین و مصارف

ملازمین:

جس زمانے میں خشکی کے رستے سے محمل مصری حجاز جایا کرتا تھا، اس وقت مصر کے تمام حاجی محمل کے ساتھ ہی روانہ ہوا کرتے تھے اور محمل کے ہمراہ ملازمین و فوج مل کر ایک بڑا لشکر بن جاتا تھا۔ محمل کے ملازمین میں بعض لوگ اس زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے بھی نوکر رکھے جاتے تھے۔ جوں جوں جدید سفری اور دیگر سہولیات سامنے آنے لگیں تو محمل الگ روانہ ہونے لگا تھا جس کے ساتھ صرف اس کے ملازمین اور اس کی محافظ فوج رہتی تھی۔ باقی حاجی اپنی اپنی آسانی کے لحاظ سے آگے پیچھے پہنچ جاتے تھے۔

امیر الحاج:

محمل کا سب سے بڑا عہدہ امیر الحاج ہوتا تھا جس کا درجہ سلطنت کے بڑے عہدیداروں میں شمار ہوتا تھا۔ اس خدمت کے لئے فوجی لوگوں میں سے جنرل کا مرتبہ رکھنے والا اور رسول کے لوگوں میں میر میران کا درجہ رکھنے والے کا انتخاب کیا جاتا تھا اور عموماً وہی لوگ منتخب ہوتے تھے جن کو پاشا کا خطاب مل چکا ہوتا تھا۔ معاملات حجاز میں امیر الحاج کی رائے کو بڑا دخل ہوا کرتا تھا اور اگلے زمانے میں تو والیاں حجاز کا عزل و نصب اسی کی رائے سے عمل میں آتا تھا۔ اس خدمت کی انجام دہی کے بعد اکثر امیر الحاج کو گورنری پر ترقی دی جاتی تھی۔

امین الصرہ:

محمل کا دوسرا بڑا افسر امین الصرہ یعنی خزانہ دار ہوا کرتا تھا۔ جس کی تحویل میں سفر محمل کے



اخراجات کی رقوم، امراء و شرفاء و ساکنین حرمین کی تنخواہیں، عربوں کے معمول اور خیرات و مبرات کی رقم رہا کرتی تھی۔ یہ دوسرے درجے کا عہدہ دار ہوتا تھا۔ مثلاً 1320 ہجری میں مہدی بے احمد امین الصرہ تھے۔ بعد میں یہ خدمت محکمہ خزانہ کا کوئی اہلکار انجام دینے لگا۔ جنرل ابراہیم رفعت پاشا نے 1318 ہجری میں بہ حیثیت کمانڈر فوج محمل اور 1320 و 1325 ہجری میں بہ حیثیت امیر الحاج قافلہ مصری حج کیا تھا۔ انہوں نے اپنی کتاب مرآة الحرمین میں اپنے ہر سفر کے امین الصرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس خدمت پر بھی کوئی بڑا عہدہ دار ہی مامور ہوا کرتا تھا اور اس کا انتخاب طبقہ دوم کے عہدہ داروں میں سے ہوتا تھا جن کا درجہ پاشا سے کم ہوتا تھا۔ صرہ کے معنی تھیلی کے ہیں۔ مراد اس سے خزانہ ہے، چونکہ اس خزانے میں حجاز کے مبارک سفر کی رقوم ہوتی تھیں۔ اس وجہ سے ”صرہ“ کو ”صرہ اشرفیہ“ بھی کہا جاتا تھا۔ اس خزانے کی تحویل قاضی شرعی، امیر الحاج اور سپہ سالار فوج محمل کے سامنے عمل میں آتی تھی اور امیر الحاج و امین الصرہ و صراف کے دستخطوں سے رسید مرتب ہو کر وزیر مال کو دی جاتی تھی۔ 1318 ہجری میں اس خزانے میں رقم (18893) گنی یعنی تخمیناً (264502) روپے تھی اور 1321 ہجری میں کوئی دو لاکھ بیس ہزار روپے۔ یہ خزانہ بھی محمل کے جلوس کے ساتھ ایک خوبصورت صندوق میں رکھا جاتا تھا۔

### سپہ سالار فوج محمل:

محمل کی محافظ فوج کے کمانڈر کو قلمند ان کہا کرتے تھے۔ اس کا تعلق اگرچہ مصری فوج سے باقاعدہ ہوا کرتا تھا اور وہ فوج کا مستقل کرنل یا جنرل ہوتا تھا تاہم سفر حجاز میں وہ بھی محمل کا عہدہ دار سمجھا جاتا تھا۔ دوران سفر محمل میں وہ قلمند ان کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اس کی ماتحتی میں تخمیناً چار سو فوج چلتی تھی جس میں پانچ چھ لیفٹیننٹ و سیکنڈ لیفٹیننٹ، کچھ نیچے درجے کے افسر، باقی سوار پیدل، توپخانہ، باجے والے وغیرہ رہتے تھے۔ امیر الحاج اور یہ کمانڈر تقریباً مساوی مرتبہ کے عہدہ دار ہوا کرتے تھے مگر اس سفر میں امیر الحاج کو فوقیت ہوتی تھی اور کمانڈر بھی اسی کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔

محمل کے عام ملازمین:

افسران مذکورہ بالا کے علاوہ محل کے ہمراہ ڈاکٹر، لیڈی ڈاکٹر، کمپونڈر، کاتب، امام، خطیب واعظ، مبلغ، محلی، شترباں، فراش، سقے اور مشعلچی وغیرہ رہتے تھے۔ زمانہ قدیم میں اہل سنت کے چاروں مذہب کے چار امام بھی رہا کرتے تھے۔

### محل کی تخفیف شدہ خدمات:

پیشتر نقارچی بھی محل کے ملازموں میں تھے۔ اب نہیں رہے۔ ان کے علاوہ بعض اور خدمتیں بھی تھیں۔ مثلاً عربوں کو مٹھائی اور لباس تقسیم کرنے کے لئے ایک اہلکار ہوتا تھا جسے امین الکساوی والحویات<sup>①</sup> کہتے تھے۔ غذانہ میسر آنے کی صورت میں حاجیوں کو بانٹنے کے لئے محل کے ساتھ بسکٹوں کا بڑا ذخیرہ بھی رہا کرتا تھا۔ اس خدمت کو انجام دینے والا مامور الذخیرہ کہلاتا تھا۔ ایک شخص محل کے پیچھے پیچھے محل کے اونٹ کی چال دیکھتا ہوا چلتا تھا، اسے شیخ الجمل کہتے تھے<sup>②</sup>۔ منزلوں پر غلاف کعبہ اور دوسرے سامان محل کو چوہوں سے بچانے کے لئے بلیاں بھی ساتھ لی جاتی تھیں۔ ان کے کھلانے پلانے کے لئے ایک نوکر رہتا تھا۔ اسے ابو الققط (بلیوں کا باپ) کہا کرتے تھے۔ قط بلی کو کہتے ہیں، ققط اس کی جمع ہے۔ ولیم لین کے زمانے میں اب سے کوئی ڈیڑھ سو برس قبل اس خدمت پر ایک عورت مامور تھی۔ وہ ام الققط یعنی بلیوں کی ماں کہلاتی تھی۔ اسی طرح مشعلچیوں اور قلیوں کا ایک افسر ہوا کرتا تھا جسے سائیس الہر جہ کہتے تھے۔ یہ خدمتیں مورثی یعنی باپ سے بیٹے پر منتقل ہونے والی تھیں۔ اس وجہ سے بعض لوگوں کو جن کے آباؤ اجداد یہ خدمات انجام دیا کرتے تھے، باوجود تخفیف کے یہ وظیفے برابر ملا کرتے تھے۔

### محل مصری کے مصارف:

مقریزی کی کتاب الذخروالتحایف میں مصر کے فاطمی سلاطین کے مصارف حج کی مقدار ایک لاکھ بیس ہزار دینار لکھی ہے جو بعض اوقات دو لاکھ دینار تک پہنچ جاتی تھی۔ اس میں خوشبوئیات، شیرینی اور روشنی کا خرچ دس ہزار دینار تھا۔ دینار اشرفی کو کہتے ہیں، مختلف ملکوں میں دینار کی قیمت

① کساوی، لباس، حلوئیات، مٹھائی، اونٹ، لاشیخ۔

مختلف رہی ہے۔ حکیم ناصر خسرو نے اپنے سفر نامے میں مستنصر بامر اللہ فاطمی خلیفہ مصر کے زمانے کے جو اخراجات تحریر کئے ہیں اور جن کی تفصیل ہم اسماعیلی خلفائے مصر کے حالات میں تحریر کر چکے ہیں اس کی مقدار ساٹھ ہزار دینار تھی مگر ان کے علاوہ ناصر خسرو نے حاجیوں کا الاؤنس، مزدوریاں، انعام و اکرام، اونٹوں کی قیمت امیر مکہ کی تنخواہ وغیرہ دوسری مدات بھی لکھی ہیں۔ اس طرح کل اخراجات ملا کر اس رقم تک پہنچ جاتے ہوں گے جو مقریزی نے تحریر کی ہے۔ چودھویں صدی ہجری کے مملکت مصر کے موازنہ جات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حمل کے اخراجات کے ضمن میں غلاف کعبہ کی تیاری کے مصارف، ملازمین حمل کی تنخواہیں، فوج، محافظ حمل کا الاؤنس، حجاز کے قلعہ نشین عربوں کے معمول، اشراف و امراء و اہالیان حرمین کی ماہوارات، سفر حجاز کا خرچ اور مکہ و مدینہ کے لنگر خانوں کی رقمیں شامل ہوتی تھیں۔ مثلاً 1307ء کے موازنہ کے اعتبار سے ان اخراجات کا گوشوارہ حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	صراحت مدات	تعداد رقم گنی
1-	غلاف کعبہ	(4600)
2-	تنخواہ ہمراہیان حمل	(1258)
3-	اللاؤنس فوج محافظ حمل	(1276)
4-	لباس برائے عرب قلعہ نشین	(994)
5-	تنخواہ اعراب حجاز	(2396)
6-	تنخواہ اشراف و امراء حرمین	(1493)
7-	تنخواہ اہالی حرمین	(3266)
8-	تنخواہ قاضی مکہ	(455)
9-	مصارف غلہ خیرات حرمین	(22500)

700)	مصارف کرایہ ریل	-10
(300)	کرایہ جہاز	-11
(2280)	کرایہ شتر	-12
(220)	تاری برقی مرمت خیام	-13
(265)	متفرق	-14

کل میزان: (45912) گنی یعنی تخمیناً ساڑھے چھ لاکھ روپے

گلدارحلیہ الحجازیہ میں ان مصارف کی مقدار سات لاکھ روپے لکھی ہے۔ ان اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ سلطنت مصر غلاف کعبہ و محل کی روانگی میں چھ سات لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کیا کرتی تھی۔ اس دور میں بھی گنی کا نرخ بھی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ گنی کے ساتھ ایک سی سکے ملیم اور بھی مصر میں رائج تھا۔ محل کی فوج کا بھتہ کماندار کے ذریعہ سے تقسیم ہوا کرتا تھا اور فوج کی تنخواہ کا خرچ موازنہ فوج میں پڑتا تھا۔ باقی تمام اخراجات امیر الحاج کے حکم سے ہوتے تھے اور ان کا حساب کتاب امین الصرہ سے متعلق تھا۔ جس کی ماتحتی میں کاتب و صراف رہا کرتے تھے۔ مذکورہ بالا مدات میں سے صرف غلاف کعبہ اور محل کے اخراجات ہمارے موضوع میں شامل ہیں۔ مصارف غلاف کی تفصیل ہم پہلے باب میں درج کر چکے ہیں۔ یہاں محل کے اخراجات ہمارے موضوع میں شامل ہیں۔ محل کے ملازمین کی تنخواہ وغیرہ کی تفصیل حسب ذیل تھی۔

نمبر شمار	تفصیل مدات	گنی	ملیم
-1	الاؤنس امیر الحاج بابت تین ماہ	(400)	0
-2	الاؤنس امین الصرہ	(200)	0
-3	لباس خطیب مسجد نبوی	(5)	(650)
-4	الاؤنس کاتب سامان	(8)	(140)

(180)	(9)	لباس کاتب سامان	-5
(500)	(22)	الاولئس ڈاکٹر	-6
(500)	(22)	لباس کاتب صرہ	-7
0	(9)	الاولئس طیبہ	-8
0	(8)	الاولئس کمپوٹر	-9
0	(6)	الاولئس علم بردار محمل	-10
(250)	(2)	الاولئس حامل علم صغیر	-11
0	(18)	مبلغ عرفات کی سالانہ تنخواہ	-12
0	(9)	ملازمین مبلغ کی سالانہ تنخواہ	-13
0	(15)	ابی القسط کی سالانہ تنخواہ	-14
0	(15)	شیخ الجمل کی سالانہ تنخواہ	-15
(250)	(8)	مشعلچیوں کی تنخواہ	-16
(500)	(10)	ستون کی تنخواہ	-17
0	(18)	فراشوں کی تنخواہ (8 نفر)	-18
0	(10)	بھتہ	-19
0	(18)	تنخواہ محامی سالانہ	-20
	(15)	اونٹ کی ٹیکل پکڑنے والے کا حق	-21
	(2)	انعام توپچی	-22
(630)	(2)	دو سالہ برائے توپچی	-23
(100)	(3)	الاولئس سائیس	-24

	(4)	جلوس کسوة کے دن شیخ سبامی کا حق دعا گوئی	-25
	(4)	محمل کے اونٹ کی نکیل پکڑنے والے کی تنخواہ	-26
(360)	(1)	" " بھتہ اور شمال	-27
(250)	(2)	" " الاؤنس	-28
0	(2)	قافلے کے پیچھے چلنے والے کا الاؤنس	-29
	(3)	واعظ و امام کا الاؤنس	-30
(815)	(9)	امیر الحاج کے مشعلچیوں کی تنخواہ	-31
(950)	(13)	سقوں کی تنخواہ	-32
(375)	(3)	" " خدمت گاران	-33
(625)	(2)	" " فراشان	-34
0	(52)	دانہ چارہ گھانس	-35

کل میزان: (1258) گنی (160) ملیم

### محمل کے اونٹ کا فدیہ:

جس اونٹ پر محمل رکھا جاتا تھا اسے شتر مرغ کے پروں سے اچھی طرح سجاتے تھے۔ اس کی جھول بہت بیش قیمت ہوتی تھی جو اس کی گردن اور مہری پر بھی آجاتی تھی اس میں پھندے اور جھالریں ہر طرف لٹکتی رہتی تھیں۔ اس کی نکیل بھی ریشمی ہوا کرتی تھی اس کے گھٹنوں پر بھی اطلس کے خوبصورت مضامے باندھے جاتے تھے۔ اس اونٹ کی مدد کے لئے تین اونٹ اور بھی رہا کرتے تھے جو اس کے تھکنے یا بیمار ہو جانے کی صورت میں کام دیتے تھے۔ جس اونٹ پر محمل رکھا جاتا تھا اس سے پھر عمر بھر کوئی اور کام نہیں لیتے تھے۔

محمل کے محکمے میں کل بیس اونٹ تھے اور قصبہ بولاق باب شیخ سعید کے متصل ان کا شترخانہ

تھا۔ حج پر روانہ ہونے سے قبل سلطنت مصر کی جانب سے ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ قربان کیا جاتا تھا جس کی کیفیت یہ تھی کہ جلوس محل نکلنے سے پہلے اس اونٹ پر شیخ الجمل کو بٹھا کر شہر بھر کا گشت کراتے تھے اور باب شیخ سعید کے پاس پہنچ کر اس اونٹ کو ذبح کر دیتے تھے۔ اس کا گوشت چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ ایک حصہ محملی کا، ایک شتر بان کا، ایک شیخ جمل کا اور ایک حصہ شیخ یونس کی درگاہ کے مجاوروں کا ہوتا تھا۔ یہ گوشت در دوسرے کے لئے اور اس کی چربی بوا سیر کے لئے مفید خیال کی جاتی تھی۔ جس وقت ذبح کرنے کے لئے اونٹ کو زمین پر لٹاتے تھے تو ذبح کرنے سے پہلے ہی چھری چاقوؤں سے لوگ اس کی ٹکا بوٹی کر ڈالتے تھے اور جو جس کے ہاتھ آتا تھا جھپٹ لے جاتا تھا۔ اکثر اوقات اس چھیننا جھپٹی میں خون خرابہ بھی ہو جایا کرتا تھا۔ اس لئے حذیو عباس علمی پاشا نے اس رسم کو موقوف کر دیا تھا لیکن اونٹ کی قیمت مذکورہ بالا مستحقوں کو دیدی جایا کرتی تھی۔

## باب 21

## رروانگی محمل کا جلوس قاہرہ میں!

سلطان ایوبیہ مصر کے زمانے سے محمل کے جلوس کا دستور چلا آ رہا تھا اور سفر حجاز سے قبل دو مرتبہ محمل کا جلوس نکالا جاتا تھا۔ پہلے زمانے میں جب خشکی کے راستے سے مصری حاجی روانہ ہوتے تھے تو پہلا جلوس شوال کے پہلے ہفتے میں اور دوسرا جلوس شوال کے آخری ہفتے میں نکلا کرتا تھا۔ پہلا جلوس اصل میں غلاف کعبہ کا جلوس ہوتا تھا اور محمل اس کے ساتھ جلوس کی رونق بڑھانے کے لئے کر دیا جاتا تھا۔ دوسرا جلوس خاص محمل کا جلوس کہلاتا تھا۔

## جلوس محمل کی ایجاد:

جلوس کی ابتدا 700 ہجری سے بیان کی جاتی ہے۔ یہ زمانہ ملک الناصر محمد بن قلاؤں کا تھا جو 693 ہجری سے 709 ہجری تک تین مرتبہ بادشاہ مصر رہا۔ 845 ہجری میں ملک النظار ابو سعید سیف الدین علی چھمق نے محل کا گشت موقوف کر دیا۔ اہل مصر کو یہ بات بری لگی۔ دس برس تک جلوس بند رہا پھر جب 858 ہجری میں ملک الاشرف ابونصر آنیال نے دوبارہ جاری کیا۔ اس کے بعد سلطان قاہد بے نے جس کی حکومت 883 ہجری سے 901 ہجری تک رہی پھر موقوف کر دیا۔ مگر اس کے لڑکے ملک الناصر محمد نے 901 ہجری میں اسے پھر جاری کر دیا۔ چونکہ جلوس محمل کے ساتھ بہت سی مضحکہ خیز حرکتیں بھی ہوا کرتی تھیں۔ مثلاً لمبے چوڑھے آدمی مسخرا پن کرتے ہوئے اور درویش اپنی کرامات کا اظہار کرنے کے لئے سانپوں کو کچا چباتے ہوئے نکلا کرتے تھے اس وجہ سے مذکورہ بالا سلاطین نے جن میں سلطان قاہد بے بہت ہی تشریح تھا۔ محمل کے جلوس کو ایک



خلاف شرع کام سمجھ کر موقوف کر دیا تھا۔ اس کے بعد سے مملوک سلاطین اور سلاطین عثمانیہ کے زمانہ سے چند سال قبل تک ہمیشہ یہ جلوس نکلتا رہا۔

### محمل کے ایک قدیم جلوس کا منظر:

ولیم لیس کی کتاب ماڈرن اسبجپ شیپینز (جدید مصری) میں 1249 ہجری کے جلوس محمل کی منظر کشی کی گئی ہے۔ یہ زمانہ سلطان محمود خاں ثانی کا تھا جو 1223 ہجری سے 1255 تک سلطان مصر رہا۔

”شوال کے آخری ہفتے میں اگرچہ کوئی خاص تاریخ مقرر نہیں ہے لیکن عموماً 23 تاریخ کو بڑے بڑے عہدہ دار اور حاجیوں کے قافلے کے ساتھ جانے والی فوج قلعہ قاہرہ سے شہر میں ہو کر محمل کے ساتھ بڑی دھوم دھام سے گزرتی ہے۔ اس جلوس کا نام محمل کا جلوس ہے۔ مختلف لوگ جو اس جلوس کے ساتھ رہتے ہیں ان میں سے اکثر مصری قافلے کے ہمراہ مکے جانے کے لئے قلعہ کے نیچے میدان میں جمع ہو جاتے ہیں اور وہاں مقررہ مثل بندی اور ترتیب کے ساتھ قافلے میں اپنی اپنی جگہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اس جلوس کی کیفیت ملاحظہ ہو:

جن جن سڑکوں پر ہو کر یہ جلوس نکلا وہ تماشائیوں سے بھر گئی تھیں۔ دکانیں سب بند تھیں۔ بہت سے آدمی دکانوں کے چبوتروں پر بیٹھے تھے اور بہت سے نیچے کھڑے تھے۔ میں نے اس خاص سڑک پر جہاں سے محمل باب النصر کو جانے والا تھا ایک دکان پر اچھی جگہ حاصل کر لی۔ 9 بجے صبح جلوس نکلنا شروع ہوا۔ سب سے پہلے ایک توپ نکلی۔ راستے میں اسے داغ کر قافلے کے کوچ و مقام کی اطلاع دی گئی۔ اس کے بعد ترکی کی باقاعدہ فوج کے پانچ سو جوان نکلے ان کی وردی بہت خراب تھی اور قیدی سے معلوم ہو رہے تھے۔ آدھ گھنٹے بعد چند ساڈنی سوار آئے۔ ہراونٹ پر نقارے کی جوڑی بندی ہوئی تھی اور سوار اسے بجا رہے تھے۔ بعض اونٹوں پر اونچی اونچی گدیاں بھی بندھی ہوئی تھیں مگر ان

پر کوئی بیٹھانہ تھا۔ یہ اونٹ مہندی سے رنگے ہوئے تھے اور بعض کوزینوں پر کھجور کی ہری ہری شاخیں جھنڈیوں کی طرح لگادی گئی تھیں۔ اسی طرح بعض پر چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں بھی لگی ہوئی تھیں۔ بعض اونٹوں کے دائیں بائیں بڑی بڑی گھنٹیاں لٹک رہی تھیں۔ بعض پر مشکیزے بندھے ہوئے تھے۔ ایک اونٹ پر چوکھٹا صندوق تھا جس پر سرخ غلاف چڑھا تھا۔ اس میں حج کے اخراجات کے لئے سرکاری خزانہ رکھا تھا۔ اس کے بعد امیر الحاج کا سامان و اسباب اونٹوں پر آیا۔ تھوڑی دیر بعد کچھ درویش آئے جو ادھر ادھر اپنا سر ہلا کر اللہ، اللہ پکار رہے تھے۔ ان کے ساتھ بہت سے ساربان، بہشتی خاکروب اور دوسرے خدمتی نکلے جو ”عرفات یا اللہ، اللہ اللہ بالسلامہ“ کے نعرے لگا رہے تھے یعنی اللہ ہم کو خیریت سے عرفات پہنچادے۔ پھر چند اونٹ آئے جن پر کھجوروں کی شاخیں تھیں اور بعض پر بڑی بڑی گھنٹیاں۔ ان کے پیچھے امیر الحاج کا تخت رواں نکلا<sup>①</sup>۔ ان کے اونٹ خوب سجے ہوئے تھے۔ پھر کچھ عرب اور دلیل الحاج یعنی رہنمائے قافلے آئے اور کچھ اونٹ اور درویش نکلے ان کے بعد شاہی خاندان کے کوئی پچاس آدمی نہایت زرق برق لباس پہنے آئے۔ ان کے پیچھے چند چوہدار چاندی کی موٹھ کی لکڑیاں اور بندوقیں لئے ہوئے نکلے۔ پھر شاہی خاندان کے کچھ اور لوگ، ان کے پیچھے مختلف دفتروں کے عہدہ دار کنوآب کے کوٹ پہنے آئے۔ ان کے بعد دو تلورے نکلے۔ یہ کمر تک برہنہ تھے ان کے پاس ڈھال تلوار تھی۔ یہ جا بجا ٹھہرتے جاتے تھے اور صفائی سے ہاتھ نکال کر تماشاہیوں سے انعام مانگتے تھے۔ ان کے پیچھے ایک ٹکڑی اور درویشوں، ساربانوں اور دوسرے لوگوں کی ”اللہ، عرفات اللہ اللہ بالسلامہ“ کہتی ہوئی نکلی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ڈھول اور بانسریوں کی آواز سنائی دی اور فوج کا ایک سادستہ نکلا۔ ان کے پیچھے والی شہر یعنی ناظم کو توالی آیا جس کی اردل میں کئی افسر تھے پھر امیر الحاج کے ملازم اور ان کے بعد

① تخت رواں ایک پاکی نما سواری ہوتی ہے جو دو اونٹوں پر باندھی دی جاتی ہے۔ ایک اونٹ آگے رہتا ہے۔ ایک پیچھے ریگستان کے سفر میں، سب سے زیادہ آرام اسی سواری میں ملتا ہے۔

خود امیر الحاج آیا۔ پھر کاتب، مغربی سواروں کا رسالہ اور تین مبلغ آئے۔ یہ لوگ خطیب عرفات کے خطبے کے بعض لفظوں کو دہراتے ہیں۔ یہ سفید عبائیں پہنے ہوئے تھے۔ جن پر طلائی کام تھا۔ ان کے پیچھے طریقہ اہل سنت والجماعت کے چاروں فرقوں کے امام گھوڑوں پر سوار آئے۔ پھر مختلف طریقے کے درویشوں کے کئی گروہ ہاتھوں میں جھنڈے لئے نکلے۔ قادر یہ طریق کے درویش اپنے ہاتھوں کے جال بھی لئے ہوئے تھے اور ان کے پاس لمبی لمبی کھجور کی شاخیں گویا مچھلی پکڑنے کی پھڑیاں تھیں۔ ہر گروہ کے آگے آگے نقارے اور دوسری قسم کے باجے بجتے جاتے تھے۔ ان کے بعد مختلف پیشہ ور لوگ آئے۔ ہر طبقے کا شیخ ان کے ساتھ تھا۔ پھر کچھ اونٹ اور نکلے۔ پھر محمل آیا۔ اب چاروں طرف سے تماشائی محمل کی طرف جھپٹے۔ آدمی پر آدمی ٹوٹ پڑتا تھا۔ ہر شخص دھکم پیل کر کے یہ چاہتا تھا کہ محمل کو اپنے ہاتھوں سے چھو کر ہاتھوں کو چومے۔ بہت سی عورتوں نے جو جھلملی دار کھڑکیوں میں بیٹھی تھیں، محمل سے چھو جانے کے لئے اپنی شالیں، برقعے اور دوپٹے کھڑکیوں میں سے لٹکائے ہوئے تھے۔ محمل کے پیچھے وہ ضعف برہنہ شیخ جس کا ذکر جلوس غلاف کے ضمن میں کیا جا چکا ہے ایک اونٹ پر بیٹھا سر ہلارہا تھا۔“

### 1249 ہجری کے بعد کا جلوس محمل:

زمانہ قدیم میں جلوس محمل کی تاریخ شوال کے آخر میں مقرر کی جاتی تھی لیکن عموماً وسط ذیقعدہ میں یہ جلوس نکلنے لگا تھا۔ اس جلوس میں بھی وہی مراسم ادا کئے جاتے تھے جو غلاف کعبہ کے جلوس میں ادا ہوتے تھے جن کی تفصیل اس سے پیشتر لکھی جا چکی ہے۔ اس جلسے کی صبح محمل کو محلہ خرنفش میں غلاف کعبہ تیار کرنے والے کارخانہ (مصنع الکسوۃ) سے میدان صلاح الدین میں لے جاتے تھے مگر سابقہ راستے سے نہیں بلکہ سوق السلاح ہو کر جاتے تھے۔ میدان میں جلسہ ہوتا تھا۔ مہتمم کارخانہ محمل کے اونٹ کی نکیل امیر الحاج کے سپرد کرتے تھے اور یہاں سے یہ مجمع معہ اہالیان پولیس، فوج و مشائخین عباسیہ اسٹیشن تک جاتا تھا۔ یہاں قافلہ محمل کے لئے خیمے نصب کئے جاتے

تھے اس میں قافلہ اتر کر قیام کرتا تھا۔ محل وسط صحن میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ لوگ یہاں اس کی زیارت کرتے تھے۔

### 1315 ہجری میں جلوس محل کا نظارہ:

اس خیال سے کہ جلوس کے بعض مصری عہدہ داروں کے مراتب و نام قارئین کو معلوم ہو سکیں 1315 ہجری کے جلوس محل کی تفصیل اس زمانے کے بعض اخبارات و رسائل سے ترجمہ کر کے یہاں دی جا رہی ہے:

”محل کی 22 شوال 1315 ہجری روز دوشنبہ کو روانگی ہوئی۔ چند روز پہلے سرکاری طور پر اس کا اعلان کر دیا گیا تھا اور ضروری انتظامات کے لئے احکام جاری کر دیئے گئے تھے۔ تمام سرکاری دفاتر و مدارس میں تعطیل تھی۔ معززین عہدہ دار اور علماء و روساء وغیرہ کی حاضری کے لئے ٹکٹ بھیج دیئے گئے تھے۔ صبح سے شہر کے تمام لوگ میدان محمد علی کے اطراف جہاں سے محل روزانہ ہوتا ہے، جمع ہونے لگے۔ دعوتی اشخاص یونیفارم پہنے اور تمغے لگائے آنے لگے۔ دس بجے سے پہلے ترکی کے سفیر تقدس مآب قاضی اکبر اور ہزہائی نس احمد مختار پاشا آئے۔ دس بجے کے بعد ہزہائی نس حذیو عباس علمی پاشا نفل ڈریس میں پورے جلوس کے ساتھ چوکڑی میں رونق افروز ہوئے۔ ان کے ساتھ وزیر تعمیرات عامہ وزیر مال اور وزیر خارجہ بھی تھے۔ آپ کی رونق افروزی پر توپوں کے دہانے کھل گئے، اور بینڈ نے حذیوی گیت بجانا شروع کیا۔ گارڈ آف آنر نے سلامی اتادی۔

پھر وہ ہال میں تشریف لائے۔ آپ کی سیدھی طرف قاضی اکبر اور دوسرے علماء و مشائخ کی نشست تھی اور بائیں جانب احمد مختار پاشا اور دوسرے وزراء تھے۔ کچھ دیر بعد محل کا جلوس نکلا۔ توپیں سر ہونے لگیں اور بینڈ بجنے لگا۔ اونٹ جس پر محل تھا محمد علی پاشا کے محل کے گرد تین مرتبہ گشت کرنے کے بعد ٹھہر گیا۔ گشت کرنے کی غرض یہ تھی کہ حاضرین اسے اچھی طرح دیکھ لیں۔ حذیو محل کے اونٹ کے پاس گئے اور اس کی مہار کو بوسہ دیا۔ پھر

علمائے کبار و وزراء نے اس کو بوسہ دیا۔ پھر حذیو نے اس کو باقر پاشا کے حوالے کیا۔ جو اس سال امیر الحاج مقرر ہوئے تھے۔ جب اونٹ آگ بڑھا تو مددگار ناظم کو توالی نے روپے نچھاور کئے جو فقراء نے لوٹ لئے۔ اس کے بعد مقام ابراہیم کا غلاف اور دوسری چیزیں آگے بڑھیں۔ پھر عبداللہ فائق بک جن کے ذمہ غلاف کعبہ کی تیاری کا کام ہے۔ حریر کی رزین تھیلی جس میں خانہ کعبہ کی کنجی رکھی جاتی ہے لیکر آئے۔ حذیو نے اس کو بوسہ دیا۔ ایک بزرگ عالم نے فضائل حج کا خطبہ پڑھا اور سلامتی دولت کی دعا مانگی۔ ان تبرکات کی روانگی کے بعد ایک رسالہ کا بینڈ، ایک رسالہ، ایک توپ خانہ اور چند پلٹنوں کا جلوس آگے بڑھا۔ خاتمہ پر حذیو بہ مراسم مذکورہ واپس ہوئے اور اس کے بعد دوسرے لوگ بھی رخصت ہو گئے۔“

## باب 22

## محمل کا سفر

قاہرہ سے سویز تک:

زمانہ قدیم میں محمل قاہرہ سے چل کر براہ خشکی سویز پہنچا کرتا تھا۔ چودھویں صدی ہجری کے اوائل تک اونٹوں پر ہی یہ راستہ طے ہوتا رہا۔ اس کے بعد جب سے قاہرہ و سویز کے درمیان ریل شروع ہو گئی تو محمل ریل میں آنے لگا۔ چونکہ محمل و ہر ایان محمل و غلاف کعبہ کے متعدد صندوق اور اہل قافلہ کا سامان و اسباب کافی مقدار میں ہوا کرتا تھا اس وجہ سے ایک سپیشل ٹرین ان کے لئے مقرر کی جاتی تھی۔ 1318 ہجری میں جس سپیشل ٹرین کے ذریعہ سے محمل نے یہ سفر طے کیا تھا اس میں 37 ڈبے لگائے گئے تھے جن میں سے 8 بند گاڑیاں 3 کھلی ہوئی اور 5 سایہ دار سامان کے لئے تھیں۔ 9 گاڑیوں میں اونٹ، گھوڑے وغیرہ تھے۔ باقی درجہ اول کے 2، درجہ دوم کے 2 اور درجہ سوم کے 8 ڈبے تھے۔ عہدہ داران محمل اصفیٰ جی محافظ محمل سب کی تعداد چار پانچ سو تھی۔

روانگی سے قبل رات کو سامان ریل پر چڑھا دیا گیا تھا اور ہر شخص کی جگہ مقرر کی گئی تھی۔ قاہرہ کے عباسیہ سٹیشن سے گاڑی روانہ ہو کر چھ سات گھنٹے میں سویز پہنچتی تھی۔ راستے میں سات آٹھ سٹیشن پڑتے تھے جن کے نام غلاف کعبہ کے سفر کے ضمن میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ ہر سٹیشن پر وہاں کے رہنے والے مشائخ طریقت طلبہ لڑکے، لڑکیاں، عورتیں و مرد محمل کی زیارت کے انتظار میں پہلے سے کھڑے رہا کرتے تھے۔ محمل کے سویز پہنچنے پر قلعہ سویز سے 21 توپیں سلامی کی دی جاتی تھیں۔

باجا حذیو کی سلامتی کا راگ گاتا تھا۔ حاضرین خوشی کا نعرہ لگاتے تھے۔ سویز کے فوجی عہدے دار امیر

الحاج اور امین صرہ کو مبارک باد دیتے تھے۔ محفل منعقد ہوتی تھی۔ محفل بڑے جلوس کے ساتھ شہر میں گشت کرتا تھا۔ جلسہ برخواست ہونے پر 21 توپوں کی سلامی دی جاتی تھی اس کے بعد محفل جہاز پر جدہ کی جانب روانہ ہو جاتا تھا۔

### جدہ میں محفل کا ورود:

سویز سے چارپانچ دن میں جہاز جدہ پہنچ جاتا تھا۔ یہاں بھی محفل کی تعظیم میں 21 توپوں کی سلامی دی جاتی تھی۔ بینڈ باجا تین مرتبہ سلطان ترکی کی سلامتی کا گیت گاتا تھا اور دعا کی جاتی۔ پھر حذیو کی سلامتی کا گیت بجایا جاتا تھا اور دعا کی جاتی تھی۔ چار دن جدے میں قیام رہتا تھا۔ شہر میں محفل کا جلوس نکالا جاتا تھا جس کے ساتھ تمام سلطانی فوج نکلا کرتی تھی ①۔ محفل کی آمد پر جدہ میں بڑی دھوم سے جشن منایا جاتا تھا۔ دعائے دولت پر جلسہ ختم ہوتا تھا اور رخصت کے وقت جدہ کے قلعہ سے 21 توپوں کی سلامی پھردی جاتی تھی۔

### محفل مصری مکے میں:

مکے میں محفل و خلافتِ کعبہ عموماً آخر ذیقعدہ یا یکم ذلحجہ تک داخل ہو جاتا تھا۔ سلطان عبدالحمید خاں کے تعمیر کردہ مسافر خانے کے پاس مطوف محفل کے ہمراہیوں کا استقبال کیا کرتے تھے۔ مقام مقربہ کے پاس شریف و والی مکہ کے نائب ان سے ملاقات کرتے تھے۔ محفل کے ورود کے وقت مکے میں بڑی خوشی منائی جاتی تھی اور اس کے پہنچنے ہی وہاں رونق اور گہما گہمی بہت بڑھ جاتی تھی۔ تمام باشندگان مکہ اور حاجی اسے دیکھنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ مکہ کی سلطانی فوج نہایت ادب کے ساتھ اس کی سلامی اتار کر اپنے ہمراہ اس کو شہر کے اندر لے جاتی تھی۔ امیر الحاج کی تعظیم میں 21 توپوں کی سلامی دی جاتی تھی۔ مصری و ترک سوار اور پیدل فوج اس کے جلوس میں چلتی تھی اور بینڈ والے دلکش آواز میں سلطانی ترانہ بجاتے ہوئے محفل کو بیت اللہ تک پہنچاتے تھے۔ یہاں سے فوج بارکوں کو چلی جاتی تھی اور محفل کا زریں خلافت اتار کر اس پر معمولی خلافت اڑھا دیا جاتا تھا۔

① ۱۳۱۸ ہجری میں اس فوج کی تعداد چار سو باقاعدہ اور دو سو بے قاعدہ تھی۔

اس کے بعد محمل کو حرم میں رکھ دیتے تھے۔

ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر نے اپنے سفر نامہ ”مصر فی الحجاز“ میں اس جلوس کا حال ان الفاظ میں دکھایا ہے: ”محمل مصری کی سجاوٹ بہت بڑی ہوتی تھی۔ سب سے اول خاک کی وردی میں مصری فوجی افسر نکلے جن کے ساتھ برہنہ تلواروں کے جوان تھے۔ بعد میں خچر کا توپ خانہ، اس کے بعد ایک ضعیف نقیب چل رہا تھا۔ اس کے دونوں جانب ایک بیٹالین کے نو جوان سپاہی مارٹن ہنری سے مسلح خاک کی وردی میں برابر قدم اٹھا رہے تھے۔ مصری فوج کی وردی مضبوط اور صاف تھی۔ ان کے ہتھیار پر تلا کرچ بوٹ سب درست تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا یورپین افواج سے ہیں۔ صرف ترکی ٹوپی کا فرق تھا۔ بعد ازاں ایک اونٹ پر سٹلا وزریں کپڑے سے مستور محمل نکلا۔ جس کے پیچھے ایک اونٹنی پر ایک معمر بزرگ سلطانی حذیوی جھنڈا سنبھالے تھا۔ محمل کے آگے باجانب رہا تھا اس وقت کا منظر و کیفیت دل خوش کن اور رقت خیز تھی۔ شہر میں محمل کے داخل ہوتے ہی ہر طرف سے اللہ اکبر، سبحان اللہ اور دعائیہ کلمات کے زور سے پکار ہوئی۔ شریف کے مکان کے سامنے فوج نے محمل کی سلامی اتاری۔ بازار میں ہزار ہا مخلوق عورت، مرد، بچے، بوڑھے دونوں طرف موجود تھے۔ سینکڑوں پردہ نشین عورتیں برقع پوش کھڑی تھیں۔ عجیب رونق سے محمل گزر رہا تھا۔ باب النبی کے سامنے محمل بڑی کروفر سے اتارا گیا اور اس کا زریں لباس اتار کر خالی محمل حرم شریف میں رکھ دیا گیا۔“

محمل کی ہمراہی فوج محلہ جردل کے پاس میدان شیخ محمود میں ڈیرے ڈالتی تھی اس کے بعد ایک جلسے میں علماء و اعیان مکہ کی شہادت لیکر غلاف کعبہ کلید بردار کعبہ کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ آٹھویں نویں ذیحجہ کی شام تک ان کے مکان میں رکھا رہتا تھا۔ پھر کعبے پر ڈال دیا جاتا تھا۔ مصر سے روانگی کے بعد سے محمل و غلاف مکے پہنچنے تک دونوں لازم و ملزوم رہا کرتے تھے۔ اس کے بعد محمل کے مصر واپس ہونے تک غلاف کعبہ کا محمل سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا تھا۔ جب تک اہل مصر مکے میں مقیم رہتے تھے۔ محمل کو باب النبی اور باب السلام کے درمیان حرم کے دالان



میں رکھ دیا کرتے تھے۔ عوام یہاں اس کی زیارت کیا کرتے تھے۔ جس وقت سرکاری طور پر اس کا جلوس نکلتا تھا یا جب اس کو منی و عرفات لے جاتے تھے اس وقت یہاں سے اٹھا کر لے جاتے تھے۔

### منی اور عرفات میں محمل:

آٹھویں ذیحجہ کو جب حاجی مکے سے عرفات کی طرف روانہ ہوتے تھے تو محمل بھی تزک و احتشام کے ساتھ روانہ ہوتا تھا اور 9 ذیحجہ کو عرفات میں اور 10 و 11 و 12 ذیحجہ کو منی میں اپنی مقررہ جگہ پر معہ اپنی ہمراہی فوج کے خیمے ڈالتا تھا۔ میدان عرفات میں محمل مصری کی جگہ وادی کے وسط میں تھی۔ نویں ذیحجہ کو مغرب سے قبل خطبہ عرفات ختم ہونے کے بعد ایک بھاگڑ مچتی ہے اور ہر شخص قدم اٹھائے مزولفہ کا رخ کرتا ہے۔ اس وقت محمل مصری و محمل شامی بھی اپنی فوجی ترتیب کے ساتھ روانہ ہوا کرتے تھے اور مزولفہ ⑩ میں رات گزار کر دسویں کی صبح کو منی پہنچ جاتے تھے۔ پہلے زمانے میں ان محملوں کی جائے قیام اور ان کے آگے پیچھے رہنے پر بعض اوقات بڑے خون خرابے ہو جاتے تھے۔ جن کا اثر قوی ہوتا تھا۔ وہ اپنے محمل کو آگے رکھ کر روانہ ہوتے تھے۔ آگے والا محمل اول سمجھا جاتا تھا اور پیچھے والا دوم۔ برکھارٹ جو 1814ء میں شریک حج ہوا تھا، کہتا ہے:

”آجکل محمد علی پاشا یہاں موجود ہے۔ اس لئے محمل شامی والے دہلی بلی بنے ہوئے ہیں

اور محمل مصری کے مقابلے پر نہیں آرہے ہیں۔“

منی مزولفہ و عرفات میں دونوں محمل ایک دوسرے کو ہر نماز کے وقت اکیس اکیس توپوں کی سلامی دیا کرتے تھے۔ اس طرح پانچوں وقت کی نماز میں 210 توپیں چلتی تھیں۔ اس کے علاوہ جب شریف مکہ کی سواری نکلتی تھی یا کوئی افسر فوجی آتا تھا اس کے مرتبے کے لحاظ سے محمل کی ہمراہی فوج علیحدہ توپیں چلاتی تھی۔ ایک صاحب کا جو اس زمانہ میں شریک حج ہوئے تھے، بیان ہے:

⑩ مزولفہ مکہ معظمہ سے سات کوس ہے۔ عرفات سے واپسی میں نویں ذیحجہ کو رات یہاں گزارتے ہیں۔ صبح یہاں سے روانہ ہو کر پہنچ جاتے ہیں۔

”صبح سے شام تک تو وہیں چلتی ہی رہتی ہیں۔“

مکہ میں محمل کی روانگی کا جلسہ:

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہونے سے قبل سرکاری طور پر مکہ میں ایک جلسہ ہوا کرتا تھا۔ محمل کی فوج اور اس کے ہمراہی عہدہ دار ایک جلوس کی شکل میں اپنے قیام گاہ میدان شیخ محمود سے مسجد الحرام کی طرف جاتے تھے۔ بیت اللہ کے قریب پہنچ کر باب علی کے سامنے محمل کا معمولی غلاف اتار کر اس پر زریں غلاف ڈال دیا جاتا تھا۔ یہاں امیر محمل شامی بھی موجود رہتا تھا۔ اولاً وہ اپنے محمل کے اونٹ کی نکیل والی مکہ کو دیتا۔ والی مکہ محمل کے ساتھ پانچ مرتبہ گشت لگا کر اونٹ کی نکیل امیر شامی کے حوالے کر دیتا اس کے بعد سلطان کی سلامتی کی دعا مانگی جاتی۔ بینڈ قومی ترانہ گاتا اور حاضرین تین مرتبہ نوہائے مسرت بلند کرتے۔ اس کے بعد امیر محمل مصری کو اونٹ کی نکیل واپس کر دیتا تھا۔ باجا سلامتی کا گیت گاتا اور ایک بزرگ جسے شیخ سباطی کہتے تھے، حدیث مصر و شریف مکہ کے لئے دعائیہ خطبہ پڑھتا اور محفل برخواست ہو کر دونوں محمل اپنے قیام گاہوں کو واپس ہو جاتے تھے۔

مکہ سے مدینے:

عموماً آخر ذی الحجہ تک محمل مصری مکہ سے مدینہ منورہ روانہ ہو جاتا تھا۔ مکہ سے مدینے کو حسب ذیل چار راستے جاتے ہیں۔ موٹر کاریں مکہ سے سیدھی مدینے جاتیں۔ مکہ سے جدہ آ کر چند گھنٹے میں رابغ پہنچ جاتی ہیں اور یہاں سے بعض منزلوں کو چھوڑتی ہوئی طریق سلطانی یا کسی اور راستے سے مدینے داخل ہوتی ہیں:

(1) طریق خابر

(2) طریق سلطانی

(3) طریق فرعی

(4) طریق شرقی

طریقہ خابر ① ایک تنگ درہ میں ہو کر ایک بلند چٹان پر سے گزرتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ

نزدیکی راستہ ہے مگر عموماً قافلے اس راستے سے نہیں جاتے۔ ادھر سے جانا بڑے مضبوط آدمیوں کا

① خابر، ہلاک ہونے والا۔ آنے جانے والا۔

کام ہے۔ چٹان پر سے ایک ایک اونٹ گزرتا ہے۔۔ اس کے نیچے اس غضب کا غار ہے کہ اگر کوئی گر پڑے تو تحت اثرے کو پہنچ جائے۔ عموماً اہل مدینہ تنگی وقت میں شرکت حج کے لئے ادھر ہی سے جاتے ہیں۔ چار پانچ دن میں یہ راستہ طے ہو جاتا ہے۔ ادھر سے محمل مصری کبھی مدینے نہیں گیا۔ راہ میں معمولی منزلیں بھی ہیں۔ اب رہے باقی تین راستے۔ ان میں طریق سلطانی بہت اچھا سمجھا جاتا ہے۔ پہلے زمانے میں دوسرے راستوں کے مقابلے میں اس طرف لوٹ مار بھی بہت کم ہوا کرتی تھی۔ سرکاری عہدہ دار اور فوج عموماً اس رستے سے جاتی آتی تھی۔ سلطان ترکی نے اس راستے کو درست کرایا تھا اس وجہ سے اس کو طریق سلطانی یا درب سلطانی کہتے ہیں۔ محمل مصری کبھی اس راستے سے اور کبھی کسی دوسری راہ سے مدینے جاتا تھا۔ طریق سلطانی کی منزلیں حسب ذیل ہیں:

### محمل کی طریق سلطانی کی منزلیں:

#### (1) وادی فاطمہ:

یہ مقام مکے سے پانچ کوس ہے۔ بڑی زرخیز وادی ہے۔ یہاں ترکاریاں، خربوزے، تربوز، نیو، غلہ وغیرہ پیدا ہوتا ہے۔ میٹھا پانی بہ کثرت ہے۔ ایک چشمہ گنگنے پانی کا بھی یہاں پہاڑ سے نکلتا ہے۔ وادی فاطمہ کی مہندی بھی مشہور ہے۔ بعض لوگ اس وادی کو سیدہ فاطمہ زہرا یا حضرت علیؑ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے نام سے منسوب سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ یہ کوئی اور فاطمہ تھیں جن کے نام سے یہ مقام موسوم ہے۔

#### (2) عسفان:

یہاں پانی عمدہ ہے۔ ایک گہرا کنواں ہے جسے پیر عسفان کہتے ہیں۔ راستے میں گھاٹیاں بھی بہت ہیں جہاں ایک ایک اونٹ گزرتا ہے۔ اس منزل پر ضروری سامان مل جاتا ہے۔

#### (3) خلیص:

کئی گاؤں کے مجموعے کا نام خلیص ہے۔ یہاں کے سب سے بڑے بازار کو "سوق" کہتے

ہیں۔ یہ منزل ایک کھلے میدان میں واقع ہے۔ اس کے آس پاس کچھ باغ ہیں یہاں سبزیاں اور سامان خوردونوش سب ملتا ہے۔

#### (4) رابع:

بحر احمر کے ساحل پر یہ ایک گاؤں ہے۔ یہاں گڑ ہوں اور کنوؤں کا پانی استعمال ہوتا ہے۔ رابع میں ایک قلعہ بھی ہے۔ جہاں تھوڑی سی فوج رہتی ہے۔ یہاں کا چائے خانہ بہت بڑا ہے جس میں بہ کثرت چار پائیاں پڑی ہوئی ہیں۔ گوشت، مچھلی، ترکاریاں، بعض میوے اور شربت وغیرہ چیزیں ملتی ہیں۔ رابع میں دن کو گرمی اور رات کو سردی پڑتی ہے۔ جون کے مہینے میں مدینہ جاتے وقت یہاں رات کو مجھے بڑا موٹا کبیل اوڑھنا پڑا تھا۔ اُس وقت مجھے اپنا وہ شعر یاد آ رہا تھا:

چاروں طرف ہے جنگل چھایا ہوا ہے بادل

اوڑھے پڑا ہے کبیل مکے کا اک مسافر

یہاں دو بڑے گہرے پختہ کنویں ہیں جن میں بہ کثرت بیٹھا پانی ہے۔ دال، چاول گھی اور بعض دوسری ضروریات یہاں مل جاتی ہیں۔ جس وقت ہماری موٹر یہاں پہنچی تھی ایک عرب لڑکا لیموں فروخت کے لئے لایا تھا۔ گرمی کے دنوں میں یہ بڑی نعمت تھی۔ ایک ایک آنے میں ایک ایک لیموں خرید کر ہمارے ساتھیوں نے شربت بنایا۔ مجھے کھانسی تھی۔ میں خرید نہ سکا مگر اس بچے کو میں نے ایک چونی دی۔ وہ چار لیموں اٹھا کر مجھے دینے لگا۔ میں نے لیموں واپس کر دیئے اور اس سے کہا یہ بخشش ہے۔ وہ خوش ہو کر چلا گیا۔

#### (6) بیر الشیخ:

اس منزل میں ایک بڑا کنواں ہے۔ تھوڑی جھونپڑیاں بدویوں کی ہیں۔ خوردونوش کی بعض چیزیں مل جاتی ہیں۔ یہاں فاختہ بہ کثرت ہیں۔ مدینہ جاتے وقت ہم نے ان کی کئی ٹکڑیاں یہاں دیکھی تھیں۔

## (7) بیر حصانی:

یہ بھی بڑی منزل ہے۔ سامان خور و نوش مل جاتا ہے۔ ہم نے مدینے سے واپسی میں دورا تیں یہاں گزاری تھیں ایک عرب یہاں نئی کھجوریں بیچ رہا تھا۔ اول اس نے آواز لگائی تمرا لجد ید، تمرا لجد ید، پھر کہنے لگا طب لجد ید، طب لجد ید، اس کے بعد ہم کو متوجہ کر کے ہنس ہنس کے کہنے لگا کھجور لجد ید، کھجور لجد ید، یہ کھجوریں بڑے مزے کی تھیں۔ میں ضرورت سے زائد کھا گیا۔ جس کی وجہ سے مجھے صفر اہو گیا۔ یہاں ہمارے ساتھیوں نے ٹین کے ایک کنستریٹ میں کھجوری پکائی تھی۔ پکانا آتا نہ تھا۔ ٹین کا برتن، چانول اناپ سناپ، آئینچ زیادہ لگ گئی اور بالشت بالشت پھر نیچے کا حصہ جل گیا اس ریگستان میں وہ بھی غنیمت تھی۔ زمانہ حج میں ہمیشہ مجھے اس کی یاد آ جایا کرتی ہے اور میں کہا کرتا ہوں:

مزه کھجوری بیر حصانی بہ موسم حج یاد می آید ①

## (8) الحجر:

یہ بڑی منزل ہے۔ یہاں ٹیٹھے پانی کا چشمہ جاری ہے۔ نخلستان و باغ بہت ہیں۔ سبزیاں لیموں، نارنگی، کھیرے، تربوز وغیرہ یہاں کی پیداوار ہیں۔ مہندی بھی اچھی ہوتی ہے۔

## (9) جد یدہ:

اسے وادی خیف بھی کہتے ہیں یہاں کا پانی شیریں ہے۔ مصر کے مشہور عاشق رسول نعت گو شاعر حضرت عبدالرحیم برعی کا یہاں مزار ہے۔ ان کے نعتیہ قصیدے عرب میں بہت مشہور ہیں۔

## (10) بیر عباس:

یہاں ایک بڑا کنواں ہے۔ پانی بہ کثرت ہے۔ ایک ٹوٹا پھوٹا قلعہ بھی ہے۔ ضروریات مل جاتی ہیں۔

① یہی فقرہ اورنگ زیب عالمگیر کے ایک رقعے کا ہے جو اس نے اپنے لڑکے کو لکھا ہے جس میں وہ فرماتا ہے۔

فرزند سعادت توام، مزا کھجوری بریانی شامزستان یاد می آید۔

## (11) پیرورویش:

معمولی منزل ہے۔ پانی اچھا ہے۔ چائے خانہ ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں مل جاتی ہیں۔ گرمی کے موسم میں تربوز بھی آجاتے ہیں۔ کسی زمانے میں یہاں چورڈاکوؤں کا بڑا خوف رہتا تھا۔ اب اکیلا مسافر چادر تان کر سو سکتا ہے۔

## (12) آبار علی:

اس منزل کو پیر علی بھی کہتے ہیں۔ پیر کی جمع آبار ہے۔ یہاں کئی کنوئے میٹھے پانی کے ہیں۔ سبزیاں وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔ مدینہ یہاں سے تین منزل رہ جاتا ہے اور روضہ منورہ کا سبز گنبد نظر آنے لگتا ہے۔ شہنشاہ جمال محمدی یہاں اونٹوں پر سے اتر پڑتے ہیں۔ یہی وہ منزل ہے جس کی نسبت اس فقیر نے کہا ہے۔

اب یہ وقت آیا کہ اونٹوں پر ہوا رہنا حرام  
حاجیو اترو کہ روضہ جلوہ گر ہونے لگا

## (13) مدینہ منورہ:

## محمل کی طریق فرعی کی منزلیں:

فرع کے معنی شاخ کے ہیں۔ چونکہ رالیغ سے یہ راستہ شروع ہوتا ہے۔ اس وجہ سے طریق فرعی اس کا نام ہو گیا۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شتر بان اپنی سہولت کے خیال سے اور اپنے یا اپنے رشتہ داروں کے گاؤں میں ہو کر چلنے کی غرض سے بعض وقت مختلف منزلوں سے کترا کر کوئی نیا راستہ بھی اختیار کر لیتے ہیں اور وہ ایک منزل چلنے کے بعد پھر بڑی سڑک پر آجاتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں نئی نئی منزلیں راستے میں پڑ جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض سیاحوں کے سفر ناموں میں ان راستوں کی بعض منزلوں کے نام مختلف ہیں۔ لیکن عام منزلیں جو اس راستے میں پڑتی ہیں۔ ان کے نام ذیل میں درج ہیں۔

(1) رابغ سے وادی حرشان:

تنگ گھائی ہے۔ ایک ایک اونٹ گزرتا ہے۔

(2) بیر رضوان:

پانی بیٹھال جاتا ہے۔ چائے خانہ ہے۔

(3) ابو ضباع یا ام ضباع:

ایضاً

(4) الریاض۔ یا وادی ریاں:

عربوں کی آبادی اچھی ہے۔ درخت بھی بکثرت ہیں۔

(5) عذیر:

یہاں ایک بڑا تالاب ہے جو بارش کے پانی سے بھر جاتا ہے۔ اسے خم عذیر کہتے ہیں۔ یہ وہ منزل ہے جہاں حجۃ الوداع میں 18 ذیحجہ کو آنحضرتؐ نے مکے سے آتے وقت ایک خطبے میں ”من کنت مولاه فعلی مولاه“ فرمایا تھا یعنی جس کا میں مولاً ہوں اُس کے علی مولاً ہیں۔

(6) بیر الماشی:

معمولی منزل ہے پانی شیریں ہے۔

(7) ابار علی:

اسے بیر علی بھی کہتے ہیں۔ اس کی صراحت طریق سلطانی میں کی جا چکی ہے۔

(8) مدینہ منورہ:

محمل کی طریق شرقی کی مزلیں:

طریق شرقی بھی بڑا راستہ ہے۔ حاجیوں کے قافلے اس طرف سے بھی زیادہ آتے جاتے

ہیں۔ اونٹوں پر تیرہ چودہ دن میں مکے سے مدینے پہنچ جاتے ہیں۔ اس راہ کی منزلیں یہ ہیں۔

(1) مکے سے پیر البرود:

یہاں ایک بڑا کنواں ہے جس کا قطرہ 7 گز اور گہرائی 13 گز ہے۔ پانی بیٹھا ہے۔ اونٹوں پر مکے سے چھ گھنٹے میں پہنچتے ہیں۔ سامان خورد و نوش مل جاتا ہے۔

(2) وادی لیموں:

بازار ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں سبزیاں، لیموں، بیٹھے لیموں، نارنگیاں، خربوزے، تربوز وغیرہ ملتے ہیں۔ یہاں پانی کا ایک چشمہ ہے جو پہاڑوں سے نکل کر کھیتوں کو سیراب کرتا ہے۔

(3) خرمیہ:

یہ کڑی منزل اٹھارہ انیس گھنٹے چل کر یہاں پہنچتے ہیں۔ چائے خانہ ہے۔

(4) الحفائر:

حضرہ (گڑھا) کی جمع حفائر ہے۔ پانی شیریں ہے اور سطح زمین سے قریب ہے۔

(5) برکتہ سمرہ:

گرمیوں میں پانی نہیں ملتا۔ اور دنوں میں برسات کا پانی برکہ میں مل جاتا ہے۔

(6) برکتہ اسلم:

شیریں پانی بکثرت ہے۔

(7) الحبیط:

معمولی منزل ہے۔ چائے خانہ ہے۔

(8) سفینہ:

نخلستان ہے۔ بیٹھے پانی کے کنویں ہیں۔



## (9) السورجیہ:

یہاں بہت سے کنویں ہیں جن کے ذریعہ سے زراعت ہوتی ہے۔ حسینی سید یہاں آباد ہیں۔

## (10) الحجریہ:

پانی زمین سے بہت قریب ہے۔ پندرہ منٹ میں نکل سکتا ہے۔

## (11) غرابہ:

معمولی منزل ہے۔ زمین سے گزرو گز پر پانی موجود ہے۔

## (12) عذیریہ:

اس کی کیفیت طریق فرعی میں لکھی جا چکی ہے۔

## (13) سیدنا حمزہ:

مدینے سے ڈھائی میل پر مزار سیدنا حمزہ بمقام جبل احد واقع ہے۔ محل مصری عموماً یہاں ایک رات مکہ کریمہ صبح مدینے داخل ہوتا تھا۔

## (14) مدینہ منورہ:

منزل مقصود

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں محل مصری عموماً مذکورہ بالا تین راستوں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرتا تھا لیکن بعض اوقات مکے سے سیدنا حمزہ مدینے جانے کے بجائے وہ جدے چلا آتا تھا یہاں سے بحری رستے سے جہاز میں بندرگاہ مینوع دودن میں پہنچ جاتا تھا اور مینوع سے براہ خشکی مدینے داخل ہوتا تھا۔ چنانچہ 1320 ہجری 1321 ہجری میں محل مصری نے مکے سے جدے آ کر مینوع تک جہاز میں سفر کیا تھا پھر حسب ذیل منزلیں قطع کر کے مدینے پہنچا تھا۔

## (1) مینوع سے المہبیت:

بیت کے معنی رات گزارنے کا مقام۔ رین بسیرا۔

(2) پیر سعید:

یہاں دو کنویں ہیں۔ ضروری چیزیں مل جاتی ہیں۔

(3) الحمرا:

یہ منزل سرسبز و شاداب ہے۔ ایک چشمہ بہتا ہے۔ زراعت ہوتی ہے۔ سامان خورد و نوش گوشت، سبزیاں وغیرہ سب ملتا ہے۔

(4) پیر عباس:

طریق سلطانی میں اس کی مختصر کیفیت لکھی جا چکی ہے۔

(5) پیر درویش:

ایضاً ایضاً ایضاً

(6) مدینہ:

منزل مقصود

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عربوں کے گاؤں جلد بستے اور اجڑتے رہتے ہیں۔ یا تھوڑے سے الٹ پھیر سے راہ طے کرنے میں کبھی کوئی گاؤں راستے میں پڑتے ہیں اور کبھی کوئی۔ کبھی مختلف راستے اختیار کرنے سے بھی یہ صورت پیش آ جاتی ہے۔ مثلاً یہاں دو سیاحوں کے سفر ناموں سے ہم مینوع سے مدینہ تک کی منزلیں لکھتے ہیں:

برکھارٹ 1814ء	کیفیت	بزمانہ برٹن 1853ء	کیفیت
مینوع سے برکہ	برکہ حوض تالاب	(1) مینوع سے مساحل	
غاز علی	غاز۔ لڑنیوالا	(2) پیر سعید	کیفیت لکھی جا چکی ہے
بدر	نوٹ ملاحظہ ہو	(3) الحمرا	"

شعب الحال	شعب کے معنی وادی	(4) پیر عباس	"
القریش	معمولی منزل	(5) سویقہ	قدیم منزل ہے
وادی عقیق		(6) مدینہ	
مدینہ			

### مدینہ منورہ میں محمل مصری:

زمانہ قدیم سے یہ طریقہ رائج تھا کہ محمل مصری مزار حضرت امیر حمزہ پر جو مدینے سے ڈیڑھ کوس ہے، پہنچتا ہے۔ رات بھر وہاں قیام کرتا تھا اور دوسرے دن صبح مدینہ منورہ میں داخل ہوتا تھا۔ بعض امیر الحاج کبھی کبھی اس کے خلاف بھی عمل کرتے تھے اور مزار حضرت امیر حمزہ پر سلام پڑھتے ہوئے سیدھے مدینے پہنچ جاتے تھے۔ اہل مدینہ اور روضہ منورہ کے خدام و انغوات محمل کے آنے کی خبر سن کر مدینے سے باہر ایک کوس کے فاصلے پر اس کے استقبال کے لئے جایا کرتے تھے۔ محمل باب حمیدیہ سے جسے باب عنبریہ بھی کہتے ہیں، شہر میں داخل ہوا کرتا تھا۔ ہمراہیاں، ملازمین محمل اولاً خود زیارت حضور سرور کائنات سے مشرف ہوتے تھے۔ اس کے دو تین روز بعد محمل کا جلوس شہر میں نکال کر محمل کو مسجد نبوی میں پہنچایا جاتا تھا۔ تعظیم محمل میں اکیس توپوں کی سلامی دی جاتی تھی۔ محمل کو زریں غلاف اوڑھا کر آگے آگے امیر محمل اور امین الصرہ مصری و سلطانی فوج اور بینڈ باجے کے ساتھ بابا عنبریہ سے چل کر گشت کرتے ہوئے مناخہ کی جانب سے حرم تک جاتے تھے اور باب مصری کے قریب پہنچ کر اہل جلوس تعظیماً اپنی سواریوں سے اتر جاتے تھے۔ باب السلام پر جو حرم نبوی کے جنوب و غرب کی طرف ہے، شیخ الحرم اور والی مدینہ ان کا استقبال کرتے تھے۔ محمل کے اونٹ کی مہار والی مدینہ کے ہاتھ میں دی جاتی تھی اور اونٹ کو سیڑھیوں پر چڑھا کر باب السلام کے سامنے والے چبوترے پر بٹھا دیا جاتا تھا۔ یہاں محمل کو اونٹ پر سے کھول کر ہاتھوں ہاتھ مسجد نبوی میں پہنچاتے تھے اور منبر نبوی کے غربی جانب جنابہ سیدہ فاطمہ الہرا کے مزار سے متصل رکھ دیتے تھے۔ اس کے بعد محمل کی فوج کا سپہ سالار امیر الحاج امین الصرہ اور دوسرے عہدہ دار محمل کے گرد

بیٹھ جاتے اور یہ سب لوگ روضہ منورہ کے خادموں کا سالباں پہن کر یعنی سفید عمامے اور سفید پٹکے باندھے، سفید عبائیں پہنے حضور سرور عالم کے خادموں کی شکل بنا کر سبز جالی میں داخل ہونے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ محل کے زریں غلاف کے مختلف حصے جو لوگوں سے جڑے رہتے تھے ان کو علیحدہ کر کے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔ اس کے بعد آگے آگے امیر الحاج اور سپہ سالار محل کا علم اٹھائے امیر الصرہ اور دوسرے عہدہ دار غلاف محل کا ایک ایک ٹکڑا ہاتھوں میں پکڑے بغرض حصول سعادت و برکت شمالی جانب سے صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہوئے جالی مبارک کے اندر داخل ہوتے تھے۔ باہر آنے کے بعد غلاف محل کی اجزاء کو تہہ کر دیا جاتا تھا اور محل اس کی جگہ رکھا رہتا تھا۔ اہل مدینہ حجاج وہاں اس کی زیارت کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ محل کی مدینے سے روانگی کا دن آ جاتا تھا اور پھر ایک جلوس کے ساتھ محل رخصت ہو جاتا تھا۔

### مدینے سے محل کی واپسی:

مدینے سے قاہرہ کو روانگی سے قبل محل مصری مسجد نبوی سے مصری حاجیوں کی قیام گاہ پر جو رباط محمد علی <sup>⑩</sup> اور اس کے گرد نواح کے مقام پر ہوتی تھی، پہنچا دیا جاتا تھا اور اس کا زریں غلاف اس پر ڈال دیا جاتا تھا۔ یہاں رات بھر اس کی زیارت کے لئے لوگ آتے جاتے رہتے تھے۔ مولود خوانی و قرأت خوانی ہوتی رہتی تھی اور چائے و شربت کا دور چلتا رہتا تھا۔ اس کے بعد صبح کو محل روانہ ہو جاتا تھا۔

### مدینے سے قاہرہ تک محل کی منزلیں:

مدینے سے واپسی میں بھی راستے کے امن اور سہولت کے اعتبار سے منزلیں طے کی جاتی تھیں اور جدھر قتل و غارت کا اندیشہ ہوتا ادھر سے کترا کر پر امن راستہ اختیار کیا جاتا تھا۔ مثلاً 1318 ہجری میں محل مصری کی حسب ذیل راستے سے واپسی ہوئی تھی:

⑩ مدینہ منورہ میں رباط محمد علی پاشا بڑی عظیم الشان عمارت ہے۔ اسے تکیہ محمد علی بھی کہتے ہیں۔ اس میں علاوہ مصری حاجیوں کے غرباد مساکین بھی رہتے ہیں۔ یہاں روزانہ غریبوں کو کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ مدینے کے محتاجوں کے لئے یہی بڑا سہارا ہے۔

## بیر عثمان:

مدینے سے پانچ میل ہے۔ اس کو بیر رومہ بھی کہتے ہیں۔ سنگین پختہ بنا ہوا ہے۔ اس کا قطر 4 گز گہرائی 12 گز ہے۔ پانی نہایت میٹھا ہے۔ مدینے والوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی۔ آنحضرتؐ کے ایما پر حضرت عثمانؓ نے ایک یہودی سے اس کنوے کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔

## النطیعنی:

یہاں درخت بکثرت ہیں۔ دو کنوئیں ہیں۔

## الملائج:

یہاں درخت بہ کثرت ہیں۔ میٹھے پانی کے پانچ کنوئیں ہیں۔ جب بارش نہیں ہوتی تو ان کا پانی کھاری ہو جاتا ہے۔ بعض کنوؤں کی گہرائی دو گز ہے۔

## قصر عبلہ:

اس کو شجہ بھی کہتے ہیں۔ زمین قابل زراعت ہے۔ حظل کے درخت بکثرت ہیں، جلانے کی ترکی اور ضروری چیزیں مل جاتی ہیں۔

## آبار الحلو:

معمولی منزل ہے۔ میٹھے پانی کے کنوئیں ہیں۔ مگر عدم استعمال کی وجہ سے پانی بد مزہ ہے۔

## الحفائر:

حفرہ کے معنی گڑھے کے ہیں۔ حفرہ کی جمع حفائر ہے۔ یہاں بارہ کنوئیں ہیں جن کے پگھٹ پھر کے ہیں۔ تین چار گز گہرائی ہے۔ بعض کا پانی کھاری ہے۔ لکڑی بہ کثرت ہے۔

## الفقیر:

یہاں دوم کے درخت بہت ہیں، ان میں ایک قسم کا پھل لگتا ہے جسے حاجی کھاتے ہیں۔ چار کنویں ہیں جن کا پانی کھارا ہے۔

العقلہ:

یہاں ایک قسم کے کانٹے بہت ہیں جو جسم میں چھدنے کے بعد بڑی تکلیف سے نکلتے ہیں۔ پانی کھاری اور ناقابل استعمال ہے۔

الناضوع یا المطر:

یہاں بدوی بہت آباد ہیں جو بھیڑ بکری پالتے ہیں۔ دودھ وہی یہاں ملتا ہے۔

الحفر تلمہ:

پانی لکڑی ملتی ہے۔ تین کنویں ہیں۔ بازار بڑا ہے۔ خور و نوش کا سامان بھی مل جاتا ہے۔

الوجهہ:

یہاں کھجور کے درخت بہ کثرت ہیں۔ بازار ہے۔ محتاج ملتے ہیں۔ پانی اچھا ہے۔ فوج کے سو پچاس سپاہی بھی رہتے ہیں۔ بحر احمر کے مشرقی کنارے پر آباد ہے۔ ڈیڑھ سو مکان ایک منزلہ دو منزلہ ہیں۔

طور:

مصر کا علاقہ ہے۔ کوئی پانچ سو آدمیوں کی آبادی ہے جن میں کچھ عیسائی بھی ہیں۔ یہاں حضرت موسیٰ و شعیب کے زمانے کی بعض زیارت گاہیں بھی ہیں۔ تین مسجدیں ہیں۔ آٹھ کنویں ہیں جن میں بارش کا پانی محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ یہاں گز گز بھر کی مچھلی دودھ آنے کو آتی ہے۔ غلہ مہنگا ہے۔ ایک مکتب بھی ہے۔ محل کی آمد پر یہاں ایک جلسہ ہوا کرتا تھا جس میں عیسائی پادری بھی مع اپنے طالب علموں کے شریک ہوا کرتے تھے اور اظہار مسرت کے لئے پادری لوگ بھی تقریریں کیا کرتے تھے۔

سویز:

محل کی واپسی میں یہاں بھی جلسہ ہوا کرتا تھا۔ یہاں سے محل ریل میں قاہرہ روانہ ہو جاتا تھا۔

قاہرہ:

20-21 ہجری میں مدینے سے محل مصری حسب ذیل راستے سے قاہرہ واپس ہوا تھا۔

نمبر شمار	منزل	کیفیت
1	مدینہ سے ذی الحلیفہ	
2	بیر علی	
3	بیر درویش	براہتہ خشکی اونٹوں پر
4	بیر عباس	
5	الحمر	
6	بیر سعید	
7	السجلی	
8	بیر منج البحر	
9	طور	براہتہ بحری جہاز میں
10	سوز	
11	بوز سے قاہرہ	براہتہ خشکی ریل میں

## باب 23

## محمل کی واپسی پر قاہرہ میں جلوس

چونکہ محمل مصری کے ساتھ مصر کے حاجی بھی جایا کرتے تھے اس لئے محمل کی واپسی پر قاہرہ میں بڑی خوشی منائی جاتی تھی۔ قاہرہ پہنچ کر محمل شہر کے باہر مقام حسوہ میں ٹھہر جاتا تھا اور محمل کے ملازموں اور حاجیوں کے رشتہ دار اپنے اپنے عزیزوں کو لینے کے لئے حسوہ تک جایا کرتے تھے۔ بعض لوگ پھولوں کے ہار، شربت، میوے، مٹھائیاں اور باجہ بھی اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے اور حج سے صحیح سلامت واپس آنے والوں کو پھول پہنا کر اور کھانے پینے سے ان کی تواضع کر کے باجہ بجاتے اپنے گھر لاتے تھے۔ جو لوگ سفر حجاز میں وفات پا جاتے تھے ان کے رشتہ دار قافلے والوں سے ان کے مرنے کی خبر سن کر روتے پٹتے گھروں کو واپس ہوتے تھے۔ اس موقع پر سرکاری طور پر بھی ایک عام خوشی کا اظہار کیا جاتا تھا۔ خدیو اسماعیل پاشا<sup>①</sup> کے آخر زمانے میں جب محمل خشکی کے راستے سے جاتا تھا تو اس کی واپسی پر اور بھی زیادہ مسرت کرتے تھے۔ بعض لوگ اپنے عزیز واقارب کے استقبال کے لئے ایک ایک دو دو منزل تک نکل جاتے تھے۔ بعض لوگ حاجیوں کو سیراب کرنے کے لئے جو طرح طرح کے خراب پانی پینے چلے آتے تھے بڑے بڑے حوضوں میں شربت بھر دیتے تھے۔ جسے تین تین دن تک حاجی اور دوسرے آدمی پیتے رہتے تھے۔

1250 ہجری کے جلوس واپسی محمل کا سماں ولیم لین نے اپنی کتاب ”ماڈرن اسبج شیئرز“ میں

اس طرح دکھایا ہے:

① خدیو ۱۲۷۹ ہجری سے ۱۲۹۶ ہجری تک مصر پر حکمران رہا۔



”سورج نکلنے کے آدھ گھنٹے بعد محل کا جلوس باب النصر سے شہر میں داخل ہوا۔ محل کے آگے آگے پیدل فوج باقاعدہ کا ایک دستہ تھا۔ اس کے پیچھے محل آیا۔ پھر وہ عجیب قوی ہیکل سیاہ قام شخص جس کو شیخ الجمل (اونٹ والا شیخ) کہتے ہیں، نکلا۔ یہ صرف ایک پاجامہ پہنے ہوئے اونٹ پر سوار تھا اور ہر وقت اپنا سر ہلاتا رہتا تھا۔ گزشتہ کئی سال سے یہ شخص محل کے ساتھ مکے جاتا آتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ رستے بھر سر ہلاتا ہی چلتا ہے۔ سرکار سے اس کو دو اونٹ اور سفری اخراجات ملتے ہیں۔ چند سال قبل ایک بوڑھی عورت بھی محل کے ساتھ جایا آیا کرتی تھی۔ اس کو ام القطات یعنی بلیوں کی ماں کہتے تھے۔ اس کے ساتھ ہمیشہ پانچ چھ بلیاں بھی اونٹ پر بیٹھی رہتی تھیں۔ شیخ الجمل کے پیچھے ترک سواروں کا ایک رسالہ اور پھر کوئی بیس اونٹ جن پر سرخ و سبز خوشنما کپڑوں کے زین تھے، نکلے۔ ہر اونٹ کے زین کو جھنڈیوں اور شتر مرغ کے پروں سے سجایا گیا تھا۔ اونٹوں کے گلے میں کوڑیوں کے ہار بھی پڑے تھے۔ اس کے بعد کچھ بدوی نکلے۔ ابھی رملہ تک جو قلعے کے سامنے بڑا میدان ہے محل کے پہنچنے میں کوئی پون گھنٹہ باقی تھا۔ اس وقت بڑی کوشش اور گھس پیٹھ کے بعد محل کے پاس میں پہنچ گیا اور اس کو تین مرتبہ چھو چھو کر میں نے اپنا ہاتھ چوما۔ پھر محل کی جھالر پکڑ کے اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ محل کا محافظ جو پیچھے چل رہا تھا اس نے اول تو مجھے بری طرح گھورا، پھر درود پڑھتے ہوئے چلنے کے لئے مجھ سے کہا۔ واللہ علم میرے اچھے کپڑوں کو دیکھ کر یا صلوات پڑھنے کی وجہ سے اس نے وہاں سے مجھے ہٹایا نہیں اور میں محل کی جھالر پکڑے ہوئے چلتا رہا۔ ورنہ وہ دوسرے شخصوں کو صرف ایک مرتبہ محل چھو لینے دیتا تھا۔ غرض کہ میں رملہ تک اسی طرح چلتا رہا۔ جب میں نے اپنے ایک مسلمان دوست سے اس کا ذکر کیا تو اس کو بڑا تعجب ہوا اور وہ مجھ سے کہنے لگا کہ آج تک میں نے نہیں سنا کہ کسی شخص کو ایسا موقع نصیب ہوا ہو تم پر خدا کا فضل اور پیغمبر صاحب کی بڑی مہربانی ہے۔ اس کے بعد اس نے مجھے نصیحت کی کہ

اس کا ذکر کسی سے نہ کرو ورنہ لوگ تم سے حسد کرنے لگیں گے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ محمل کی اس قدر تعظیم کیوں کی جاتی ہے۔ بہت سے لوگ اس کو بڑے جوش کے ساتھ چھو رہے تھے۔ ایک سپاہی جب محمل کے قریب گیا تو اس نے محمل کو مخاطب کر کے یہ الفاظ کہے۔ ”اے میرے مالک تو نے مجھے حج سے محروم رکھا۔“<sup>①</sup> جن سڑکوں پر سے محمل گزرتا تھا وہ تماشاخیوں سے کھچا کھچا بھری ہوئی تھیں۔ تمام دکانیں بند تھیں اور ان کے چبوترے پر لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ کل ایک گھنٹے میں محمل رمیلہ پہنچا۔ اس میدان کو طے کرنے کے بعد جب محمل قرا میدان میں داخل ہوا تو قلعہ سے بارہ توپوں کی سلامی دی گئی۔ پھر قلعہ کے شمالی دروازے کی طرف سے جسے باب الوزیر کہتے ہیں محمل واپس ہوا۔

ایک عجیب رسم جو اس موقع پر اور جلوں غلاف کعبہ و جلوں روانگی محمل کے موقع پر دیکھنے میں آئی وہ یہ تھی کہ بہت سے لڑکے غول بنا بنا کر شہر میں پھرتے ہیں۔ سب کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ایک چمڑی ہوتی ہے جسے نوک سے لیکر آدھی دور تک دو تین شاخوں میں چیر دیتے ہیں اس کو مقررہ (چابک) کہتے ہیں۔ جب کوئی یہودی یا عیسائی ان کو ملتا ہے تو وہ اس کو پکڑ کر کہتے ہیں ”ہات العادہ“ یعنی حسب عادت نذرانہ لا۔ جو شخص اس نذرانے کے دینے سے جس کی مقدار چار پانچ پیسے یا زیادہ سے زیادہ دس پیسے ہوتے ہیں، انکار کرتا ہے تو لڑکے اس کو تچی سے شپاشپ جھوڑنا شروع کرتے ہیں۔ محمل شہر میں گشت کرتا ہوا مسجد حسین کو جاتا ہے وہاں اس میں سے قرآن جو جاتے وقت محمل کی چھت میں لٹکا دیتے ہیں اور واپسی میں اس کے اندر رکھ دیتے ہیں، نکال کر مسجد میں رکھ دیئے جاتے ہیں۔ ادنیٰ طبقے کے بہت سے عورت مرد اس کی زیارت کے لئے وہاں جاتے ہیں اور اس کو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔“

① تبرکات کی اس قسم کی تعظیم جاہل کیا کرتے ہیں جو قابل اعتبار نہیں ہے۔ بیت المقدس میں حضرت عیسیٰ کے آثار و تبرکات کے ساتھ عیسائیوں کی خوش اعتقادی اس سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے۔ صلیب عیسیٰ تو دینی دودینی تمام حاجوں کو پورا کرنے والی خیال کی جاتی ہے۔

## باب 24

## محمل کی تعظیم

محمل مصری کی جس قسم کی تعظیم کی جاتی تھی اس کے اعتبار سے ہم اس تعظیم کو تین قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(الف) سیاسی تعظیم

(ب) صفائی تعظیم

(ج) ذاتی تعظیم

ہر زمانہ میں شاہی فرامین، شاہی عطیات اور شاہی علم کی تعظیم بطور خاص کی جاتی رہی ہے۔ شاہی فرمان کو سر پر رکھا جاتا تھا۔ آنکھوں سے لگایا جاتا تھا اور فرمان کے ہر فقرے پر آداب بجالایا جاتا تھا۔ جس بہادر کو بادشاہ تلوار عنایت کرتا اول وہ اس کو اپنے گلے میں لٹکاتا، اس کے بعد کمر سے باندھتا تھا۔ جس امیر کو زین و اسپ عنایت ہوتی، وہ پہلے زین کو اپنے سر پر رکھتا۔ پھر کمر پر رکھتا اس کے بعد گھوڑے پر کستا تھا۔ اسی طرح شاہی علم و پرچم کی تعظیم سلامی اتار کر یا اس کے سامنے گردن جھکا کر کی جاتی ہے۔

چونکہ محمل اور فوج محافظ محمل کا علم دونوں ملکر قافلہ حجاج کے تبرک علم کا کام دیتے تھے اور محمل مصری سلطنت مصر کے لشکر کا زبردست نشان تصور کیا جاتا تھا اس لئے جس جس شہر و قریہ سے محمل گزرتا، جہاز ریل، اسٹیشن جھنڈیوں سے سجائے جاتے۔ شہر آراستہ ہوتا، جلسے کئے جاتے۔ آمد و

رفت کے وقت تو پوپ کی سلامی دی جاتی۔ یہ تعظیم دراصل اس سلطنت کی تعظیم ہوا کرتی تھی جہاں سے حمل آتا تھا اور اس لحاظ سے ہم حمل کی اس تعظیم کو ”سیاسی تعظیم“ کہتے ہیں۔ سلاطین مصر نے حمل کو اپنی سلطنت کا شعار یا ایسا زبردست نشان قرار دے دیا تھا کہ علاقہ مصر کے جن شہروں سے ہو کر حمل گزرتا تھا وہاں کے حکام کو حمل کے اونٹ کے موزون کو بوسہ دینا واجب تھا۔ یہاں تک کہ امرائے مکہ بھی استقبال کے وقت اس کو چومتے تھے۔ مدت دراز تک یہ طریقہ جاری رہا۔ آخر 848 ہجری میں سلطان قہمق نے اسے موقوف کیا۔

حاجیوں اور زائرؤں کو شیشین تک پہنچانے جانا، وقت رخصت ہار پھول پہنانا، دست بوسی کرنا ایک تعظیم ہے جو اس خیال سے کی جاتی ہے کہ یہ لوگ ایک مذہبی سفر پر جا رہے ہیں اور خدا اور رسول کے دربار میں ان کو حاضری کا شرف حاصل ہونے والا ہے۔ ممکن ہے کہ مصری حاجیوں کے ساتھ حمل مصری کی عظمت کا خیال بھی لوگوں کے دل میں پیدا ہو گیا ہو۔ حج و زیارت کے بعد واپس آنے پر حاجیوں کی تعظیم اس خیال پر مبنی ہوتی ہے کہ یہ لوگ مقامات مقدسہ کے مشاہدہ سے مستفید ہو کر اور وہاں کی مبارک آب و ہوا سے متاثر ہو کر واپس آئے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ مقامات مقدسہ کی پیداوار و صنعت کے علاوہ دوسری جگہ کی پیداوار و مصنوعات بھی وہاں پہنچ کر تبرک بن جاتی ہے۔ غلاف کعبہ اگرچہ مصر کی ساخت ہوتا تھا مگر اس شعر کا مصداق ہو جاتا تھا:

باعزیزے نشست روزے چند

لا جرم ہچواد گرامی شد

حاجیوں کے کفن انگلستان کی ساخت کے ہوتے ہیں مگر آب زمزم میں بھیگ کر یا حضرت امام حسین علیہ السلام کی ضریح مبارک سے مس ہو جانے کے بعد تبرک ہو جاتے ہیں۔ یہی کیفیت تسبیحوں کی ہے جو اگرچہ مختلف ملکوں کی بنی ہوئی ہوتی ہیں مگر مکہ معظمہ و کربلائے معلیٰ ہو آنے کے بعد تبرک بن جاتی ہیں۔ سفر حجاز کے بعد حمل مصری کا تبرک خیال کیا جانا حیرت ناک نہ تھا۔ مکہ میں وہ بیت اللہ کے ایک دLAN میں رکھا جاتا تھا۔ مدینہ منورہ میں اس کو مسجد نبوی میں جگہ دی جاتی تھی۔ حمل

کے غلاف کے مختلف اجزاء روضہ شریف کے اندر جالی مبارک سے مس ہوتے تھے۔ اس لحاظ سے محل کی واپسی کے وقت اس کی جو تعظیم کی جاتی وہ اس کے وصف اصنافی کی وجہ سے کی جاتی تھی اور اس کو صفائی تعظیم کہہ سکتے ہیں۔

حیرت کے قابل محل کی وہ تعظیم تھی جو سفر حجاز سے قبل قیام حجاز میں اور واپسی پر ہوتی تھی اور جس کی وجہ سے یہ محل شریف کہلانے لگا تھا۔ قاہرہ میں جلوس روانگی کے وقت حدیو مصر محل کے اونٹ کی مہار کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ عوام محل کے گرد سات بار گھومتے تھے۔ اہل مصر محل سے مس ہونے کے لئے اپنے کپڑے دوپٹے اور شالیں کوٹھیوں پر سے لٹکاتے تھے۔ سٹیشن عباسیہ پر محل بغرض زیارت رکھ دیا جاتا تھا۔ قاہرہ سے سویز تک عورتیں اپنے شیر خوار بچوں کو محل سے مس ہونے کے لئے لاتی تھیں۔ محل کے ملازمین بھی کچھ نذر لیکر بچوں کو گود میں اٹھاتے اور محل سے ان کا ہاتھ لگا دیتے تھے۔ مختلف طبقے کے لوگ محل کو چھو کر اپنا ہاتھ منہ پر پھیرا کرتے تھے۔ مکہ معظمہ میں جب محل باب السلام کے نزدیک دلان میں رکھ دیا جاتا تھا تو مختلف ملکوں کے خوش عقیدہ مسلمان اس پر نذر نیاز چڑھاتے تھے۔ عرضیاں لٹکاتے تھے اور منٹیں مرادیں مانتے تھے۔ مصر واپس آنے پر بعض جاہل مصری محل کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے:

”اے میرے آقا تو مجھے اپنے ساتھ حج کے لئے نہیں لے گیا۔“

محل کی اس تعظیم کو ہم ذاتی تعظیم کہتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کی ابتدا شاید اس طرح ہوئی ہو کہ اولاً محل کے غلاف کو جس پر آیت الکرسی وغیرہ آیات قرآنی یا نقشہ بیت اللہ کڑھا رہتا تھا، لوگ چھو کر ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیتے ہوں گے۔ رفتہ رفتہ محل کا ہر جز تبرک ہو گیا اور لوگ اسے چھو چھو کر منہ پر ہاتھ پھیرنے لگے اور بتدریج جب اس کی تعظیم انتہائی درجہ پر پہنچ گئی تو عوام الناس اس کو اپنا حاجت روا تصور کرنے لگے۔ اس قسم کی ازلام و انصاب پرستی کی مثالیں اسلامی دنیا میں بہت ہیں۔ اس موقع پر ان کا ذکر کرنا مسلمانوں کو ناگوار گزرے گا۔

## باب 25

## محمل کے حادثات

اگرچہ حجاز کی بد امنی، راستوں کی بد انتظامی اور بحری سفر کی دشواریوں سے زمانہ قدیم میں محمل کا منزل مقصود تک پہنچنا مشکل تھا تاہم تاریخ میں حوادث محمل کی چند ہی مثالیں پائی جاتی ہیں جن کا مختصر ذکر یہاں کیا جاتا ہے:

## محمل مصری کی غرقابی:

مصر سے غلاف کعبہ تو چوتھی پانچویں صدی میں بھی بحری راستے سے جایا کرتا تھا لیکن محمل مصری پہلے پہل 951 ہجری میں براستہ سویز جدہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچا تھا۔ 961 ہجری میں طوفان و تموح کی وجہ سے نصف محمل غرق دریا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد 962 ہجری اور 963 ہجری کے دونوں محمل بھی دریا میں ڈوب گئے تھے۔

## محمل مصری کا نذر آتش ہونا:

محرم 1218 ہجری میں حاکم نجد امیر سعود ابن عبدالعزیز نے مکہ معظمہ پر قبضہ کر کے سلطان سلیم فرمانروائے ترکی کو یہ لکھا تھا کہ آپ دمشق و قاہرہ کے والیوں کو ہدایت کر دیجئے کہ وہ حاجیوں کے ساتھ محمل نہ بھیجا کریں۔ 1219 ہجری یونہی گزر گیا اور محمل لانے والوں نے پچھ خیال نہ کیا۔ 1220 ہجری میں حج کے موقع پر امیر سعود نے سختی کے ساتھ باجے کی روک تھام کی۔ محمل شامی کا

امیر بجائے اس کے کہ باجا موقوف کر دیتا، حج سے ہی دست بردار ہو گیا اور بغیر حج کئے اپنا محمل لیکر واپس چلا گیا۔ مگر مصری محمل نجدیوں کے ہاتھ لگ گیا اور انہوں نے اس فتویٰ پر اس کو جلا دیا کہ:

”ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کی سزا آگ ہے۔“

شریف مکہ حسین کی بیجا فرمائش پر محمل کی واپسی:

اگرچہ ہمیشہ محمل مصری کے ساتھ ایک طبیب، لیڈی ڈاکٹر اور کمپونڈر وغیرہ رہا کرتے تھے مگر 1341 ہجری میں اتفاقاً محمل مصری کے ساتھ چار طبیب بغرض ادائیگی فریضہ حج روانہ ہوئے تھے اور محمل جدہ تک پہنچ چکا تھا۔ شریف نے طبیبوں کی موجودگی اپنے سیاسی مصالح کے خلاف تصور کر کے حکومت مصر سے ان کو واپس طلب کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس نے اپنے حاجیوں کو غیر محفوظ حالت میں چھوڑ دینا اور طبیبوں کو حج سے محروم کر دینا مناسب خیال نہ کیا۔ شریف اپنی بات پر اڑا رہا، آخر محمل مصری معہ غلاف کعبہ اور ہمراہیوں کے جدے سے واپس ہو گیا اس کے بعد شریف کی حکومت بھی حجاز پر نہ رہی۔

اہل نجد اور ہمراہیان محمل مصری کا تصادم:

محمل مصری کا آخری حادثہ یہ تھا کہ 1344 ہجری میں بزمانہ سلطان ابن سعود، محمل مصری حسب دستور باجے گاجوں کے ساتھ حرم میں داخل ہوا اور عرفات جاتے وقت کسی پر جوش نجدی نے اسے کھیل تماشا تصور کر کے اس کے اونٹ کے پاؤں میں گولی مار دی۔ مصری فوج نے اس کا جواب مشین گن سے دیا۔ کوئی پچیس نجدی مارے گئے مگر سلطان کے غیر معمولی تحمل اور مہمان نوازی نے اس فساد کو بڑھنے نہ دیا۔ یہ آخری محمل تھا جو مصر سے حجاز گیا تھا۔ اس کے بعد سلطان ابن سعود کی یہ شرط کہ اس کے ساتھ باجانہ آئے حکومت مصر نے قبول نہ کی اور یکا یک یکم ذیحجہ 1345 ہجری کو اطلاع دے دی گئی کہ آئندہ غلاف کعبہ و محمل روانہ نہیں کیا جائیگا۔ چنانچہ اس وقت سے محمل کا آنا موقوف ہے۔

## باب 26

## مختلف ممالک کے محمل

## عراقی محمل:

عہد عباسی میں تو عراق نے کسی محمل کی آمد کا پتہ نہیں لگتا۔ البتہ سلطنت بغداد کی تباہی کے بعد غالباً اہل مصر کی دیکھا دیکھی بغداد والے بھی محمل لانے لگے تھے۔ جس زمانے میں عراق میں تاتاری مسلمانوں کی حکومت تھی یہاں کا محمل سب سے بڑا ہوتا تھا۔ سلطان عراق ابو سعید بہادر خاں جس کا عہد حکومت 716 ہجری سے 736 ہجری تک ہے، عراق کے حاجیوں پر بڑی مہربانی کیا کرتا تھا اور محمل کو حریر سے منڈھ کر انواع و اقسام کے رز و جواہر یا قوت سے مرصع بناتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی قیمت دو لاکھ پچاس ہزار دینار سرخ (اشرفی) یعنی ایک لاکھ پچیس ہزار گنی تک پہنچ گئی تھی۔ مراۃ الحرمین ابر کہاٹ کہتا ہے کہ 730 ہجری میں عراقی قافلہ ایک ہاتھی کے اوپر محمل لایا تھا۔ کیا عجب ہے کہ یہ محمل سلطان ابو سعید خاں بن حذا بندہ ہی کا ہو۔

631 ہجری میں عراقی قافلے اور عربوں میں پانی پر جھگڑا ہوا تھا اور عراقی قافلہ وقت کم ہونے کے سبب حج میں شریک نہ ہو سکا۔ 633 ہجری سے 636 ہجری تک اور پھر 639 ہجری میں اہل عراق تاتاریوں کے فساد کی وجہ سے حج کے لئے نہیں آسکے تھے۔ غرضیکہ عراقی محمل پابندی کے ساتھ نہیں آتا تھا اور آخر نوں صدی ہجری میں عراق سے محمل کا آنا بالکل موقوف ہی ہو گیا۔

## محمل یمینی:

تقی الدین فاسی کہتا ہے کہ خلافت بغداد کے خاتمے کے بعد سب سے پہلے 659 ہجری میں ملک مظفر یوسف اول بن عمر بادشاہ یمین نے (جس کی سلطنت 647 ہجری سے 694 ہجرت تک



رہی) غلاف کعبہ بھیجا تھا اور اس کے بعد بھی کئی سال تک وہ مصر کے غلاف کے ساتھ غلاف بھیجتا رہا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ اسی کا غلاف آیا مگر اس وقت تک یمن سے کسی حمل کی آمد کا پتہ نہیں ملتا۔  
(شفاء العزام)

بعض دوسرے مورخوں کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ 960 ہجری میں یمن سے پہلا حمل آیا تھا۔ اہل یمن زیادہ تر بحری رستے سے حج کو آیا کرتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ حجاز کے عرب اُس پر بڑا ظلم کیا کرتے تھے اور ہراونٹ پر چاہے اس پر حاجی بیٹھا ہو یا مال تجارت لدھا ہو، ایک سو درہم محصول لیا کرتے تھے۔ یہ حالت مصطفیٰ پاشا ترکی والی یمن کے زمانے تک رہی۔ آخر اس نے عرب لٹیروں کو منتشر کر دیا اسی وجہ سے اس کا نام نشاء مشہور ہو گیا تھا۔ 949 ہجری میں یمن کے حاجیوں کا راستہ کھل گیا اس کے ساتھ امیر حج اور فوج آیا کرتی تھی۔ 960 ہجری یا 963 ہجری میں مصطفیٰ پاشا نے یمنی حمل کی تیاری کے لئے سلطان ترکی سے عرض کیا اور اس کی اجازت مل گئی اور اس وقت سے 1049 ہجری تک حمل آتا رہا۔ اس کے بعد فتنہ و فساد کی وجہ سے آنا موقوف ہو گیا۔ یمن کا آخری حمل خاندان رشیدیہ کے دوسرے فرمانروا الموید باللہ محمد نے 1049 ہجری میں بھیجا تھا۔ اس کی حکومت سلطان ترکی کی زیر قیادت 1029 ہجری سے 1054 ہجری تک رہی ①

### نجدی حمل:

چونکہ حمل کا مناسک حج سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے وہابی اس کو محض فضول اور ایک نمائشی چیز سمجھتے ہیں۔ بعض جوشیلے وہابی اس کو سختی بھی تصور کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان سے توقع نہیں ہو سکتی کہ وہابی مذہب کے ظہور کے بعد کوئی حمل نجد سے آیا ہو۔ اس سے قبل بھی اہل نجد کے حمل کا پتہ تاریخوں میں نہیں ملتا۔ اب رہا عورتوں کے بیٹھنے کا حمل یا کجاہ۔ ایسا حمل تو بقول تحفہ لیلیٰ مجنوں کے زمانے سے نجد میں رائج ہے جس کا ذکر عربی شاعروں کی زبان سے نکل کر صحرائے

① اس بادشاہ نے یہ طریقہ اختیار کر لیا تھا اور اس کے خاندان کے افراد امام صنعا کے لقب سے ترکی کے زیر اثر رہ کر یمن پر حکومت کرتے رہے۔

نجد کو طے کرتا ہوا ایران سے ہو کر ہندوستان تک پہنچ گیا ہے۔ جیسا کہ کوئی صاحب فرماتے ہیں:

بگو لے اٹھ رہے ہیں نجد کے بن میں ہے سناٹا

نہ ناقہ ہے، نہ مجنوں ہے، نہ لیلیٰ ہے نہ محمل ہے

محمد تنبونی رحلتہ الحجازیہ میں محمل نجدی کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

”اب بھی ہم کو محمل امین الرشید، محمل ابن سعود اور محمل ابن دنیار نظر آتے ہیں۔ یہ سب

اونٹ ہیں جو ان کے خزانے یعنی مصارف حرمین کو ایک معمولی سبز بانات منڈھے ہوئے

محمل میں رکھ کر حرمین تک لاتے ہیں۔“

ممکن ہے کہ سلطان ابن سعود نے قبل فتح حجاز مصارف حرمین کے لئے روپیہ کسی محمل میں رکھ کر بھیجا

ہو یا نجد کے دوسرے امراء رشید ابن دنیار نے بھی ایسا ہی کیا ہو مگر جن معنوں میں لفظ محمل ہماری اس کتاب

میں استعمال ہوا ہے اس کے لحاظ سے وہ محمل کی تعریف میں نہیں آسکتا۔ وہ محض ایک کجادہ ہوگا جس میں

قافلہ نجد کے مصارف حرمین رکھ کر لائے جاتے ہوں گے۔ نہ اس کو کوئی محمل شریف کہتا ہوگا نہ اس کے

اونٹ کے پاؤں چومے جاتے ہونگے، نہ اس کی نیل آنکھوں سے لگائی جاتی ہوگی اور وہ اسی قسم کا خوشنما

محمل یا شرف ہوتا ہوگا جس میں بیٹھ کر نجد کے بعض امیر و شوقین مزاج اب بھی مکہ معظمہ آتے ہیں۔

### حلب کا محمل:

صاحب در الفوائد لکھتے ہیں کہ کچھ سال اہل حلب بھی محمل لائے ہیں۔ اس مختصر اشارے سے

یہ پتہ نہیں لگتا کہ اہل حلب کا محمل کب آتا تھا اور کب سے موقوف ہوا۔

### سوڈان کا محمل:

نعوم بک شقیر تاریخ سوڈان میں صرة الحرمین ① کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ دارفور علاقہ سوڈان

① صرة الحرمین سے مراد وہ تھلی ہے جس میں روپیہ رکھ کر حرمین الشرفین کے مصارف اور وہاں کے مستحقین کی

تنخواہوں کے لئے بھیجے جاتے تھے۔ سلطنت ترکی کے زمانہ میں یہ رقم بہت شیشی اور سینکڑوں آدمیوں کو تنخواہیں ملتی

تھیں۔ یہ تنخواہیں نسل بعد نسل چلتی تھیں۔ اس کے لئے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں ایک خاص دفتر تھا۔

کی ریاست تمام سلطنتوں سے آزاد تھی اور سوائے حرمین الشریفین کے کسی کو جزیہ نہیں دیتی تھی۔  
البتہ مصارف حرمین کے لئے وہ کچھ رقم محمل کے ساتھ بھیجا کرتی تھی۔

### محمل شامی:

در الفوائد میں ہے کہ سب سے پہلا شامی محمل 919 ہجری میں مکہ معظمہ آیا تھا۔ خلاصۃ الکلام میں ہے کہ سب سے پہلا محمل شامی بزمانہ سلطان سلیم 923 ہجری میں بھیجا گیا تھا۔ اس کے ساتھ مصلح الدین رومی امیر قافلہ بن کر آیا تھا۔ محمل شامی کے ساتھ حرمین الشریفین کے سالانہ اخراجات اور خدام و باشندگان حرمین کی تنخواہیں ہوا کرتی تھیں جن کو ”صرہ“ کہا کرتے تھے۔ موم بتیاں اور روغن زیتون آیا کرتا تھا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرہ شریف کا غلاف اور کعبہ کا اندرونی غلاف بھی کسی نئے سلطان کی تخت نشینی کے وقت اسی محمل کے ساتھ بھیجا جاتا تھا۔ یہ محمل قسطنطنیہ سے روانہ ہوتا تھا اور پہلے زمانے میں خشکی کی راہ سے اناطولیہ و شام سے گزرتا ہوا شمالی ایشیا کے حاجیوں کو اکٹھا کرتا دمشق پہنچتا تھا۔ زمانہ حال میں قسطنطنیہ سے جہاز میں روانہ ہو کر بیروت آجاتا تھا۔ اس جہاز کو بھی جس میں محمل ہوتا تھا خاص طور پر جھنڈیوں وغیرہ سے آراستہ کرتے تھے۔ ترکی کے جن جن شہروں اور بندرگاہوں سے یہ محمل گزرتا تھا وہاں اس کی تعظیم میں اکیس توپوں کی سلامی دی جاتی تھی۔ پولیس، فوج عہدہ دار اور عام لوگ بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس کا استقبال کرتے تھے اور شہر میں اس کا جلوس نکلتا تھا۔ بیروت سے محمل دمشق پہنچتا تھا اور دمشق سے بیالیس منزل طے کر کے ایک مہینے میں مکہ معظمہ پہنچا کرتا تھا۔ حجاز ریلوے تیار ہو جانے کے بعد محمل دمشق سے مدینے تک ریل میں آنے لگا تھا اور مدینے سے خشکی کے راستے سے مکہ لے لیا جاتا تھا۔ اس محمل کے ساتھ کم و بیش چار پانچ ہزار آدمی اور دس، پندرہ ہزار اونٹ آتے تھے۔ فوج اور توپ خانہ بھی ساتھ ہوتا تھا۔ تجارتی مال بھی قافلے کے ساتھ بہ کثرت آیا کرتا تھا۔ ہر قسم کی دکانیں قافلے کے ساتھ چلا کرتی تھیں۔ جہاں قافلہ ٹھہرتا تھا، ایک بازار لگ جاتا تھا۔ بہت سے لوگ اس سفر میں حاجیوں کے خورد و نوش کا ٹھیکہ لے لیا کرتے تھے۔ ان کو مقوم کہا کرتے تھے۔ اس

محمل کے ساتھ جو فوج رہا کرتی تھی اس کی سربراہی سرکاری طور پر ہر شہر و قریہ میں ہوا کرتی تھی۔ اس لئے جس قدر منزلیں اور قلعے پڑتے تھے وہاں سے رسد کا انتظام کر دیا جاتا تھا۔

چونکہ یہ محمل اپنے ساتھ حرمین کے امراء شرفا اور عام لوگوں کی تنخواہیں لایا کرتا تھا اس لئے مکہ میں اس کا انتظار عید کے چاند کی طرح کیا جاتا تھا۔ جو شخص گھوڑا دوڑا کر سب سے پہلے شریف مکہ کو اس کی آمد کی خبر پہنچاتا تھا وہ بڑا انعام پاتا تھا۔ 1333 ہجری میں جب جنگ یورپ چھڑی تو ابتدائی چار سال تک تکمیل رسم کے لئے وقت بے وقت آیا لیکن 1337 ہجری میں جب شریف مکہ نے ترکوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور حجاز ترکوں کے قبضے سے نکل گیا تو اس کا آنا قطعاً موقوف ہو گیا۔

## فہرست ماخذ تاریخ غلاف کعبہ

اس تالیف میں اگرچہ اپنے مشاہدات کے علاوہ مجھے بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی لیکن یہاں ابن چند کتابوں کے نام تحریر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جن سے بطور خاص مدد لی گئی ہے یا جن کا اس تالیف میں حوالہ دیا گیا ہے۔

1- اخبار مکہ:

(عربی) مولفہ ابی الولید محمد عبداللہ الازرقی مطبوعہ جرمنی۔ یہ تیسری صدی ہجری کی تالیف

ہے۔

2- تاریخ مکہ:

(عربی) مولفہ ابی عبداللہ محمد بن اسحاق فاکی، مطبوعہ جرمنی یہ بھی تیسری صدی ہجری کی تالیف

ہے۔

3- شفاء الغرام باخبار البلد الحرام:

(عربی) مولفہ تقی الدین بن محمد فاسی۔ مطبوعہ جرمنی تالیف 849 ہجری

4- الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام:

(عربی) مولفہ قطب الدین مکی، تالیف 985 مطبوعہ مصر۔

5- جامع اللطیف:

(عربی) مولفہ جمال الدین محمد بن جار اللہ (ابن ظہیرہ) تالیف 1019 مطبوعہ مصر۔

6- مرۃ الحرمین:

(عربی) تالیف 1325ء مطبوعہ مصر، مولفہ جنرل ابراہیم پاشا۔ یہ دو ضخیم جلدوں میں با تصویر شائع ہوئی ہے۔ مجھے اس سے بہت مدد ملی۔

7- سفر نامہ محمد ابن جبیر:

(عربی) تالیف 579ھ ترجمہ اردو مطبوعہ رام پور۔

8- سفر نامہ برکھارٹ:

(انگریزی) تالیف 1814ء یورپ کے مشہور سیاح عرب ابراہیم ابن عبداللہ عرف

برکھارٹ کا سفر نامہ حجاز۔

9- ماڈرن ای جپ شی انز:

(موجودہ مصری) (انگریزی) مولفہ اڈورڈ ولیم لین تالیف 1835ء۔

10- سفر نامہ برٹن: (انگریزی) یورپ کے مشہور سیاح کپتان برٹن کا سفر نامہ حجاز تالیف

1853ء

# تاریخ غلاف کعبہ

تفصیلی حالات، تاریخی واقعات کے ساتھ

ہر مسلمان کا دل طائرِ قبلہ نما کی طرح، مکہ معظمہ و کعبہ کی جانب فطری طور پر مائل ہے۔ وہاں کے حجرہ جو میں ایک ایسی معنائی قوت موجود ہے جو مسلمانوں کے قلوب کو جذب کرتی رہتی ہے لیکن افسوس کہ کعبہ اور اس کے غلاف کی تاریخ پر کوئی کتاب نہیں ہے۔ اسی لئے یہ کتاب اپنی نوعیت میں اس موضوع پر پہلی کوشش ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے کے بعد غلاف کعبہ کے متعلق کسی قسم کی معلومات کی حاجت باقی نہیں رہے گی۔ اس کتاب کے مستند ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے اقتباسات سلطان عبدالعزیز ابن عبدالرحمن آل یحییٰ ابن سعود کے حکم پر مکہ معظمہ میں غلاف کعبہ کی تیار کی گئی تھیں۔ اسے پڑھ کر شائے جلتے ہوئے ہیں۔ ویسے تو اس کتاب میں بہت سے باتیں ہیں جو اس منفرد اور دلچسپ کتاب کی عبارت کی جاسکتی ہیں لیکن اس کتاب کی صحت کی نسبت صرف اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ اس میں وہی کچھ لکھا گیا ہے جو مصنف نے قدیم عربی اور فارسی کتابوں میں پڑھا، معتبر لوگوں سے سنا اور چشمِ عبرت سے دیکھا۔



اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی منفرد کتاب

زمانہ قدیم سے حال تک غلاف کعبہ کی مکمل تاریخ

آرٹ پیپر، نادر تصاویر کے ساتھ مصنف: علی شبیر

مسلم سنٹر، تھرڈ فلور چیئر جی روڈ اردو بازار لاہور فون: 0300 9482775

READING TIME

پاکستان میں واحد تقسیم کار

فیکٹ پبلی کیشنز 14/b علی پلازہ سکیئنڈ فلور ٹیمپل روڈ لاہور فون: 0345 4341445, 042 36374538

# تاریخ مدینہ منورہ

زمانہ قدیم سے حال تک

نبی کریم کا ارشاد ہے کہ جس نے بھی میری مسجد (مسجد نبوی) میں چالیس وقت کی نمازیں باجماعت ادا کیں اور کوئی نماز قضا کی تو وہ جہنم کے عذاب سے نجات پائے گا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں چودہ مرتبہ مدینہ کا ذکر کیا ہے۔ مدینہ منورہ کی تفصیلات میں بہت سی احادیث بھی موجود ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ کے اس اہم ترین مرکز کی تاریخ بھی دلچسپ ہے۔ مدینہ کا قدیم نام ”یثرب“ تھا جسے معنی گالی گلوچ کرنا تھے تاہم نبی پاک نے اپنی ہجرت گاہ کو نئے نام طیبہ و طایبہ اور مدینہ سے نوازا کر ان کے تقدس و طہارت اور شرف و منزلت کو لازوال کر دیا۔ پھر اسلام کی ترویج اسی شہر سے ہوئی، کئی جنگیں لڑی گئیں، اسی شہر میں حضور ﷺ مدفون ہیں، یہیں سے حضور کے جسد مبارک کو چار بار چلانے کی کوشش کی گئی مگر سازش کرنے والوں کا عبرتناک انجام ہوا۔ مدینہ منورہ کی تاریخ میں اس کے تاریخی اور مقدس مقامات کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس بارے میں کتاب میں بڑی اہم معلومات شامل ہیں۔ تاریخ اور عمرہ کرنے والوں کے لئے بھی یہ کتاب معلومات کا ذخیرہ ہے۔



اردو میں اپنی نوعیت  
کی پہلی منفرد کتاب  
آرٹ پیپر اور  
نادر تصاویر کیساتھ

غالی محمد الامین الشنقیطی ترجمہ: ڈاکٹر شمس کمال انجم

مسلم سنٹر، تھرڈ فلور چیٹر جی روڈ اردو بازار لاہور فون: 0300 9482775

READING  
TIME

پاکستان میں واحد تقسیم کار

فیکٹ پبلی کیشنز 14/b علی پلازہ سائینڈ فلور ٹیمپل روڈ لاہور فون: 0345 4341445, 042 36374538



## آپ کی لائبریری اور مطالعہ کیلئے بہترین کتابیں

مصنف	کتاب	مصنف	کتاب
بمان بسمو	انسان کیسے بنا؟	مقبول ارشد	پاکستان کے ارب پتی خاندان
چمن لال	جاپان (ترقی کی داستان)	مقبول ارشد	میں خود کش حملہ آور کیسے بنا؟
کے وی گوپال	دنیا کے بڑے موجد	مقبول ارشد	پاکستان میں فوجی بغاوتیں
مجیب الدین	عظیم مسلمان سائنسدان	مقبول ارشد	جرنل بتی
مجیب الدین	ممتاز مسلمان سائنسدان	مقبول ارشد	دہشت گرد یا جہادی
مجیب الدین	ایجادات کی دنیا	مقبول ارشد	امریکی رپورٹیں
باراک اوباما	جرات مندانہ امید	مقبول ارشد	وکی لیکس، گناہوں کا پلندہ
شیریں موسوی	جلال الدین اکبر	ذوالفقار علی بھٹو	عظیم المیہ
ہیلری کلنٹن	زندہ تاریخ	مہاشا مہانند	اپنا علاج خود کریں
وویا بھاسکر	شیر شاہ سوری	پروفیسر یاسین	تاریخ اسلام
ورند لال ورما	رانی لکشمی بائی	ہارون خان	مسلمان مفکرین
انور السادات	انور السادات	فرحان ولایت	ذکر رحمۃ اللعالمین ﷺ
رضا شاہ	رضا شاہ پہلوی (شہنشاہ ایران)	اشوک کمار	دنیا کے بڑے جاسوس سکیٹڈز
راجہ مہدی علی	شاہی محلات کے عشق	نرسہاراؤ	بابری مسجد بتای اور بربادی کی داستان
پی آر کمار	پاکستان اسرائیل تعلقات کی کہانی	وسیم شیخ	انسائیڈ گوانٹانامو بے
آغا محمد رضا	محبتیں، الجھنیں اور خواتین	ڈیوڈ پیٹھم	جمہوریت کیا ہے؟

بین الاقوامی سیاست	ڈاکٹر مہتاب	ایکشن یا سلیکشن	وسیم شیخ
دنیا کی قدیم تہذیبیں	عبدالحمید	لذیذ کھانوں کا انسائیکلو پیڈیا	شکفتہ اشفاق
مشہور مقدسے	پال مکندر	دولت آپ کے قدموں میں	اکرم طاہر
کشمیر کے راجے اور مہاراجے	محمد الدین فوق	ترقی کیسے کریں؟	ڈیل کارنیگی
کامیابی کے راستے	ڈیل کارنیگی	کامیابی کے راز	ڈیل کارنیگی
عظیم نوگ	ڈیل کارنیگی	محبت مل ہی جاتی ہے! (شاعری)	الیاس حیدر
Eye on IELTS	لینق لودھی	سرزمین بے آئین (سیاسی ناول)	انوار ایوب راجہ
Chaos of Being	Sadiquallah	The Rise of Peace	M.Shahid